مولانا محمد حسام الدین فاضل

کی

علمی اور ادبی خدمات

مقالہ

برائے پی ایچ ڈی

۲۰۰۵ء

نگران

ڈاکٹر نسیم الدین فریس

لکچرر شعبہ اردو

مقالہ نگار

طیب پاشاہ قادری

ایم . فل

سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد

فہرست

۱۔	دیباچہ	
۲۔	بابِ اول	حالاتِ زندگی
۳۔	بابِ دوم	شخصیت اور سیرت
۴۔	بابِ سوم	علامہ فاضل کی نعتیہ شاعری
۵۔	بابِ چہارم	مولانا حسام الدین فاضل کی غزل
۶۔	بابِ پنجم	مولانا فاضل کی اصلاحی نظمیں ورسالے
۷۔	بابِ ششم	مولانا فاضل معاصرین اور شاگردوں کی نظر میں
۸۔	بابِ ہفتم	اختتامیہ
۹۔	کتابیات	

دیباچہ

دیباچہ

مجھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اُس نے مجھے ایک علمی، ادبی و مذہبی گھرانے میں پیدا کیا۔ میرے والدِ محترم حضرت محمد عبدالقادر بیہوش محبوب نگری حیدرآباد کے شعری و ادبی حلقوں میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مجھے خود بھی پڑھنے لکھنے کا شوق بچپن ہی سے رہا ہے۔ میں نے میٹرک کا امتحان انوار العلوم ہائی اسکول سے کامیاب کیا۔ بعد ازاں وہیں سے انٹرمیڈیٹ کے بعد اُردو آرٹس ایوننگ کالج حمایت نگر سے بی کام کی ڈگری حاصل کی۔ اسکے بعد عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (اُردو) کامیاب کیا۔ ایم۔ اے کے بعد میں نے

حیدرآباد یونیورسٹی سے ایم ۔فل کی ڈگری حاصل کی اور اب ڈاکٹر آف فلاسفی کی تکمیل کی جانب رواں ہوں ۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں بار دیگر شکر بجالاتا ہوں کہ اُس کے رحم وکرم اور فضل وعنایت کے سبب میں یہ مقالہ مکمل کرسکا ۔

میرا ایم ۔فل کا مقالہ حیدرآباد کے نعت گو شعرا (آزادی کے بعد) کے موضوع پر تھا ۔ ایم ۔فل کے نگراں محترم پروفیسر رحمت یوسف زئی نے میرے خاندانی پس منظر گھریلو ماحول میرے والد محترم کی تعلیم وتربیت اور میرے مذہبی رجحان کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے نعت سے متعلق موضوع پر مقالہ لکھنے کا موقعہ عنایت فرمایا ۔

راقم الحروف کو شہر حیدرآباد کے شہرہ آفاق عالم دین اور واعظ شیریں مقال حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ بانی ومؤسس جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد سے ربطِ خاص حاصل ہے ۔

ایک نعت خواں و نعت گو کی حیثیت سے مولانائے محترم بچپن ہی سے مجھ پر شفقت فرماتے آئے ہیں۔ مولانا عاقل مدظلہ علامہ فاضل مرحوم کے خلف و مجاز ہیں اس نسبت سے میری دلی تمنا تھی کہ علامہ فاضلؒ کو موضوع تحقیق بناؤں۔

شعبۂ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد میں پی ایچ ڈی میں داخلہ لینے کے بعد میں نے اپنے تحقیقی مقالے کا عنوان "محمد حسام الدین فاضل کی علمی و ادبی خدمات" تجویز کیا۔ میری خوش نصیبی ہے کہ شعبے نے میرے مجوزہ موضوع کو منظور کیا اور مجھے اس پر کام کرنے کی اجازت دی۔

اس مقالے میں راقم الحروف نے حضرت مولانا محمد حسام الدین فاضل کی سوانح حیات، شخصیت و کردار اور اُن کی علمی و ادبی کارناموں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

ہمارے محقّقوں اور نقّادوں نے دکن سے تعلق رکھنے والے بیشتر ادیبوں اور شاعروں سے اغماض برتا ہے۔ اس میں کچھ قصور دکن کے اہلِ قلم کا بھی ہے جو غیر ضروری انکسار و کسر نفسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ خود دکن سے تعلق رکھنے والے محقّقوں اور نقّادوں نے بھی اپنے علاقے کے اہلِ ادب اور اہلِ کمال پر خاطر خواہ توجہ نہ دی جنکی علمی و ادبی خدمات ملک کے دیگر خطّوں کے شعراء و ادیبوں سے کم نہیں۔ خاص طور پر بعض ایسی ہستیوں کو مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا ہے جنہوں نے شاعری، تنقید اور نثر نگاری میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن محض اس بنا پر کہ ان کا تعلق مذہب و شریعت اور تصوف و خانقاہ سے ہے۔ ان کی شخصیت کے علمی و ادبی پہلوؤں سے چشم پوشی کی گئی۔ ہمارے محقّقوں اور نقّادوں کا عام رویّہ یہ ہے کہ جبہ و دستار میں مست و سرشار رہنے والے بھلا شعر و ادب کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔ حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

اردو ادب کی تاریخ گواہ ہے کہ صوفیائے کرام نے مذہب کے ساتھ زبان و ادب کی نشو و نما میں بھی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اگر ان کی کوششوں سے صرفِ نظر کر لیا جائے تو ہمیں ماضی کے ایک وسیع اور قابلِ قدر ادبی سرمایہ سے محروم ہونا پڑے گا۔

ماضی قریب میں بعض ایسی ہستیاں بھی گذری ہیں جن کو زمانے نے صرف ان کے مذہبی اور متصوفیانہ روّیہ سے ہی جانا پہچانا لیکن کبھی ان کی علمی و ادبی فتوحات پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ ایسی ہی ہستیوں میں مولانا محمد حسام الدین فاضل کی شخصیت بھی شامل ہے۔ جن پر آج تک ہمعصر نقادوں اور محققوں نے توجہ نہیں کی۔

مولانا محمد حسام الدین فاضل سابقہ پروفیسر فقہ و تفسیر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے دینی، ادبی، اصلاحی و تعمیری حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ ایک عالمِ باعمل، مشہور واعظ سچے عاشقِ رسولؐ

مفسرِ قرآن اور زود گو شاعر ہی نہیں بلکہ ایک صوفیٔ باصفا بھی تھے۔
اُنھوں نے اپنے پیچھے شعری اکتسابات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے
ان کے دل میں اُمتِ مسلمہ کی خیر خواہی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔
وہ ملّت کی اصلاح و تعمیر اور اصلاح و فلاح چاہتے تھے۔ آپ نے
قوم و ملّت کی رہنمائی کے لئے کامیاب اصلاحی نظمیں بھی لکھیں۔ اور نثری
رسالوں کے توسط سے دین سے غفلت برتنے والوں کی نہایت ہی مخلصانہ
و مشفقانہ انداز میں صحیح رہنمائی کرنے کی سعی مشکور فرمائی۔

حضرت فاضل نے عملی زندگی کا آغاز مدرّس و معلّم کی حیثیت
سے کیا لیکن سخت محنت و مشقت، تحصیل علم کے ذوقِ بے پایاں
لگن اور انہماک نے اُنہیں عثمانیہ یونیورسٹی میں شعبۂ دینیات کے
پروفیسر کے اعلیٰ عہدے تک پہنچا دیا۔ اور وہ اُسی عہدے پر فائز رہتے
ہوئے وظیفۂ حسنِ خدمت پر سبکدوش ہوئے۔

۱۶ ؍ اکٹوبر ۱۹۵۷ء کو حضرت مولانا محمد حسام الدین فاضلؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ شہر حیدرآباد میں آج بھی مولانا مرحوم کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ جو بڑے ذوق و شوق سے مولانا کے مواعظ حسنہ، حمدیہ، نعتیہ و منقبتی کلام اور اصلاحی نظموں کا ذکر کرتے ہیں جو انھوں نے مختلف محفلوں میں مولانا سے سُنی تھیں۔

باقیات الصالحات کی شکل میں مولانا کی منظوم و منثور تصانیف محفوظ ہیں۔ مولانا کی یہ تصانیف مذہبی موضوعات پر ہیں لیکن ان کی ایک علمی جہت اور ادبی قدر و قیمت بھی ہے۔ ضرورت تھی کہ علمی و ادبی نقطہ نظر سے مولانا فاضل کی ان تصانیف کا مبسوط جائزہ لے کر ان کی قدر و قیمت متعین کی جائے۔

پیش نظر مقالے میں راقم الحروف نے معروض انداز میں مولانا فاضل کے علمی و ادبی ارتسامات کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں نے اپنے مقالے کو درجہ ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

۱) بابِ اوّل　　　　حالاتِ زندگی

۲) بابِ دُوم　　　　شخصیت اور سیرت

3) بابِ سوّم　　　　علامہ فاضل کی نعتیہ شاعری

۴) بابِ چہارم　　　　مولانا حسام الدین فاضل کی غزل

5) بابِ پنجم　　　　مولانا فاضل کی اصلاحی نظمیں و رسالے

6) بابِ ششم　　　　مولانا فاضل معاصرین اور شاگردوں کی نظر میں

7) بابِ ہفتم　　　　اختتامیہ

اور آخر میں کتابیات شامل ہے۔

میں سب سے پہلے اپنے مشفق نگراں ڈاکٹر نسیم الدین فریس صاحب کا دل کی عمیق گہرائیوں سے شکرگذار ہوں کہ انہوں نے اس مقالے کے لیے میری ہر قدم پر رہنمائی فرمائی۔ میرے مقالے میں حذف و اضافے کے لیے بھی

ڈاکٹر موصوف نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ۔ اور کئی ابواب کے کئی حصے بار بار لکھواتے رہے اور ان کی تصحیح کی بھی زحمت گوارا فرمائی ۔

میں اپنے کرم فرما استاذ محترم المقام عالیجناب پروفیسر انور الدین صاحب صدر شعبۂ اردو حیدرآباد یونیورسٹی کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ اُنہوں نے میرے مجوزہ موضوع پر مجھے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کا مقالہ لکھنے کی منظوری فرمائی اور وقتاً فوقتاً اس کی تیاری کا شخصی طور پر جائزہ لیتے رہے علاوہ ازیں محترم پروفیسر رحمت یوسف زئی صاحب ' ڈاکٹر حبیب نثار صاحب ' ڈاکٹر میر محبوب الدین صاحب کا بھی احسان مند ہوں کہ اُنہوں نے گاہے بہ گاہے میری رہبری فرمائی ۔ میں محترمہ بسالت النساء اور دیگر اربابِ یونیورسٹی کا بھی ممنون و مشکور ہوں کہ اُنہوں نے میرے ساتھ حسبِ ضرورت تعاون فرمایا ۔

میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل مدظلہ کا شکریہ ادا کروں ۔ کیوں کہ مولانا نے ہی تمام مواد کی فراہمی میں ذاتی دلچسپی لی

اور مولانا فاضل کے حالاتِ زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی جس کی وجہ سے مقالے کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

نا سپاس گذاری ہوگی اگر میں میرے اُستاذِ محترم حضرت خواجہ شوق مدظلہٗ، خسرِ محترم محمد عابد علی صاحب (ایڈوکیٹ) اور میرے عزیز دوست عظمت علی جیلانی وجناب فاروق عارفی کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے مفید مشورے میرے لیے سہولت کا باعث بنے۔

میں اپنے والدِ بزرگوار حضرت بے ہوش محبوب نگری اور والدۂ محترمہ داؤد بیگم صاحبہ کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے میری تعلیم و تربیت میں کوئی کوتاہی نہیں برتی اور مجھے اس قابل بنایا کہ میں علم و ادب کی بلند ترین منزل تک پہنچ سکوں۔ یہ اُنہیں کی دعاؤں کا خوشگوار انجام ہے کہ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ مکمل کر سکا۔

آخر میں میں اپنی شریکِ حیات انجم عابدی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان ہی کے تعاونِ کاملہ کے سبب میں یہ مقالہ مکمل کر سکا۔ اُنھوں نے تمام گھریلو ذمّہ داریوں سے مجھے الگ رکھا اور ہمہ تن اپنے مقالہ کی تحریر و تدوین کی جانب متوجہ رہنے کا موقعہ فراہم کیا۔

حیدرآباد
13/جنوری 2005ء

طیب پاشاہ قادری
ایم۔ اے۔ ایم فل

بابِ اول

حالاتِ زندگی

حضرت مولانا محمد حسام الدین فاضل صاحب جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں اسلامیات کے پروفیسر تھے۔ ماضی قریب میں حیدرآباد دکن کی جن ہستیوں نے علم و ہنر تحریر و تقریر اور شعر و سخن کے میدانوں میں اپنے فکر و فن کے چراغ جلائے ان میں مولانا فاضل کا نام سب سے روشن ہے۔ آپ ایک متبحر عالم دین، باخدا بزرگ، جید استاد، شیریں مقال واعظ، قادر الکلام شاعر اور صاحبِ نسبت صوفی تھے۔ عامۃ الناس کے عقائد و اعمال کی اصلاح اور متلاشیانِ ہدایت کے قلوب کے تزکیہ و تصفیۂ قلب و نیز ارادت مندی کی اخلاقی و روحانی بالیدگی میں آپ کے مواعظِ حسنہ اور تدبیر تلقین کے نتائج و اثرات اپنی مثال آپ ہیں۔ آج سے کوئی نصف صدی قبل کے حیدرآباد کی علمی و ادبی اور روحانی و تہذیبی زندگی کی ایک اہم شخصیت تھے۔ علامہ فاضل کے فکر و فن اور ان کی علمی و ادبی کارناموں کے جائیزے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سوانح پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے۔

ولادت :-

فاضل صاحب کا پورا نام محمد حسام الدین تھا۔ لیکن وہ حیدرآباد میں اپنے اپنے تخلص فاضل کی نسبت سے مولانا فاضل کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ وہ ۱۹ ۵ ار شعبان سنہ ۱۳۱۲ھ کو سابق ریاست حیدرآباد کے صوبے بیدر کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام مولوی محمد جعفر تھا۔ مولوی محمد جعفر کو چار اولادیں ہوئیں دو لڑکے۔ دو لڑکیاں۔ لڑکیوں کے نام پردہ خفا میں ہیں۔ لڑکوں میں بڑے غلام محی الدین اور چھوٹے محمد حسام الدین تھے۔ حسام الدین بہنوں اور بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اُن کے بڑے بھائی حکیم غلام محی الدین پیشۂ طب سے وابستہ تھے۔ وہ بھی ایک پُرگو شاعر تھے اور طالب تخلص کرتے تھے۔

خاندانی پس منظر :-

حضرت محمد حسام الدین فاضل کے والدِ ماجد مولوی محمد جعفر صاحب شہر بیدر کے شرفاء میں سے تھے۔ فاضل ابھی شیر خوار ہی تھے کہ اُن کے والدِ ماجد نے بیدر کو

خیرآباد کہہ کر حیدرآباد میں بود و باش اختیار کی اور حیدرآباد کو اپنا وطنِ ثانی بنا لیا۔ لیکن ہجرت اُن کو راس نہ آئی۔ ابھی فاضل نے زندگی کی صرف تین ہی بہاریں دیکھی تھیں کہ والدِ ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ جنابِ فاضل نے اپنے ایک شعر میں ایامِ طفلی میں داغِ یتیمی سہنے کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

میں وہ بدبخت ہوں کہ تین برس بھی پورے ÷ ہائے آغوشِ پدر مجھ کو میسّر نہ ہوا

اُس کے بعد آپ والدہ ماجدہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پانے لگے۔ جو گھریلو دست کاری کے ذریعہ اپنی زندگی گذارا کرتی تھیں۔ خاندان کے مختلف افراد نے آپ کو کسی عزیز کے پاس رہنے کی صلاح دی۔ اُن میں اُن کے ایک ممیرے بھائی بھی تھے جو اس زمانے میں کافی مرفہ الحال تھے۔ اُس زمانے میں اُن کی ماہانہ آمدنی ۷۰۰/ روپیہ تھی لیکن اُس باخدا و خود دار خاتون نے اس لئے اُن کا احسان لینا گوارا نہیں کیا کہ ''کہیں اس کی وجہ سے میرے بچے بعد میں کسی کے احسان مند مشہور نہ ہو جائیں''

چنانچہ فاضل نے اپنی والدہ ماجدہ کی جفاکشی اور تحمل کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

بچوں کو دست کاری و محنت سے پالا = بارِ مشقت اپنے دل وجاں پہ ڈالنا
اک حرفِ شکوہ بھی نہ زباں سے نکالنا = غم سہہ کے خاندان کی عزت سنبھالنا

یہ وصفِ حق یہ ہے اُسی مریم صفت میں تھے
ہم اُس کے صدقے میں پلے عزت سے شان سے

حضرت فاضل کے آبا و اجداد کا خاص وطن دہلی رہا ہے۔ بقولِ محمد اعظم صاحب[1] مولانا فاضل کے اسلاف کا تعلق ایران سے تھا۔ بزرگوں کی روایت کے مطابق اُن کے خاندان کے جدِ اعلیٰ ایران سے دہلی آئے۔ دہلی سے اورنگ آباد ہوتے ہوئے وہ بہمنی عہدِ حکومت میں بیدر شریف تشریف لائے۔[1]

---

[1] محمد اعظم صاحب، جناب فاضلؒ کے تایازاد برادر زادہ ہیں۔ جڑچرلہ (ضلع محبوب نگر) میں اعظم ملز کے مالک ہیں۔ راقم الحروف نے ۵ ر نومبر ۲۰۰۲ء کو موصوف سے مصاحبہ کیا اور فاضل کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

فاضل صاحب کے مورث اعلیٰ علامہ تاج الدین خاقانی ایک جید عالم تھے۔

وہ بیدر میں محمود گاواں کے مدرسے میں بلا معاوضہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ اُن کا

ذریعہ معاش نگینوں کی تجارت تھا۔ فاضل صاحب کے والد مولوی محمد جعفر بیدر

سے ترکِ وطن کرکے حیدرآباد میں مقیم ہوگئے۔ اور یہیں کپڑوں کی تجارت کو ذریعہ

معاش بنایا۔ یہاں آنے کے کچھ عرصہ بعد آپ سخت بیمار ہوگئے اور مختصر

علالت کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ درگاہ حضرت شاہ خاموش ؒ کے احاطہ

میں مدفون ہیں۔ فاضل کی والدہ ماجدہ بھی اپنے شوہر کے مزار کے پاس مدفون ہیں۔

جیسا کہ مذکور ہوچکا ہے مولانا فاضل کے جدِ اعلیٰ مولانا خان تاج الدین

بڑے عالم اور متقی تھے۔ جنھیں عالمگیر نے "خان" کے خطاب سے سرفراز کیا تھا

اِسی مناسبت سے یہ خاندان ایک عرصہ تک "تاج خاقانی" کے نام سے موسوم رہا۔

ابتداء میں چند پشتوں تک آپ کے اجداد کے ناموں کے ساتھ "سید" رہا

کرتا تھا لیکن فاضل صاحب کے دادا غلام رسول مرحوم کے والد عبدالنبی مرحوم نے

ازراہِ کسرِ نفسی اپنے نام کے ساتھ سیّد لکھنا اور کہنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں ناموں کے ساتھ "سیّد" نہیں لکھا جانے لگا۔

بیدر میں مولانا فاضل کے والد کے دو مکان اور کافی اثاثہ موجود تھا۔ لیکن آپ کے والد حیدرآباد منتقل ہونے کے بعد آپ کے تایازاد بھائیوں نے اُن کی جائیداد پر قبضہ کرلیا۔ آپ کی والدہ محترمہ نے اُن سے جھگڑنے کو پسند نہیں فرمایا۔ محمد حسام الدین فاضل کا مقامِ پیدائش تو بیدر تھا لیکن آپ ڈیڑھ سال کی عمر سے حیدرآباد دکن کے ماحول میں پرورش پاتے رہے۔

ابتدائی تعلیم:-

مولانا فاضل جب چار سال کے ہوئے تو تسمیہ خوانی کے ساتھ اُن کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ قرآن ناظرہ کی تکمیل کے بعد انھوں نے قرآن وحدیث کی ابتدائی تعلیم مدرسے دینیات مغل پورہ میں حاصل کی۔ پھر مدرسہ منصداران میں زیرِ تعلیم رہے۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم بھی اُسی مدرسہ میں پائی

بعد ازاں مدرسہ دارالعلوم کاماں میں شریک ہوئے اور وہیں سے منشی اور مولوی فاضل کا امتحان کامیاب کیا۔ آپ کے اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا عبدالقدیر حسرت (بحر العلوم) بابولال اثر، غلام جیلانی، مولانا محمد جعفر مولانا ابوبکر بن شہاب، مولانا نادر الدین، مولانا شمسی، مولانا سید ابراہیم ادیب، مولانا عبدالقادر شبلی (مدینہ منورہ) وغیرہ۔

مولانا فاضل کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اگر کوئی ملاقات کے لئے آتا تب بھی آپ کے زیرِ مطالعہ جو کتاب رہتی وہ ہاتھ سے جدا نہ ہوتی علم سے دلچسپی کا ایک اہم واقعہ یہ بھی ہے کہ آپ نے عمر کے آخری حصہ میں قرآنِ مجید حفظ کرنا شروع کیا تھا اور انتقال تک تقریباً دس پارے حفظ فرما چکے تھے۔

آغازِ ملازمت :-

مولانا فاضل صرف تین سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ اس لئے انھوں نے غربت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ حالات کے پیشِ نظر انھوں نے صرف آٹھ سال

کی عمر میں بچوں کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد باقاعدہ فوج میں نوکری کرنے لگے۔ دو سال بعد ان کا تبادلہ فوجی بچوں کی دینی تعلیم کے شعبہ میں کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد فوج کی نوکری چھوڑ کر مدرسہ آصفیہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ دنوں بعد یہاں سے مستعفی ہو کر خانگی طور پر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں انھوں نے باضابطہ سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ چنانچہ ایک سو روپیہ ماہوار پر سب سے پہلے بحیثیتِ مددگار مدرس مدرسہ وسطانیہ گوشہ محل پر ان کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کے بعد مدرسہ وسطانیہ شاہ گنج پر تبادلہ ہوا۔

اور پھر دو سال بعد مدرسہ دارالعلوم ہائی اسکول کالی کمان پر بحیثیتِ استادِ دینیات کام کرنے لگے۔ سنہ ۱۹۳۵ء عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کی لکچرار کی اسامی پر ترقی کے ساتھ تبادلہ ہوا۔ اور اسی یونیورسٹی سے سنہ ۱۹۴۹ء میں وظیفہ

حسنِ خدمت پر سبکدوش ہوئے۔

شادی:۔

محمد حسام الدین فاضل کا پہلا عقد حاجی محمد حنیف کی دخترِ نیک اختر سے ہوا تھا جن کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ پہلی بیوی سے آپ کو صرف ایک صاحبزادے مولانا محمد جلال الدین حسامی کامل ہوئے جو شفاخانہ یونانی (سرکاری) چارمینار میں طبیب ماہر اور حیدرآباد کے مشہور واعظ تھے۔ اُن کے انتقال کے بعد دوسرا عقد آپ نے فتح اللہ خاں پولس آفیسر رائچور کی لڑکی جیلانی بیگم سے کیا۔ اُن سے آپ کو ایک صاحبزادے اور چار لڑکیاں ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل جو ایک ممتاز عالم دین اور مشہور واعظ کی حیثیت سے اپنی ایک شناخت بنائے ہوئے ہیں۔ جن کا ایک کارنامہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد کا قیام ہے۔ جس سے ہزاروں تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ لڑکیوں میں جمیل النساء بیگم، اور افضل النساء بیگم کا انتقال

ہوچکا ہے۔ اکرم النساء بیگم اور فخر النساء بیگم بقید حیات ہیں۔

مولانا فاضل کی تیسری بیوی کا اسمِ گرامی رحیم النساء بیگم تھا۔ اُن سے حضرت کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی تینوں ازواج نہایت با اخلاق، اور متقی پرہیزگار، صابر و شاکر تھیں۔ مولانا فاضل کے معاشی حالات جیسے کچھ بھی رہے اُنھوں نے کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لایا۔ اور کبھی شوہر کو معاشی پریشانیوں کے ساتھ ذہنی الجھنوں میں مبتلا نہیں ہونے دیا۔

بیعت :-

محمد حسام الدین فاضل بچپن ہی سے نیکوکار اور ستودہ صفات واقع ہوئے تھے۔ سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد وعظ و تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ وعظ و نصیحت کی وجہ سے آپ کی کافی شہرت ہوگئی تھی۔ لوگ اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اصرار کرنے لگے لیکن چونکہ وہ خود کسی کے مُرید نہیں تھے اس لئے وہ لوگوں کو بیعت کرنے سے انکار کیا کرتے تھے۔ لیکن اُن کے معتقد جن کا اسمِ گرامی "مظہر الدین" تھا

مسلسل تین[3] دن تک گھر کی دہلیز پر بیٹھ گئے اور مرید بننے کے لئے اصرار کرنے لگے ۔ حضرت نے بادلِ ناخواستہ اُن کو مُرید بنالیا اور پھر یہ سلسلہ چل پڑا ۔

لیکن اس کے بعد انھوں نے پیرِ کامل کی تلاش شروع کی ۔ اسی دوران انہوں نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا ۔ اور حجِ اکبر سے سرفراز ہوئے ۔ اسی سفر میں مدینہ منورہ کے قیام کے دوران مولانا فاضل کی ملاقات حضرت عبدالقادر شبلی[4] سے ہوئی ۔ حضرتِ ممدوح نے جب دیکھا کہ محمد حسام الدین فاضل پہلے ہی سے رُشد و ارشاد کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے تو انھوں نے مولانا فاضل کو نہ صرف مُرید بنایا بلکہ انھیں اپنا خرقہ خلافت بھی پہنایا جو وہ اپنے خاص جانشینوں کو سرفراز کیا کرتے تھے ۔ انھوں نے مولانا فاضل کو اپنے مُرشدین کے سلسلے کا شجرہ بھی عطا فرمایا ۔ محمد حسام الدین فاضل نے اپنی بیعت ، اپنے مُرشد کے اوصاف اور عطائے خرقہ خلافت کے واقعہ کو اشعار کی شکل میں تحریر فرمایا ہے جن میں سے چند شعر درج ذیل ہیں ۔

شیخ عبد القادر نیکو خصال عالم یکتا و شیخ باکمال
صاف باطن عاشقِ سلطانِ دیں پاک طینت زاہدِ خلوت گزیں
جس کی صورت سے ولایت کا ظہور جن کی صورت دل میں پیدا کردے نور
اُس نے بھی وہ لطف و احساں کیا سر پہ خود تاجِ خلافت رکھ دیا
پیرہن پہنایا اپنے ہاتھ سے اور دستِ پاک سے لُقمے دئیے
ہر طریقہ میں خلافت کی عطا تاج پہنایا عطا خرقہ کیا
مستفیضِ فیضِ روحانی کیا علمِ ظاہر کی سند بھی کی عطا
دی صحاحِ ستّہ کی ایسی سند اہلِ فن میں ہے جو بے حد مستند

ع1

ع1 صفحہ ۳۸ ۔ دیوانِ نعتیہ فاضل

انتقال :-

آخر عمر میں مولانا فاضل صاحب فراش ہوگئے۔ اُن کی علالت کا سلسلہ تین چار سال تک جاری رہا۔ دن بدن پستی اور کمزوری بڑھتی گئی دوا نے بھی کچھ اثر نہیں دکھایا۔ ڈاکٹروں نے اُن کو واعظ کرنے سے منع کیا۔ مگر اُنھوں نے یہ سلسلہ بہ دستور جاری رکھا۔ فرماتے ہیں کہ

"لوگ آخری عمر میں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ رجوع ہوتے ہیں۔ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں آخری عمر میں ان دینی مشاغل سے کنارہ کش ہوجاؤں جن پر میں نے زندگی بھر عمل کیا۔ بجائے اس کہ بیماری اور نزع کے عالم میں دوسروں کی طرح ہائے وائے زبان سے نکلے قرآن کی تفسیر اور حدیث سناتے سناتے مرجانا بہتر ہے"۔ ع1

آپ کے اس ارادے کے آگے ڈاکٹرس بے بس نظر آرہے تھے

ع1 نقوش فاضل ۔ صفحہ ۳۵۸

مریدین، رشتہ دار بھی اُن کے اس عزم کو دیکھ کر خاموش ہو گئے اور آپ اپنے اقوال پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ ڈاکٹروں کے مشورے پر مولانا فاضل نے تبدیلئ آب و ہوا کے لئے میر عالم تالاب کے گیسٹ ہاوز میں چند دن قیام فرمایا حالانکہ اُس وقت آپ کے قدم زمین پر برابر ٹِک نہیں رہے تھے۔ دو آدمیوں کے سہارے تخت پر رونق افروز ہوئے۔ یہی وعظ آپ کا آخری وعظ ثابت ہوا جو ۵ راکٹوبر ۱۹۵۷ء کو کیا گیا۔ اُس کے بعد وہ سخت بیمار ہو گئے۔ چنانچہ اُنھیں دواخانہ عثمانیہ میں شریک کروایا گیا۔

۱۶ راکٹوبر ۱۹۵۷ء مطابق ۲۱ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ روز چہار شنبہ کی صبح طبیعت کچھ سنبھلتی ہوئی معلوم ہوئی۔ آپ نے کچھ باتیں بھی کیں لیکن نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آرہی تھیں پھر کچھ دیر بعد آپ پر نیم بے ہوشی کا عالم طاری ہوا۔ آکسیجن دی جانے لگی۔

نلی سے غذا دی جارہی تھی وہ باہر نکلنے لگی۔ مختلف انجکشن اور دوائیں دی گئیں لیکن سب بے فیض ثابت ہونے لگیں تنفس تیز ہوگیا۔

عصر کا وقت شروع ہوا تو آپ نے کپکپاتے ہاتھوں سے لیٹے لیٹے ہی رکعت باندھ لی اور نماز عصر ادا کی یکایک تشہد کی انگلی اٹھنے لگی اور زبان پر ذکر جاری رہا۔ پھر دو تین بار سانسیں لیں اس کے بعد ایک طویل سانس ــــ پھر کوئی سانس نہیں لی اور قبل مغرب روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ ڈاکٹروں نے انتقال کی توثیق کی۔

مولانا فاضل کے انتقال کی خبر آگ کی طرح سارے شہر اور اضلاع میں پھیل گئی۔

تدفین :

۱۷؍ اکٹوبر ۱۹۵۷ء مطابق ۲۲؍ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ بعد نماز ظہر مسجد چوک حیدرآباد میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ڈیڑھ لاکھ سے

زائد افراد نے شرکت کی اور جمعہ کی رات حسامیہ چمن متصل عیدگاہِ قدیم۔ مادنا پیٹ (حیدرآباد) میں تدفین عمل میں آئی۔ یہ زمین آپ نے اپنے متعلقین اور مریدین کی تدفین کے لئے خریدی تھی۔ عوام کے اژدہام کی وجہہ سے میت کو اتارنے کے بعد بھی قبر کو بہت دیر تک کھلا رکھنا پڑا تاکہ لوگ آخری دیدار کر سکیں۔ اسی دوران مغرب ہوگئی اور اذانِ مغرب کے بعد آپ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

یہ تمام معلومات مجھے مولانا محمد حمید الدین عاقل مدظلہ سے حاصل ہوئیں۔ جو بتاریخ 23-9-2003 بطور انٹرویو لی گئیں۔

تصویر مزار حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل ۔ سابق پروفیسر
شعبۂ دینیات ۔ جامعہ عثمانیہ

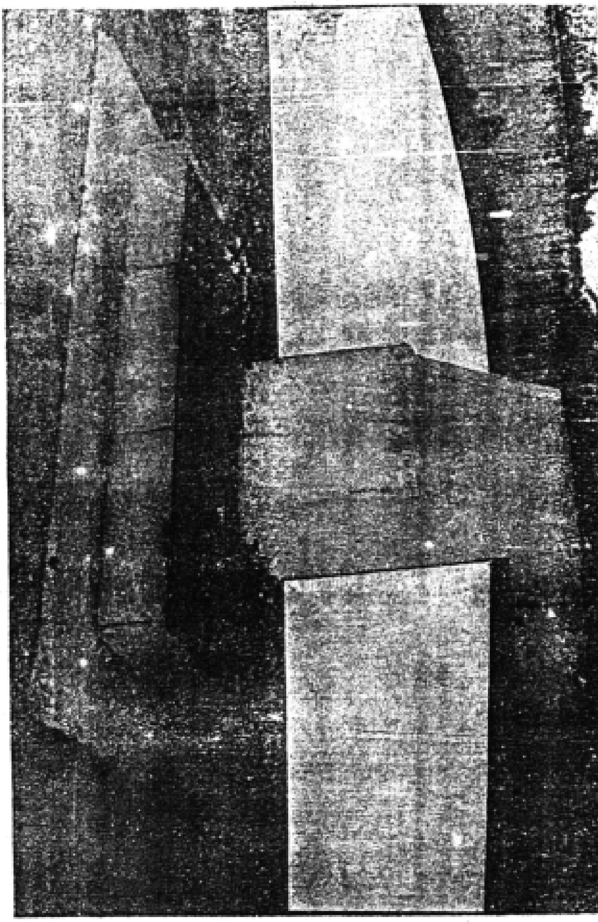

حسامیہ منزل (حیدرآباد) کا مقام وعظ جہاں
حضرت مولانا حسام الدین فاضل کی ہفتہ وار مجالس
وعظ منعقد ہوتی تھیں ۱۱۴

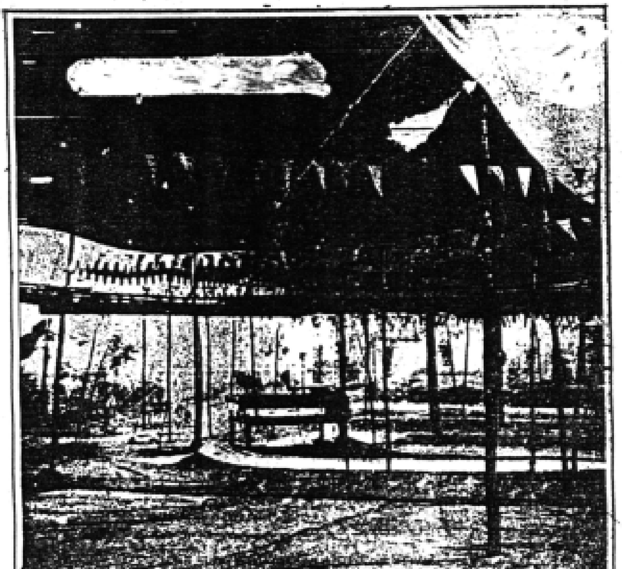

27/D

بابِ دوم

شخصیت اور سیرت

حضرت علامہ فاضل کے مقام مطالعہ کا ایک منظر

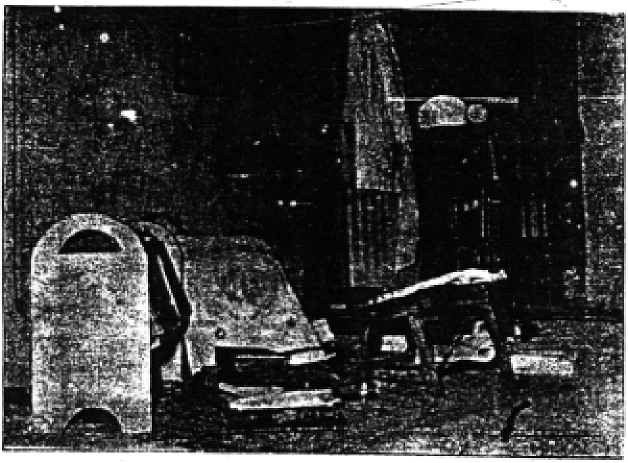

آہ گھر ہے، کہیں موجود مگر گھر والا   پورا دفتر تو ہے لیکن نہیں دفتر والا
چل بسا آہ جو تھا خلق کے جوہر والا   صاحب علم و عمل، عشق پیمبر والا
کیا مکاں کی رہے رونق نہ ہو جب اس میں مکیں
حسن کافور ہو خاتم میں اگر ہو نہ نگیں

حضرت مولانا محمد حسام الدین فاضل کی دستی تحریر کا نمونہ

۱۔ نہ کریں آہ و بکا قبر پہ آنے والے — آ سکتے ہیں پر جان سے جانے والے

۲۔ قبر میں کس سے طلب کیجئے زادِ اخلاص — کفنی بھی تو نہیں دو گز کی لانے والے

۷۔ قبر میں آہ اکیلا ہوں پڑا روتا ہوں — اب کہاں ہیں مجھے پہلو میں سلانے والے

۵۔ اب کہاں عطرِ سہاگ اور کہاں عطرِ عروس — نہیں دو پھول بھی مرقد پہ چڑھانے والے

۴۔ میری صورت سے ہیں بیزار خدا کی قدرت — اپنے پہلو میں محبت سے سلانے والے

۸۔ بیکسی کا مری نظارہ تھا وہ حسرت انگیز — خوب رو رو کے گئے قبر پہ آنے والے

۳۔ بیکسی دیکھئے ہے شمعِ لحد بھی خاموش — اب کہاں اور کوئی اشک بہانے والے

۹۔ خاک پر آنے تہِ خاک پڑا روتا ہوں — آئیں دیکھیں مجھے آنکھوں پہ بٹھانے والے

۱۰ اہلِ دنیا سے کبھی دل نہ لگانا فاضل
یہ ہیں اک دن تجھے مٹی میں ملانے والے

شخصیت اور سیرت

مولانا محمد حسام الدین فاضل کی شخصیت بڑی متاثر کرنے والی تھی ۔ موزوں قد و قامت، کسرتی بدن، رنگ گورا، پیشانی کشادہ، ایک مشت سے کچھ زائد داڑھی بشرے سے ذہانت و مروت آشکار، چمکتی ہوئی آنکھیں ان کے نیچے کثرتِ مطالعہ اور شب بیداری کے حلقے، متناسب بینی اور مسکراتے ہوئے لب، موتی جیسے چمکتے دانت، طبیعت میں نفاست، ہر چیز کی پسند میں اعلیٰ معیار ملحوظِ خاطر رکھتے۔

جامہ زیبی ان کی خصوصیت تھی، لباس منتخب نفیس اور عطر بیز ہوا کرتا تھا۔ جدھر سے آپ گذرتے راستے مہک جاتے اور شناسا سمجھ لیتے کہ آپ آ رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ سفید کرتا، پاجامہ، اور سر پر عمامہ زیبِ تن کئے ہوئے ہوتے۔

آپ کے اخلاقِ حمیدہ بھی بہت عمدہ تھے۔ اگر کسی کو نصیحت کرنا مقصود

ہوتا تو آپ وہ بات دوسروں کی بات میں کہہ دیا کرتے تھے جو سنتِ مبارکہ بھی ہے۔ خوش اخلاقی کو ایمان کا جُز بتایا گیا ہے۔ آپ میں شانِ بے نیازی کچھ ایسی تھی کہ کسی عقیدت اور ارادت مندی سے متاثر ہوتے اور نہ کسی کی بے ادبی اور گستاخی سے رنجیدہ ہوتے۔ آپ ہر ایک کے برتاؤ کو منجانب اللہ سمجھنے والوں میں سے تھے۔ آپ ریاکارانہ تعظیم و تکریم کو پسند نہیں فرماتے بلکہ آدابِ شرعی کی رعایت رکھتے ہوئے سادگی اور بے تکلفی کو پسند فرماتے۔ آپ زاہدانہ اوصاف، عالمانہ شان، واعظانہ گفتگو، شاعرانہ آن بان، مشفقانہ انداز کی طبیعت کے پیکر تھے۔

مولانا حسام الدین فاضل کی طبیعت میں بلا لحاظ مذہب و ملت انسانی ہمدردی و خوش اخلاقی کا عنصر غالب تھا۔ خدمتِ خلق کو آپ اولیت دیتے تھے۔ لوگوں کی ہمدردی میں اپنی صحت کی برقراری کا تک خیال نہ رکھتے تھے۔ آپ میں خودداری تھی توکل تھا۔ ہمیشہ آپ نے دنیا پر دین کو مقدم رکھا۔

بے باک اور حق گو تھے آپ جو بات دوسروں کو کہتے پہلے خود اس پر عمل کرتے ۔

مولانا حسام الدین فاضل کی عملی زندگی میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جو آج کی نسل کے لئے بہترین نمونہ ہیں ۔ جیسے آپ نے اپنی والدۂ ماجدہ کی خدمت اس طرح کی کہ اخیر وقت تک اپنی والدہ کو ناراض نہ ہونے دیا ۔ جب آپ زمانۂ طالب علمی میں پڑھتے رہتے تو آپ کی والدہ فرماتیں کہ "حسام الدین سوجاؤ" تو آپ والدہ کی خاطر تھوڑی دیر لیٹ جاتے ۔ پھر جب والدہ کی نیند لگ جاتی تو اٹھ کر پھر مطالعۂ کتب شروع فرمادیتے ۔ اس واقعہ میں آج کی نسل کے لئے اصلاحی پہلو موجود ہیں ۔

مولانا حسام الدین فاضل کے بعض خیالات دیگر علماء سے نہیں ملتے تھے جیسا کہ آپ قوالی کو پسند نہیں فرماتے ۔ اس لئے مزارِ مبارک کے پاس یہ تحریر کندہ ہے ۔

"چونکہ صاحبِ قبر پابندِ شرع تھے اور قوالی کو ناپسند فرماتے تھے اس لئے قبر کے پاس کسی قسم کا باجہ نہ بجائیں" ؏۱

مولانا حسام الدین فاضل اپنے گھر کا سودا اور دوسرا سامان خود ہی لالیا کرتے تھے۔ جسے بُرا سمجھنے کو آپ پسند نہ کرتے۔ ایک مرتبہ آپ قصاب کی دکان پر کھڑے ہوئے گوشت خرید رہے تھے آپ کے ایک شاگرد جو منصف تھے اُدھر سے گذرے اور یہ سمجھ کر کہ آپ ان کو دیکھکر شرمائیں گے دور دور سے انجان جانے لگے۔ حضرت فاضل نے ان کو دیکھ لیا اور خود آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہنے لگے کہ منصف صاحب گوشت کھانے سے شرم نہیں تو اُس کے خریدنے سے کیوں شرم کی جائے۔ پھر آپ اُن کو بھی دکان کے پاس کھینچ لائے اور جب تک قصاب نے گوشت تول کر نہیں دیا اُس وقت تک آپ دکان پر کھڑے کھڑے منصف صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔

؏۱ نقوشِ فاضل صفحہ ۳۴

آپ ایک پُرگو شاعر تھے۔ آپ کی نعتوں میں قلب کا سوز و گداز اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ عالیہ کا عالمانہ اور عارفانہ اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ اُن کا خاص اُسلوب ہے۔ بات چیت میں سلاست سے زیادہ علمیت اور بلاغت ہوتی جو مخاطب کو اپنے وزن اور وقار سے متاثر کر لیتی تھی۔ حافظہ خداداد تھا اور علمی صحبتوں نے اس میں چار چاند لگا دیے تھے۔

مولانا حسام الدین فاضل اکثر تعطیلات میں اپنے مُریدین و معتقدین کے ساتھ تنہائی کے مقامات پر تفریح کے لئے جایا کرتے تھے۔ اکثر فلک نما اور چندرائن گٹّہ کے درمیان "ہاشم دستگیر کی پہاڑی" پر جایا کرتے اُس کے عقبی جانب ایک باؤلی تھی اور موٹ چلتی تھی جو تیرنے کے لئے بہتر تھی۔ آپ تیرنے میں اور پانی کے اندر زیادہ دیر رہنے میں سب سے مقابلہ کیا کرتے اور ہر وقت دوسروں پر غالب رہتے۔

آپ کو شطرنج کا بھی بہت شوق تھا۔ اس کھیل کے بارے میں آپ فرماتے کہ شطرنج اکثر تابعین اور آئمہ نے کھیلا ہے۔ اس سے انجام بینی اور عقل مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس میں آپ نے مہارت بھی حاصل فرمائی تھی چنانچہ تفریح کے وقت کبھی کبھی شطرنج کھیلا کرتے اور نماز کا وقت جاتا تو فوراً کھیل چھوڑ کر نماز کو چلے جاتے اکثر لوگوں سے یہ ناممکن تھا۔ کچھ دنوں بعد آپ نے شطرنج کو تضیع اوقات اور علمی مشاغل میں حارج جان کر بالکل ترک کر دیا۔

مولانا حسام الدین فاضل کو ورزش اور کسرت کا بھی شوق تھا۔ گھر میں دنگل بنایا تھا آپ خود کُشتی میں شریک ہوتے اور کبھی کبھی دوسرے پہلوانوں کو ملاحظہ فرماتے۔ یہ شوق بھی تھوڑے ہی دن رہا۔ بعد میں درس و تدریس، تصنیف و تالیف وعظ و نصائح کی مصروفیات میں ان تمام کھیلوں کو حارج جان کر بالکل چھوڑ دیا۔ البتہ گھر میں آنے والے طلباء

اور اپنے بچوں سے مکان کے اندر کبھی کبھی والی بال کھیل لیا کرتے تھے۔

جب ضُعف محسوس ہونے لگا تو والی بال کھیلنا بھی بند ہوگیا۔ غرض آپ نے مرنج و مرنجاں طبیعت پائی تھی اور العارف ہشّ و بشّ کے مصداق رہا کرتے۔

مولانا محمّد حسام الدین فاضل فرائض و نوافل کے پابند، شب بیدار اور عبادت گذار تھے۔ مگر زاہدِ خشک نہ تھے۔ نجی محفلوں میں ہنستے ہنساتے۔ ادبی لطائف سے محظوظ ہوتے اور اہلِ محفل کے قلوب کو گرماتے تھے۔ ساتھ ساتھ آداب و اخلاق اور علوم و عرفاں کے زر و جواہر لٹاتے تھے۔ شاعری پر اتنی قدرت تھی کہ فکرِ شعر کی طرف متوجہ ہوئے اور اشعار کی آمد شروع ہوئی۔ باتیں کرتے کرتے دس بیس شعر موزوں کر دیتے تھے۔

روزمرہ معمول میں یہ باتیں داخل تھیں۔ شب میں دیر تک جاگتے دو گھڑی سوتے، تہجد میں اٹھتے تہجد کے بعد وظیفہ پڑھتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد امتحان کی تیاری کے طور پر نصابی کتابیں پڑھتے ہوئے محویت کی وجہہ اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ فجر کی اذاں سننے میں آتی۔

بحیثیت اُستاد

دنیا میں مروّج تمام پیشوں میں درس و تدریس کا پیشہ سب سے ممتاز اور قابلِ قدر پیشہ مانا جاتا ہے۔ سارے رسولوں اور انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہ حیثیت ایک اُستاد ہی مبعوث فرمایا گیا جن کے درس و تدریس کے نتیجے میں حق و ظلمت کا فرق واضح ہوتا رہا اور لوگ تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر نورِ حق کی طرف آکر اپنی زندگیوں کو سنوارتے رہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد چونکہ سلسلۂ نبوت ختم ہوچکا اس لئے درس و تدریس کی گراں بار ذمہ داری علمائے اُمت پر آگئی اور اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اُمتِ مسلمہ میں ہر ملک و قوم اور ہر دور میں ایسے علمائے کرام پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اس مقدس پیشہ کی آبیاری کی اور اس چمن کو ہرا بھرا رکھنے میں اپنی کوششوں میں کامیاب رہے۔

شہرِ حیدرآباد کے علمائے کرام میں مولانا محمد حسام الدین فاضل کا نام ایک نمایاں مقام کا حامل ہے۔ بہ حیثیتِ استاد آپ نے اُمتِ مسلمہ کی جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ اظہر من الشمس ہے

نظامِ سادس نواب میر محبوب علی خاں کے دو کمسن لڑکوں کی دلجوئی اور تعلیم و تربیت کے لئے ایک جمعیت ترتیب دی گئی تھی۔ اسی جمعیت میں مولانا نے اپنی ابتدائی ملازمت کی۔ بحیثیت جمعیت میں شامل بچوں کو دینیات کی تعلیم کے لئے آپ کو مقرر کیا گیا۔ اسی دوران آپ نے منشی کا امتحان کامیاب کیا اور "مولوی" میں شرکت کی اس کے بعد دبیر (منشی عالم) ادیب (منشی فاضل) میں کامیابی حاصل کی۔ اور مدرسۂ آصفیہ میں معلم کی ملازمت اختیار کی۔

1919ء میں ایک سو روپیہ ماہوار پر مدرسہ فوقانیہ گوشہ محل پر بہ حیثیتِ مدرس تقرر عمل میں آیا کچھ عرصہ بعد مدرسہ وسطانیہ شاہ گنج پر

تبادلہ ہوا اُس کے دو سال بعد مدرسہ فوقانیہ دارالعلوم میں دینیات کے مدرس کی حیثیت سے تبادلہ کیا گیا۔ پیشۂ تدریس میں ترقّی کرتے ہوئے 1935ء میں جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ دینیات میں لکچرر کا عہدہ حاصل کیا۔ اس خدمت پر رہتے ہوئے آپ نے ایم۔ اے کے طلباء کو فقہ، تفسیر وحدیث کی تعلیم دی۔ 1949ء میں وظیفۂ حسنِ خدمت پر سبکدوش ہوئے لیکن اس سبکدوشی سے تعلیم و تدریس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا بلکہ تشنگانِ علمِ ظاہری و باطنی کو تادمِ زیست اپنے بحرِ علم سے سیراب کرتے رہے۔

اس کے علاوہ مولانا کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسم بامسمّیٰ تھے۔ تلوار کا کام تو یہی ہے کہ وہ باطل کو کاٹ کر رکھ دے اور ظلم وستم کو اُس کی جڑوں ہی سے منقطع کر دے۔ حسام الدین کے معنی ہی دین کی تلوار کے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے نام کے تقاضے

کے تحت اس فریضے کو خوب نبھایا۔ آپ کا ایک ایک عمل اور ایک ایک کلمہ درس و تدریس کا پیام لئے ہوتا تھا۔ ایک اچھے اُستاد کی طرح اُنھوں نے اپنے سامنے زانوئے ادب طئے کرنے والوں کو نہ صرف کتابی تعلیم سے آراستہ کیا بلکہ اُن کے اخلاق و کردار کو بھی سنوارنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔

جہاں دنیوی زندگی کو سہل و آسان اور آرام دہ بنانے کے لئے کتابی و اخلاقی تعلیم کی ضرورت ہے وہیں روح کی پاکیزگی و لطافت کے لئے روحانی تعلیم کا ہونا ایک امر ضروری ہے۔ مولانا حسام الدین فاضل اس میدان کے بھی شہسوار ہیں۔ تصوف کا راستہ کئی خطرات سے گھرا ہوتا ہے اور ایک اچھا اُستاد ہی اس راستے پر ٹھوکریں کھائے بغیر چلنے کی تعلیم دے سکتا ہے۔ حیدرآباد کے گنے چُنے علماء میں مولانا حسام الدین فاضل ایک ایسے ہی مُعلّم و مُربّی تھے جو اپنے مُریدوں کو سہولت اور سلامتی کے ساتھ راہِ سلوک کی منزلیں طئے کرواتے تھے۔

بہ حیثیتِ مُرشد

مولانا فاضل کو حق تعالیٰ نے وعظ گوئی کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کی خوب شہرت ہوگئی۔ اس کا اثر تھا کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے لئے اصرار کرنے لگے۔ لیکن چونکہ آپ خود کسی کے مُرید نہیں ہوئے تھے اس وجہ سے آپ کو خلافت بھی حاصل نہیں تھی جو کہ مُرید کرنے کے لئے ضروری ہے اس لئے آپ خلقِ خدا کو مُرید کرنے میں پس و پیش فرماتے تھے مگر آپ کو ہمیشہ مُرشدِ کامل سے بیعت ہونے کا خیال بے چین کرتا تھا۔ اسی دوران آپ حج بیت اللہ اور زیارتِ نبویؐ کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں کئی بزرگوں کو آپ نے دیکھا اور ان کی مجالس میں آپ نے شرکت کی بالآخر آپ کو وہیں اپنے مُرشدِ کامل حضرت عبدالقادر شبلیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

حضرتِ ممدوح نے مولانا میں پہلے ہی سے رُشد و اصلاح کی صلاحیت بدرجۂ اتم پائی تو آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔ مولانا فاضل نے اپنی بیعت اور مُرشد کے اوصاف اور اُن سے عطائے خرقۂ خلافت کے واقعہ کو اشعار میں اس طرح ڈھالا ہے۔

شیخ عبد القادرِ نیکو خصال = عالمِ یکتا و شیخِ باکمال

صاف باطن عاشقِ سلطانِ دیں = پاک طینت زاہد خلوت گزیں

جس کی صورت سے ولایت کا ظہور = جس کی صورت دل میں پیدا کردے نور

اُس نے بھی وہ لطف وہ احساں کیا = سر پہ خود تاجِ خلافت رکھ دیا

پیرہن پہنایا اپنے ہاتھ سے = اور دستِ پاک سے لُقمے دیئے ؂۱

مولانا فاضل ایک مُرشدِ کامل تھے۔ آپ باعمل اور سراپا متبع رسولؐ تھے۔ آپ کے سینکڑوں مُرید دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

مولانا فاضل نے پیری مُریدی کو تجارت نہیں بنایا بلکہ اپنے روحانی

؂۱ نقوشِ فاضل صفحہ ۲۱۴

فیوض و برکات اور اپنے پیر کی دی ہوئی امانت کو اپنے مُریدوں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھا۔ آپ تصوّف کے بڑے بڑے مسائل کو آسان اور عام فہم انداز میں سمجھایا کرتے تھے۔

جس طرح مدارس میں تعلیم دینے والے اُستادوں کی اہمیت ہے اُس سے زیادہ تذکیہ نفس (یعنی نفوس کو روحانی نجاستوں سے پاک کرنے) کو اہمیت ہے تاکہ معاشرہ نیک انسانوں سے بھرا رہے۔

آپ کے رشد و ہدایت کا آپ کے مُریدین پر بہت گہرا اثر پایا جاتا تھا کیوں کہ آپ کا قال آپ کا حال ہوتا تھا۔ آپ نے درسِ تصوف اور حلقۂ ذکر کے لئے دوشنبہ کا دن مقرر فرمایا تھا۔ جس کو آپ کے فرزندِ ارجمند مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ نے آج تک برقرار رکھا ہے یعنی ہر پیر کو درسِ تصوف پابندی سے ہوا کرتا ہے۔

مولانا فاضل کے ہاں حلقۂ ذکر کے بعد دستر خوان بچھایا جاتا تھا

مریدین اپنا توشہ لاتے اسے دستر خوان پر رکھ دیتے مولانا فاضل بھی اپنے گھر سے کھانا منگواتے۔ اس طرح ایک دستر خوان پر سب مل کر کھانا کھاتے جو موجب برکت ہوتا۔

مولانا فاضل مریدوں کی قدم بوسی اور نذر ونیاز کو قطعی ناپسند کرتے تھے عام طور پر مرشدوں کی جھولیاں مریدوں کے نذرانوں سے بھری رہتی ہیں لیکن مولانا فاضل ہمیشہ غریب مریدوں کی خود مدد فرماتے تھے۔ غریبوں کی عزت نفس کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ کوئی پریشانی لے کر آپ کے پاس آتا اور مصیبت بیان کرتا تو اس کی دلجوئی کرتے اور اپنے تمام وسائل استعمال کر کے کوئی نہ کوئی حل نکال لیتے تھے۔

بہر حال آپ اپنے وقت کے مرشد کامل رہے ہیں۔ باعمل اور سراپا متبع رسولؐ تھے جن سے ہر ایک نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض حاصل کیا۔

شجرۂ عالیہ قادریہ حسامیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ هَدٰنَا لِلْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الَّذِیْ اِسْتَنْقَذَنَا بِهٖ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ النُّجَبَاءِ الْبَرَرَةِ الْکِرَامِ۔ اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

٢١٦

اللّٰهم بحرمة امام الاولياء سيدنا المرتضى امير المؤمنين علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة سيد شباب اهل الجنة سيدنا الامام الحسين رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة سيدنا الامام علي زين العابدين رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة سيدنا الامام محمد الباقر رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة سيدنا الامام جعفر الصادق رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة سيدنا الامام موسى الكاظم رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة سيدنا الامام علي الرضا رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي علي الحسن البصري رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي محمد الحبيب العجمي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ داؤد الطائي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي محفوظ معروف بن الكرخي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ السري السقطي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة سيد الطائفة الشيخ ابي القاسم جنيد البغدادي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي بكر جعفر بن يونس الشبلي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي الفضل عبد الواحد التميمي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي الفرح محمد بن عبد الله الطرطوسي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي الحسن علي بن احمد بن يوسف القرشي الهكاري رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة الشيخ ابي سعيد مبارك بن علي المخزومي رضي الله تعالى عنه

اللّٰهم بحرمة شيخ المشائخ قطب الاقطاب غوث الثقلين سيدنا ومولانا

۲۱۷

أبي محمد محيي الدين السيد الشيخ عبد القادر جيلاني رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة الشيخ ابن عبد الرزاق رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة السيد عبد الله الحسيني رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة السيد ابراهيم الحسيني رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة السيد جعفر الحسيني رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة السيد علي الحسيني رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة الشيخ الكبير ابي الشعوشة الاسفرايني رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة السيد عبد الشكور رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة السيد سعد الله السلوقي رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة مولانا قطب الله داد رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة مولانا المعمر الكبير الشيخ حبيب الله رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة الشيخ محمد قاسم رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة الشيخ محمد صادق بن عبد الله الجوهري رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة الشيخ حسين عبد الرحيم المكي رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة محدث الديار الحجازية العارف بالله الشيخ محمد بن احمد رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة العلامة الشهير الشيخ عبد الرحمن الكزبري رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة العلامة الشيخ محمد الكزبري ابن الشيخ عبد الرحمن الكزبري رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة مولانا محدث الشام الشيخ عبد الرحمن الكزبري ابن الشيخ محمد الكزبري رضي الله تعالى عنه

اللهم بحرمة العلامة المعمر الشيخ ابي النصر الخطيب الدمشقي الحنفي رضي الله تعالى عنه

۲۱۸

اَللّٰھُمَّ بِحُرْمَۃِ مُرْشِدِیْ وَمَوْلَائِیْ شَیْخِ الشُّیُوْخ حضرت الشیخ
عَبْدِ الْقَادِرِ الشِّلْبِیْ الطَّرَابُلْسِیْ الْمَدَنِیْ مَدَّ ظِلُّہُ الْعَالِیْ
اَللّٰھُمَّ یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتْ ان تمام سادات کرام واشیاخ عظام کے
طفیل سے فقیر حقیر ابو الفضائل مُحَمَّد حُسَام الدِّین فاضل قادری
حیدرآبادی کَانَ اللہُ لَہٗ اور دینی بہن بلقیس بیگم صاحبہ .... کو
اپنی اور اپنے حبیب کریم مُحَمَّد مُصْطَفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی
سچی محبت عنایت فرما، دارین میں کامیاب و بامراد رکھ، دنیا سے ایمان
کے ساتھ آخرت میں رسوا نہ کر اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔ ان
بزرگوں کے قدموں سے جدا نہ کر۔ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن۔ وَصَلَّی اللہُ تعالٰی
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن بِرَحْمَتِکَ
یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن فقط

مرقوم ۱۳ھ

زہد و تقویٰ

کسی بھی شخص کے زہد و تقویٰ کو جانچنے پرکھنے کے لئے نہ تو کسی ناپ تول سے مدد لی جاسکتی ہے اور نہ ہی کوئی اور دوسرا پیمانہ استعمال کرکے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ کسی شخص میں کتنا زہد و تقویٰ ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کی زندگی میں نجی اور عوامی دونوں جہتوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کا ضرور انکشاف ہوتا ہے کہ آیا اُس شخص میں کوئی زہد و تقویٰ والی بات ہے بھی کہ نہیں۔

مولانا فاضل کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو یہ بات کُھل کر سامنے آتی ہے کہ مولانا کے مزاج میں یہ بات داخل تھی کہ اگر کسی چیز میں اُنہیں ذرّہ برابر شُبہ ہوتا تو اُس کو ترک کردیا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ ہر شُبہ کی چیز چھوڑنا تقویٰ ہے۔ اگر کسی چیز کے بارے میں

جائیز و ناجائیز کے درمیان حدِ فاصل کھینچنا مشکل ہوتا تو آپ ہمیشہ اُس کو ناجائیز ہی سمجھ کر اُس کے قریب بھی نہ جاتے ۔ خواتین کو حلقۂ مریدی میں داخل کرتے وقت کمالِ احتیاط سے کام لیتے ۔ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی خاتون کو مُرید نہ کرتے اور اس بات کو زیادہ پسند فرماتے کہ مُریدی کے وقت شوہر بھی موجود رہے ۔ اسی طرح چاہے کتنی ہی شدید ضرورت پیش آجائے کسی خاتون سے اُس کے شوہر کی عدم موجودگی میں ملاقات نہ کرتے اور سواری سے اُترنے سے قبل ہی اُنھیں یہ کہکر واپس کر دیتے کہ اپنے شوہر کے ساتھ تشریف لائیں ۔

ایک موقعہ پر ایک کمسن لڑکی نے آپ کے ہاتھ پیر دبانے کی خواہش ظاہر کی اور ملتجی ہوئی کہ اُسے اجازت دی جائے ۔ مولانا نے کہا کہ " عورت اور مرد کے درمیان شیطان ہوتا ہے " لڑکی بھی آپ کے زیرِ تربیت تھی کہنے لگی کہ جہاں آپ ہوں وہاں شیطان کیسے رہ سکتا ہے ۔

لیکن مولانا نے مناسب طریقے سے اُسے اُس کام سے منع فرمادیا۔

مولانا جب ذکر کی محفل سجاتے تو سارے مُریدوں پر ایک عجیب سی کیفیت طاری رہتی اور بعض پر وجد کی حالت دیر تک چھائی رہتی۔

صبر و شُکر و قناعت وہ عناصر ہیں جو کسی کے زہد و تقویٰ کو پرکھنے کے لئے ایک آلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا کی زندگی صبر و شُکر اور قناعت سے پُر نظر آتی ہے۔ خود فرماتے ہیں

اپنی محنت کی کمائی پہ گذاری اوقات

دولت و جاہ کی خاطر کبھی در در نہ ہوا

مولانا کی زندگی کا یہ وصف اُن کے مُریدوں میں واضح طور پر نظر آتا ہے اور وہ اُن سے تعلیم پاکر ایک صالح زندگی بسر کی۔

بہ حیثیت عالمِ دین

مولانا حسّام الدین فاضل ایک عالمِ باعمل تھے۔ آپ کے معاصرین میں چوٹی کے علماء موجود تھے۔ لیکن اس کے باوجود اکثر و بیشتر لوگ آپ سے ہی اظہارِ خیال کی درخواست کرتے۔ جس سے آپ کی تبحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے۔ کسی مسئلے میں ساتھی علماء کسی نتیجے پر پہنچنے بھی نہ پاتے کہ آپ ابتدائی بیان ہی سے طے شدہ بات کے طور پر اس کو ظاہر کر دیا کرتے تھے۔

مولانا فاضل نے اپنے زمانے کے اعلیٰ علمی اسناد جیسے دبیر، ادیب (فارسی) مولوی عالم مولوی فاضل (عربی) حاصل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ تادمِ زیست مطالعہ کے خوگر رہے۔ جو علم کے تازہ رہنے کا سبب رہا۔ علم اور اسناد حاصل کرنے کا زمانہ محنت

کا ہوتا ہے ۔ اعلیٰ اسناد سے یہ استطاعت پیدا ہو جاتی ہے ۔ چنانچہ بعض لوگ اسناد کے حصول کے بعد علمی استعداد بڑھانے کا خیال نہیں کرتے جس کی وجہ سے زیادہ لیاقت والے نہیں بنتے ۔ اور اگر مطالعہ جاری رکھا جائے تو معلومات میں وسعت اور پختگی پیدا ہوتی ہے اور علم تازہ رہتا ہے ۔ اس اُصول کو مولانا نے سمجھ لیا اور اس کو اپنا بھی لیا جس کی وجہ سے آپ اپنے ہم عصر علماء میں ایک خاص مقام رکھتے تھے ۔ آپ نے کئی اختلافی و نزاعی مسائل کو بہت اچھے انداز میں سلجھانے کی کوشش کی اور کامیاب بھی رہے ۔

ایک مرتبہ نظام سابع کے دورِ حکومت میں مسجدِ جعفری کوٹلہ عالیجاہ حیدرآباد کے بارے میں اہلِ سنّت اور شیعہ حضرات کے درمیان اذان کے سلسلے میں نزاع پیدا ہوئی ۔ حکومت نے اس مسئلے کو سلجھانے کے لئے ''کمیٹی تحقیقات مسجدِ جعفری'' قائم کی ۔ جس نے

اذان کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جو دو شیعہ مجتہدین اور دو مقامی علماء مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ اور مولانا فاضل پر مشتمل تھی۔ آپ سے جو جو سوالات کے گئے آپ نے بہت ہی مُدلّل انداز میں اُس کا فتویٰ جاری کیا۔

علاوہ ازیں آپ نے کئی ایسے مسائل جو سماج میں بُرے سمجھے جاتے تھے اپنی علمی صلاحیت کی بناء پر اُس کو صحیح ثابت کیا۔ جیسے "سیّدزادیوں سے غیر سیّد کے نکاح کا مسئلہ اور مفقود الخبر شوہر کا مسئلہ" وغیرہ۔

بہ حیثیتِ واعظ

وعظ کے معنی لوگوں کو مذہبی باتوں کی طرف مائل کرنے کے ہیں۔ اگر واعظ کا اندازِ بیان دلکش ہو اور ساتھ ہی وہ متقی و پرہیزگار بھی ہو تو پھر کیا کہنا۔ مخلوقِ خدا اُس کی معتقد ہوجاتی ہے اور اُس پر جان نثار کرتی ہے۔

بہ حیثیتِ واعظ مولانا حسام الدین فاضل نے اپنے زمانے میں خوب نام کمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں تاثیر عطا فرمائی تھی اسی وجہہ سے لوگ اُن کے وعظ کو سننے کے لئے جوق در جوق جمع ہوتے۔ اور اپنے قلوب کو منور کرتے اور راہِ راست پر آتے۔

مولانا فاضل نے 25 سال کی عمر سے ہی وعظ گوئی شروع فرمائی تھی آپ مدعو کرنے پر دور دراز مقامات پر وعظ کے لئے تشریف

لے جایا کرتے تھے۔ آپ نے انجمنِ حسامیہ کے زیرِ اہتمام اپنے اسکول مدرسۂ شبینہ میں ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو جشنِ میلاد النبیؐ بڑی شان و شوکت سے منعقد فرمایا کرتے۔ اس جشنِ میلاد میں حیدرآباد کے مشہور واعظین اکرام و مقررین عظام جیسے مولانا مناظر احسن گیلانی، سابق صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ، ڈاکٹر ناظر یار جنگ، سابق چیف جسٹس حیدرآباد ہائیکورٹ، مولانا سیّد محمد بادشاہ حسینی بانی و معتمد صدر مجلسِ علمائے دکن، حیدرآباد وغیرہ کے مواعظ ہوا کرتے تھے۔ اور پھر آخر میں خود مولانا فاضل بھی مخاطب فرماتے تھے۔

یہ جلسے اسی طرح چند سال تک جاری رہے۔ اس کے بعد مولانا نے خود اپنے مکان پر جشنِ میلاد منعقد کرنا شروع کیا۔ جب لوگوں کی کثرت ہونے لگی اور یہ مکان ناکافی ہونے لگا تو مولانا اس مکان سے متصل ایک وسیع علاقہ مشرق کی جانب خریدا اور مقامِ وعظ کو اور وسیع کر دیا۔

مولانا فاضل ربیع الاوّل کے 12 دن اور محرّم کے دس دن
کے علاوہ خلفائے راشدین کی تاریخِ وفات وشہادت کے موقعوں پر
بھی پابندی کے ساتھ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً محرّم الحرام کی
مجالس بڑی دل گیر ہوتی تھیں۔ واقعاتِ شہادت بیان کرتے وقت
خود غمِ حسین میں اتنے ڈوب جاتے تھے کہ بیانِ مصائب پر ہزاروں
مرد اور عورتیں بے تحاشہ رو پڑتے اور آپ خود بھی اکثر بے خود ہو جایا
کرتے تھے۔ سامعین کی کثرت کی وجہ سے ہمیشہ جگہ تنگ دامنی کا
شکوہ کرتی تھی۔ اس زمانے کے مشہور ثنا خوانِ رسولؐ جناب حبیب اللہ
(شاہی نعت خواں) جناب علی بخش، جناب ولی اللہ حسینی، اور ضیاء الدین
"نابینا" ابتداء میں اور اثنائے واعظ میں حسبِ موقع نعت، منقبت
سلام، بڑے دل سوز لحن سے پڑھتے تھے۔

مولانا فاضل کی ربیع الاوّل کی مجالس سیرت النبیؐ کے اذکار

پر مشتمل ہوا کرتی تھیں ۔ جس میں وہ پہلی تاریخ سے بارہ تاریخ تک تفسیرِ قرآن کے ساتھ سلسلہ وار حالاتِ نبویؐ بیان فرمایا کرتے ۔ عموماً ربیع الاوّل کی دوسری اور تیسری مجلس میں حضرت دائی حلیمہؓ کے بارے میں ''شہید'' کے لکھے ہوئے اشعار نہایت پراثر انداز میں پڑھکر سناتے اور ساتھ ہی ساتھ واقعہ کو نثر میں بیان فرماتے ۔

اسی طرح 7 اور 8 / ربیع الاوّل کو جب وفاتِ نبویؐ بیان فرماتے تو حضرتِ بلالؓ کے متعلق حضرتِ ''شہید'' کے لکھے ہوئے اشعار سنایا کرتے ۔ سامعین آپ کی طرزِ ادا سے بہت متاثر ہوتے اور آپ کے سوز و گداز کی وجہہ سے ان اشعار کے اثر میں اور اضافہ ہوتا اور لوگ بے اختیار رونے لگتے ۔

ان مجالس کے علاوہ آپ اپنے ہی مکان پر ہفتہ واری مجالس میں تفسیرِ قرآنِ پاک سلسلہ وار بیان فرماتے ۔ اس زمانے میں جمعہ کو

تعطیل ہوا کرتی تھی اسی وجہ سے یہ مجلس ہر جمعہ کو عصر تا مغرب ہوا کرتی تھی۔ پولس ایکشن کے بعد یہ مجلس پیر کی شب منعقد ہونے لگی۔ لیکن سامعین کو دوسرے پیر ہونے کی وجہ سے آرام لینے کا موقعہ نہیں مل رہا تھا اس لئے بدل کر ہفتہ کی شب کر دی گئی۔ اور یہ ہفتہ کی مجلس آپ کے وصال تک جاری رہی۔ اُس کے بعد بھی آج تک اُس تسلسل کو آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ نے باقی رکھا ہے۔ آپ ہر ہفتہ اُسی مقام پر تفسیرِ قرآنِ پاک بیان فرماتے ہیں جہاں آج بھی لوگ ذوق و شوق کے ساتھ آپ کے مواعظ سنتے ہیں۔

مولانا فاضلؔ نے "35" سال کے طویل عرصہ میں قرآنِ پاک کا ایک دور مکمل کیا۔ اور دوسرا دور شروع فرمایا اور چوتھے پارے کی ابتدائی آیت "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" کی تفسیر جس ہفتہ شروع فرمائی اُس کی دوسری مجلس تک آپ نے خود اپنی

چہیتی اور محبوب شئے یعنی اپنی جان' جان آفرین کو پیش کردی۔

حیدرآباد کا شاید ہی کوئی محلہ یا مسجد ایسی ہو جس میں آپ کا وعظ نہ ہوا ہو۔ آپ کو آندھراپردیش کے علاوہ دوسری ریاستوں سے بھی وعظ کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ آپ کے مواعظ کا سلسلہ سال کے بارہ مہینے تک چلتا رہتا تھا۔ ہر سال شب ہائے متبرکہ یعنی شبِ معراج 'شبِ برات' اور شبِ قدر کو مسجدِ چوک میں آپ کا وعظ مقرر تھا۔ یہاں پر صرف آپ ہی کا وعظ ہوا کرتا اس کے باوجود عوام کا اژدھام اتنا ہوتا کہ مسجدِ چوک (حیدرآباد) کا وسیع صحن لوگوں سے بھر جاتا۔ اور لوگ سڑکوں پر دور دور تک کھڑے تین تین گھنٹے تک نہایت خاموشی اور صبر و سکون سے آپ کا وعظ سنتے تھے۔ مسجدِ چوک میں یہ جلسے تا حیات جاری رہے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا' روحانی' فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔

آپ کا آخری وعظ 5 ر اکتوبر 1957ء شنبہ کو ہوا۔

حق گوئی

حق گوئی وہ پُرخطر راستہ ہے جس پر چلنے والوں کے پیر لہولہان ہو جاتے ہیں اور صرف ایسے ہی مردانِ خدا اس راستہ پر ثابت قدم رہتے ہیں جو لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ (ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے)

مولانا حسام الدین فاضل کی زندگی میں بھی ایسے بے شمار واقعات پیش آئے ہیں جب انھوں نے ڈنکے کی چوٹ پر حق بات کا اظہار کیا۔ گورنمنٹ ٹیچر ہونے کے ناطے مولانا فاضل کو اساتذہ کی کانفرنس میں شرکت کا موقع ملتا تھا۔ جناب خاں فضل محمد خاں (ناظم تعلیمات) ایک ایسی ہی کانفرنس میں تشریف فرما تھا اور صدارت بھی فرما رہے تھے کہ ایک مقرر جناب سجاد مرزا صاحب نے انھیں دئیے گے عنوان

"کنڈر گارٹن" سے انحراف کرتے ہوئے ایک قطعی غیر متعلقہ موضوع پر اظہار خیال کرنے لگے دورانِ تقریر انھوں نے کہا کہ ہر بچّہ مسلمانوں کے اعتقاد کے بموجب وقتِ پیدائش مسلمان ہی رہتا ہے۔ مولانا حسام الدین نے کرسئ صدارت سے اجازت حاصل کر کے اس بات کی تصحیح کی کہ بچّہ مسلمان یا کسی اور مذہب پر پیدا نہیں ہوتا بلکہ صرف فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ مولانا کے اظہارِ حقیقت کے بعد صدرِ جلسہ نے مقررِ مذکورہ کی تنبیہ فرمائی اور مولانا کی حق گوئی کو سراہا۔

ایک ایسی ہی دوسری کانفرنس میں جس کی صدارت نواب اکبر یار جنگ فرما رہے تھے۔ اس بات کی تحریک پیش کی گئی کہ منشی و مولوی کامیاب طلباء کے لیے بھی میٹرک کامیاب طلباء کی طرح ٹریننگ کا انتظام کیا جائے اس موقع پر جناب فخرالحسن صاحب نے منشی و مولوی کامیاب اساتذہ پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ سست اور کاہل ہوتے ہیں۔

وقت پر مدرسے نہیں آتے اور جماعت میں اونگھتے رہتے ہیں۔ موصوف نے
بلا پس و پیش یہ بھی فرمایا کہ ریاضی اور جغرافیہ سے تو یہ بالکل نابلد
ہوتے ہیں۔ الزاماتِ منسوبہ حق گو انسان کو کہاں ہضم ہوتے ہیں۔ چنانچہ
اس موقعہ پر مولانا فاضل نے صدرِ اجلاس نواب اکبر یار جنگ سے
تقریر کی اجازت چاہی۔ جب اجازت دی گئی تو آپ نے تاریخ کے
مستند حوالوں سے ثابت کیا کہ علوم مشرقیہ کے علماء کے پاس
زانوئے ادب طے کرنے والوں میں دنیا کے گوشہ گوشہ کے افراد جمع
ہوتے ہیں۔ ریاضی سے واقف نہ ہونے کے الزام کا جواب مولانا نے یوں دیا
کہ اگر وہ حساب کتاب میں پکے نہ ہوں تو پھر مالِ غنیمت کی تقسیم زکوٰۃ کی رقم
کا تعین، یا وراثت کی تقسیم کے مسئلے کس طرح پا سکتے تھے۔ جہاں
انتہائی باریک بینی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کسی بھی صورت میں انصاف
کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا جا سکتا۔

حصولِ علم کا شوق

انسان کی ابتدائی عمر حصولِ تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ اور جن بچوں کو فطری طور پر تعلیم سے لگاؤ ہوتا ہے وہ کیسے ہی نامساعد حالات کیوں نہ ہوں اپنے آپ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے میں ہمہ تن مصروف رکھتے ہیں۔ مولانا حسام الدین فاضل کی زندگی بھی ابتداء میں ایسے ہی دشوار حالات سے دوچار تھی۔ وہ صرف تین سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ ایسی غیور کہ کسی سے پھوٹی کوڑی لینے کو روا نہ رکھتیں تھیں۔ گھر کے اخراجات کی پابجائی کے لئے گھریلو دست کاری کو ذریعہ بنایا۔ قریبی عزیزوں میں ایسے بھی تھے جو بہ سہولت و آسانی اس تمام کنبہ کی ضروریات خصوصاً بچوں کے تعلیمی اخراجات کو پورا کرنے کی حیثیت رکھتے تھے اور اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے مگر بیوہ ماں کو گوارا نہ ہوا کہ کسی کے احسان مند بنیں۔

غرض یہ کہ جب مولانا فاضلؔ نے اپنی عمر کے چار سال مکمّل کر لئے تو تسمیہ خوانی کے ساتھ اُن کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ رفتہ رفتہ اُنھوں نے قرآن 'ناظرہ' اور اُردو' فارسی' کی ابتدائی کتابوں کی تکمیل کی۔ جب وہ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو اُنھوں نے بچوں کی فوج علاقہ نظم جمعیت سرکار عالی میں ملازمت اختیار کی۔ یہاں سے وہ کسبِ معاش اور پڑھائی کو ساتھ ساتھ لے کر چلنے لگے۔

حیدرآباد کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ سے منشی کا امتحان کامیاب کرنے کے بعد وہ مولوی کے درجے میں شریک ہوئے اُس وقت مولانا کی عمر "14" سال تھی۔ والدہ کی شدید خواہش کے پیشِ نظر "15" سال کی عمر میں وہ شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ اب اُن پر دوہری ذمہ داری کا بوجھ آن پڑا۔ تعلیمی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ

متاہلانہ زندگی کی ذمہ داریاں بھی سر پر آن پڑی۔ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید تعلیمی سلسلہ ختم کردیتا لیکن مولانا فاضل میں حصولِ علم کا شوق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہی شوق ان تمام رکاوٹوں پر غالب آگیا اور انھوں نے مولوی کا امتحان درجہ اوّل میں کامیاب کیا۔ مولوی کی سند اُن کی منزل نہیں تھی ان کا تعلیمی سفر آگے بڑھا تو دبیر (ماثل منشی عالم) اور ادیب (مماثل منشی فاضل) کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ پھر 1917ء میں آپ نے مولوی فاضل اور منشی فاضل کامیاب کیا۔

مولانا فاضل کا تعلیمی دور نہایت درخشاں اور تابناک رہا۔ اس زمانے میں انھیں مختلف توصیفی صداقت نامے بھی دیئے گئے جن میں قابلِ ذکر دارالعلوم کے پرنسپل جناب حمید الدین صاحب کا صداقت نامۂ توصیف بھی شامل ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

"مولوی محمد حسام الدین دارالعلوم کے قدیم طالب علم ہیں۔

فارسی میں ادیب اور عربی میں مولوی فاضل کی سند حاصل کی ہے۔ اور چار اعلیٰ امتحانات دبیر، ادیب، عالم و فاضل میں کل ممالک محروسہ سرکاری عالی میں سب سے اوّل آئے اور چاروں اعلیٰ امتحانات کے سرکاری انعامات حاصل کئے۔ یہ کسی امتحان میں ناکام نہیں رہے۔ ان کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ ان کے سوا کسی دبیر و ادیب نے عالم و فاضل کا امتحان پاس نہیں کیا۔ مشاغلِ علمیہ سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ نہایت اعلیٰ چال چلن والے اور شریف الطبع ہیں۔ اور اساتذہ اکرام کا احترام کرتے ہیں۔" ؁۱

تحصیلِ علم کے سلسلے میں مولانا فاضل کو یہ بھی امتیاز

؁۱ نقوشِ فاضل صفحہ ۵۱

حاصل ہے انھیں اپنے وقت کے متبحر علماء و اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ جن میں قابلِ ذکر یہ ہیں۔

مولانا ابوبکر بن شہابؒ مولانا نادر الدینؒ مولانا شاہ مصطفیٰ قادریؒ مولانا عبدالقادر شبلیؒ (مدینہ منورہ) مولانا عبدالقدیر حسرت صدیقیؒ مولانا احمد حسینؒ مولانا عبدالواسعؒ مولانا غلام جیلانیؒ مولانا شیر علیؒ مولانا شمسیؒ مولانا سید ابراہیم ادیبؒ مولانا محمد جعفرؒ مولانا قاری ابوالحسنات مدنیؒ اور شری بابو امرت لال آنجہانی وغیرہ۔

مولانا کو زمانۂ طالب علمی میں اپنے اساتذہ کے ساتھ ایک خاص لگاؤ تھا۔ اساتذہ کے ساتھ اُن کا رویّہ نہایت مؤدّبانہ اور عجز و انکسار لئے ہوتا۔ اپنے اساتذہ کی تعظیم اور اُن کے حکم کی تعمیل کو وہ اپنے لئے موجبِ سعادت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کے اساتذہ بھی اُن کے ساتھ مشفقانہ اور مربیانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب بھی یہ اپنے

اُستاد شاہ مصطفیٰ قادری کے دولت خانہ پر حاضر ہوتے تو وہ موسم کے لحاظ سے پہلے اُن کی تواضع کرتے پھر انھیں پڑھایا کرتے۔

مولانا فاضل اپنی تمام مصروفیات میں تعلیم کو ہمیشہ فوقیت دیتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب وہ امتحان ادیب کی تیاری مصروف تھے تو اُن کی حقیقی بہن کی شادی شہر بیدر میں مقرر ہوگی۔ تمام خاندان کے اصرار کے باوجود آپ نے شادی میں شرکت سے معذرت کی۔ اور امتحان ہی کی تیاری میں لگے رہے۔ کچھ دنوں بعد شادی میں عدم شرکت سے جو ناگواری پیدا ہوئی تھی وہ رفع ہوگئی اور ادھر ادیب کے امتحان میں بہت اچھے نشانات سے کامیابی حاصل کی۔ اکثر رات بھر مطالعہ میں گذار دیتے تھے اور مختلف سوالات کے جوابات کو زیادہ سے زیادہ بہتر لکھنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اُن کے دوست احباب اُن سے یوں کہتے "رشد تمہارا دماغ تو فولاد کا ہے" راتوں کو جاگ جاگ کر محنت کرنے سے اکثر آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں۔

بذلہ سنجی

ہر نیک اور پرہیزگار شخص کی خوبیں خوش مزاجی و خوش گفتاری فطرتاً ودیعت ہوتی ہے لیکن مذاقِ سلیم اور خوش طبعی کی یہ صفت سطحی ٹھٹول تمسخر اور دل شکنی کے حدود میں داخل نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر مولانا حسام الدین فاضل کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اُن کی خوش اخلاقی و خوش گفتاری بذلہ سنجی کی مکمل عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔ زاہد خشک مزاج رہنے کے بجائے شیخ خوش مزاج رہنا اُنھیں زیادہ پسند تھا۔ نجی محفلوں میں کبھی ادبی لطیفہ گوئی کی حوصلہ شکنی نہ کرتے بلکہ زیرِلب مسکراتے ہوئے شرکائے محفل کا ساتھ دیتے۔ خود بھی مہذب پیرائے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات کہہ جاتے جس سے سب کے چہروں پر شگفتگی بکھر جاتی۔ قہقہے لگانے اور زور سے ہنسنے کو پسند نہ فرماتے

اور تسلیم فرماتے تھے کہ خوشی ہو کہ رنج ہر صورت میں سنت رسول اللہ علیہ وسلم پر کار بند رہیں ۔ مولانا کے بعض اشعار میں بھی اُن کی بذلہ سنجی کا رنگ چھلکتا نظر آتا ہے ۔ جیسے ایک مرتبہ کسی صاحب کو دیکھا جن کے سر کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ایک عجیب سی ہیئت اختیار کئے ہوئے تھے آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا ۔

خط بہت بڑھ گیا ہے بنوالو = گُلشنِ حسن ہے کہ جنگل ہے

عثمانیہ کی مختلف محفلوں میں بھی آپ کو شرکت کا موقع ملا کرتا تھا بالعموم شرکاء محفل سیاہ لباس میں رہا کرتے تھے مگر حضرت مسنون طریقہ پر ہمیشہ سفید لباس ہی میں اُن دعوتوں میں شرکت فرمایا کرتے اور اس پر کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا ۔ ایسی دعوتوں میں چھری کانٹے کا استعمال ایک روایت کی حیثیت رکھتا تھا ۔ ایک ایسے ہی موقعہ پر مولانا نے اپنی رکابی میں اتفاقاً چھری کانٹے کو اُلٹا رکھ دیا یہ دیکھکر بیرے نے

آپ کی رکابی میں کھانے کی کوئی چیز نہیں رکھ رہا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے طریقوں کو اس ڈھالا ہے کہ وہ جابرانہ حد تک تکلیف دہ بن گئے ہیں۔ آپ کا یہ شعر اس صورتحال کی پوری عکاسی کرتا ہے۔

نعمتِ حق کا یہ کفران نہیں تو کیا ہے
ہاتھ موجود مگر کھانے کو چمٹا کانٹا

—— ٭ ——

بابِ سوم

علامہ فاضل کی نعتیہ شاعری

سلسلۂ تصانیف (۳۱) سلسلۂ اشاعت (۸۰)

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً

دِیوانِ نعتیہ فاضل

موسوم باسم تاریخی

جَواہِرِ فیضِ رَبّانی

۱۳۶۸ھ

نتیجۂ افکارِ سخن ورِ کامل حضرت علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل

ادیب مولوی فاضل حیدرآبادی استاذ جامعہ عثمانیہ

(باہتمام)

نجل الفاضل محمد حمید الدین حسامی عاقل

بار اول (۵۰۰) جلد قیمت مجلد [illegible]

حضرت محمد حسام الدین فاضل کی تمام ہی نعتیں نہایت پُر اثر اور وجد آفریں ہیں۔ ذیل میں راقم السطور نے اپنے ذوق و پسند کے بموجب اُن کی بعض منتخب نعتیں درج کی ہیں۔

ریاست نہ جاگیر و زر چاہیئے
مدینے میں چھوٹا سا گھر چاہیئے

مبارک ہو موسیٰ تمہیں شمعِ طور
مجھے نورِ خیر البشر چاہیئے

جوانی میں تقویٰ کچھ آساں نہیں
دل آہن کا سنگیں جگر چاہیئے

اثر کا تقاضا کہ اخلاص ہو
دعا کہہ رہی ہے اثر چاہیے

نہیں دیر کچھ مغفرت کے لئے
دلِ نادم و چشمِ تر چاہیے

تباہی کو کافی ہے تھوڑی بدی
بھڑکتی ہے آگ اک شرر چاہیے

نہیں کثرتِ نالہ فاضل ضرور
ہو اک آہ لیکن اثر چاہیے

نعتِ شریف

آنکھوں سے پردہ غفلت کا اٹھوا دیا کملی والے نے
ہر دل کو نورِ ایماں سے چمکا دیا کملی والے نے

اللہ کا فرماں بندوں کو پہنچا دیا کملی والے نے
یوں اخترِ قسمت خلقت کا چمکا دیا کملی والے نے

وہ اس کی زباں اللہ اللہ وہ اس کا بیاں اللہ اللہ
تھا حق کا کہا گویا جو کچھ فرما دیا کملی والے نے

فاضل جو ہوا اس در کا گدا اعزاز ملا شاہی سے سوا
ہے دونوں جہاں سے پروا اتنا دیا کملی والے نے

یا خدا جلد دکھا سیدِ ابرار کا رُخ

میں غلام اور نہ دیکھوں مرے سرکار کا رُخ

داورِ حشر نے امت کے گنہ بخش دیے

آگیا بیچ میں جب احمدِ مختار کا رُخ

مشکلیں ہوتی تھیں آسان صحابہؓ کی تمام

دیکھ لیتے تھے جب آکر شہِ ابرار کا رُخ

مجھ کو صحرائے مدینہ میں پڑا رہنے دو

دوستو! تم کو مبارک گل و گلزار کا رُخ

دم نکلتے ہی ذرا دستِ کرم منہ پر پھیر

نہ بگڑ جائے کہیں فاضلِ بدکار کا رُخ

حضرت محمد حسام الدین فاضل ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھے۔ جو انتہائی شریف النفس نیک سیرت، اور منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ وہ جامعہ عثمانیہ شعبۂ دینیات سے جڑے رہے۔ صوم وصلوٰۃ کے سخت پابند تھے انہوں نے اپنے آپ کو تاحیات شریعت کی پابندی کی جانب رجوع کئے رکھا۔ وہ ایک مرشد کامل بھی تھے۔ انھیں حضرت عبدالقادر شبلی (مدینہ منورہ) سے شرف بیعت حاصل تھا جنہوں نے اُن کی دینی و علمی قابلیت، اُن کی صالحیت اور رشد و ارشاد کی صلاحیت سے متاثر ہو کر انھیں خرقۂ خلافت بھی عطا کیا اور اپنے جانشینوں میں شامل فرمایا۔

حضرت علامہ فاضل کی شخصیت مختلف الحیثیات کی حامل تھی۔

وہ ایک ممتاز و مشفق و ذمہ دار استاد، ایک باکمال واعظ، ایک مرشد کامل اور ایک کامیاب و پرگو شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری کا ایک مجموعہ "دیوانِ نعتیہ فاضل" (جواہر فیضِ ربانی) آج سے پچاس سال قبل شائع ہوکر پذیرائی حاصل کرچکا ہے۔ اس کی اشاعت کا اہتمام اُن کے فرزند ارجمند مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل نے فرمایا تھا۔

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل کے دیوان کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ اُنھوں نے نعتیں، حمدیں، منقبتیں، سلام، اور مثنویاں لکھیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُنھوں نے بیشتر اصنافِ سخن کو اپنے اظہار و بیان کا ذریعہ بنایا تھا لیکن زیرِ نظر دیوانِ نعتیہ میں نعتوں کی کثرت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف کو نعت گوئی سے بہت زیادہ رغبت تھی۔ اُن کے مجموعہ کلام کا نام "دیوانِ نعتیہ" خود بھی اس کی دلالت کرتا ہے کہ حضرت علامہ فاضل مذہبی شاعری میں نعت گوئی ہی کی جانب شدت سے

متوجہ رہے ہیں ۔ اور اسی لئے ہم انھیں بنیادی طور پر "شاعرِ نعت" ہی کہیں تو بے جا نہیں ۔

علامہ فاضل کی ولادت بہمنی سلطنت کے دارالخلافہ بیدر میں ہوئی تھی ۔ بیدر کو دبستانِ دکن میں ایک اہم و نمایاں مقام حاصل رہا ہے ۔ یہاں پر محمود گاواں کا قائم کردہ جامعہ آج بھی اپنی علمیت و جامعیت کی داستان سنا رہا ہے ۔ بیدر ہی کی مردم خیز زمین سے قدیم دکن کا باکمال شاعر حسن شوقی ابھرا تھا جس کی مثنوی "فتح نامہ نظام" کا نام آج بھی تاریخِ ادب میں زندہ و تابندہ ہے ۔ حضرت علامہ فاضل کو علم و ادب، مذہبیات، و دینیات اور شعر و سخن میں جو امتیاز و افتخار حاصل ہوا وہ شاید اسی بیدر کی مٹی کی دین ہے ۔

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل کی نعتوں پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ دیکھیں کہ نعت کیا ہے مختلف نعت گو شعراء، ناقدینِ نعت اور دیگر دانشورانِ علم و ادب کے ہاں نعت کی تعریف کیا ہے ۔ اور ساتھ میں نعت کے موضوعات پر بھی ایک نظر ڈالیں ۔

جس طرح ادب میں شاعری کی تعریفیں مختلف انداز میں کی گئی ہیں۔ اُسی طرح نعت کی تعریف بھی ان گنت نعت گو شعراء اور مختلف دانشورانِ ادب نے مختلف انداز میں کی ہے۔

سب سے پہلے اپنے رسولؐ، اپنے محبوبؐ، اپنے معشوقؐ کی تعریف و توصیف خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کی ہے۔ بقول شخصے قرآن بجائے خود مکمل نعت ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اُن کے ادب و احترام کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اُنؐ پر درود و سلام بھیجو۔ ع[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور نہیں بھیجا میں نے تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر ع[2] ایک اور جگہ ارشاد ہے "تحقیق کہ آپؐ اخلاق میں سب سے اعلیٰ مقام پر ہیں۔ ع[3]

ع۱ سورۃ	آیت	ع۲ سورۃ	آیت	ع۳ سورۃ	آیت
احزاب	۵۶	انبیاء	۱۰۷		

قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کبھی طٰہٰ، کبھی یٰسین، کبھی مدثر، اور کبھی مزّمل کے نام سے بھی مخاطب کیا ہے۔

لفظِ نعت عام طور پر سرورِ کائناتؐ فخرِ موجودات، رحمتِ دو عالمؐ شاہِ اممؐ کی مدح و ثنا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر کئی نعت گو شعراء، دانشورانِ ادب، اور علمائے دین نے اس کی تعریف اپنے انداز میں الگ الگ طریقے سے کی ہے۔ چند اہم تعریفیں ذیل میں درج ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں ع۱

"نعت کے معنی وصف کے ہیں۔ آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں تو اُس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ع۱ ڈاکٹر ریاض مجید۔ نقوشِ رسولؐ نمبر ۱۰

پروفیسر سیدہ جعفر لکھتی ہیں "لفظِ نعت عام طور پر وصف کے ہم معنی تصور کیا جاتا ہے لیکن عربی کے اہلِ نعت نے ان دونوں الفاظ کے معنوی اختلاف کی نشاندہی کی ہے۔ عربی نعت نگاروں نے اس لفظ کے مفہوم کے سلسلے میں جو وضاحتیں پیش کی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ وصف، صفت، تعریف، ثنا، حمد اور منقبت ہے۔ یعنی اس کے مختلف معنی ہیں"[1]

ابن سیدہ رقم طراز ہیں "ہر عمدہ اور جید چیز جس کے اظہار میں مبالغہ سے کام لیا جائے نعت ہے۔ جو چیز بہت خوب ہو اس کے تعلق سے کہا جاتا ہے ھذا نعت"[2]

"اپنے ایک مضمون "کچھ نعتِ رسولؐ کے بارے میں" پروفیسر عنوان چشتی "ناعت" کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

1۔ سیدہ جعفر نعت گوئی (مضمون) روزنامہ سیاست حیدرآباد ۲۸ ۱۳
2۔ ڈاکٹر ریاض مجید۔ نقوش رسولؐ صفحہ ۱

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اوصافِ رسولؐ بیان فرماتے ہوئے خود کو واصفِ رسولؐ، مدّاحِ رسولؐ یا قصیدہ گوئے رسولؐ نہیں کہا بلکہ ''ناعتِ رسول'' کہا ہے ۔۱

ابن الاعرابی نے نعت کی تعریف یوں کی ہے ۔

''نعت کا لفظ اُس انسان کے لئے بھی استعمال ہوگا جو نہایت خوبرو اور حسن و جمال سے اتصاف پذیر ہو ۔۲

نعت'' نہایت عمدہ، محترم، اور سبقت لے جانے کو کہتے ہیں ۔۳

۱۔ پروفیسر عنوان چشتی ۔ خوشبو کا سفر ۹/۲۰۰۲ ۱۲
۲۔ ،، ایضاً ۔ ،،
۳۔ ڈاکٹر ریاض مجید ۔ نقوش رسول نمبر ۱

ابنِ اثیر نے تعریفِ نعت میں نعت اور وصف کے فرق کی وضاحت کی ہے۔

"نعت کسی شئے کی اچھائیوں کے بیان کا نام ہے۔ فصیح میں اس کا استعمال نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ کوئی تکلف کرے تو کہا جاسکتا ہے"[1]

پروفیسر سیدہ جعفر ابنِ اثیر کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ ابنِ اثیر پہلی ادبی شخصیت ہے۔ جس نے نعت کو اس کے اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ نعتِ رسول اکرمؐ کی صفت کو کہتے ہیں۔ مثلاً ناعت و نعت کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپؐ سے قبل اور آپؐ کے بعد آپؐ کی مثل کوئی انسان نہیں دیکھا۔ اردو شاعری کے عالمِ وجود میں آنے تک لفظِ نعت کے معنی متعین ہوچکے تھے[2]

1۔ ڈاکٹر ریاض مجید نعتوش رسولؐ

2۔ پروفیسر سیدہ جعفر سیاست حیدرآباد ۔ 13-98

عربی لغات میں نعت کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

"کسی چیز کو بیان کرنا' اوصاف بیان کرنا' خصوصاً تعریف میں نعت' صفت' وصف' جوہر' تعریف' خاصیت' گن (نعت) کسی شئے کی خوبیوں کا بیان' جب کہ اُس کے وصف میں مبالغہ کیا جائے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف بھی نعت کے مفاہیم میں شامل ہے۔ ع[1]

"نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسول اللہ ﷺ دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ فرہنگ آموزگار میں اسکا مطلب ستائش وصف اور صفت بتایا گیا ہے۔" ع[2]

ع[1] مولوی نورالحسن۔ نوراللغات۔ جلد چہارم

ع[2] حبیب اللہ آموزگار۔ فرہنگ آموزگار

ایک لغت میں اس کے معنی صفت و وصف کردن ہیں۔ مگر غیاث اللغات میں "تعریف و وصف کردن از منتخب" بتائے گئے ہیں۔ ع[1]

'اردو لغات میں نعت کی تعریف' عربی و فارسی لغات کی طرح مطلق وصف اور ثنائے رسولؐ دونوں معانی میں کی گئی ہے۔ لیکن صاحب نور اللغات لکھتے ہیں کہ۔

"یہ لفظ (نعت) بہ معنی مطلق وصف ہے۔ لیکن اس کا استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش و ثناء کے لئے مختص ہے ع[2]

اصطلاحی معنوں میں نعت کی تعریف مختلف ادیبوں کے ہاں درج ذیل لفظوں میں ملتی ہے۔

ع[1] غیاث اللغات ص ۵۲

ع[2] ۔ نور الحسن کاکوری ۔ نور اللغات جلد چہارم

پروفیسر عنوان چشتی 'نعت کے مواد و موضوعات' رسول کریمؐ کی سراپا نگاری سیرت نگاری' قرآن و احادیث کی روشنی میں تعلیمات اسلامی کی تبلیغ' تاریخ و تہذیب اسلامی کے اثرات اور عشق رسولؐ تعظیم رسولؐ اور عرفانیات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس طرح نعت وہ صنف سخن ہے جس میں رسول پاکؐ کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا ہر رنگ و آہنگ شامل ہے۔[1]

ڈاکٹر حمیرہ جلیلی لکھتی ہیں " نعت گوئی کے لغوی معنی حضور اکرمؐ' سرور دوجہاں' محبوب خداؐ کی تعریف و توصیف ہے۔ لیکن عموماً نعت گو شعراء آپؐ کی تعلیمات' معجزات' اور سیرت کے ساتھ حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو بھی نعت میں شامل کرتے ہیں۔[2]

۱؎ پروفیسر عنوان چشتی۔ خوشبو کا سفر۔ حیدرآباد

۲؎ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی۔ دیباچہ معراج سخن فصاحت جنگ جلیل

پروفیسر سیدہ جعفر یونس حسنی کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ "اردو میں ایسی تمام نظمیں جن میں رسولِ خدا ﷺ سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا جائے یا اُس کے محاسن بیان کئے جائیں نعت کی تعریف میں آتی ہیں ع[1]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں

"اصولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق خاص اُن کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائیگا لیکن اُردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اُس سے عام طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوم مدح مراد لی جائیگی ع[2]

نعت سے متعلق ممتاز حسن کی نہایت ہی بلیغ و جامع تعریف ملاحظہ فرمائیے۔

ع[1] پروفیسر سیدہ جعفر - روزنامہ سیاست حیدرآباد ۱۳ ستمبر ۹۸

ع[2] ڈاکٹر فرمان فتح پوری - اُردو کی نعتیہ شاعری

لکھتے ہیں ۔ میرے نزدیک وہ شعر نعت ہے ۔ جس کا تاثر ہمیں حضورؐ کی ذاتِ گرامی سے قریب لائے جس میں حضورؐ کی مدح ہو، حضورؐ سے خطاب ہو، صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکرِ نبوتؐ کے صوری محاسن کے بجائے مقصدِ نبوت سے دل بستگی پائی جائے جس میں جنابِ رسالت مآبؐ سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضورؐ کی شخصیت سے ایک علمی تعلق موجود ہو ۔ وہ مدح یا خطاب بالواسطہ یا بلاواسطہ اور وہ شعر نظم ہو یا غزل، قصیدہ ہو یا مثنوی، رباعی ہو یا مثلث، مخمس ہو یا مسدس اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں آتا ۔ ع[1] موصوف آگے لکھتے ہیں ۔

" لغتیہ کلام کی معنوی قدر وقیمت کا دارومدار اس کے نفسِ مضمون پر ہے

ع[1] ممتاز حسن ۔ خیر البشرؐ کے حضور میں

اگر اس کا مقصد ذاتِ رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دوجہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوعِ انسانی اور جملہ موجودات کے لئے ہے۔ اُسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کی مستحق ہے ع[1]

بقول ڈاکٹر سید حمید الدین شرفی

نعت گوئی درحقیقت سرکارِ تاجدارِ مدینہ کا ایک فیضانِ سرمدی ہے۔ گذشتہ چودہ صدیوں سے لاکھوں شعراء اکرام مضامینِ مدحت بیان کرتے ہیں اس کے باوجود آج بھی ہر شاعر کے پاس نئے اور نادر مضامین کی بہتات اور خیالات کا ہجوم بلاشبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے۔ ع[2]

ع۱ ممتاز حسن ۔ خیر البشر کے حضور میں

ع۲ بہ حوالہ صلی علیٰ ۔ خواجہ شوق ص۱۱

مندرجہ بالا تعریفوں کی روشنی میں نعت کے لغوی معنی کسی چیز کی خوبیاں بیان کرنا، اچھائیاں گنوانا، کسی شخص کے حسن وجمال کی تعریف کرنا ہے۔ اور اس میں مبالغہ سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ اور اس شخص یا چیز کے قبیح سے احتراز کیا جاتا ہے۔

عربی و فارسی نعت کے مطابق لفظ نعت کو کسی کے وصف، صفت، خاصیت، گن اور خوبی کے بیان کے ساتھ رسول کریمؐ کی مدح و توصیف کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ مطلق وصف سے منسوب ہے مگر اس کا استعمال مطلق ستائش، ثنائے رسول اللہؐ کے لئے بھی ہوتا ہے۔

جہاں تک لفظ نعت کے اصطلاحی معنوں کا تعلق ہے یہ حضور اکرمؐ، سرورِ دوجہاںؐ، محبوبِ خدا، کی تعریف و توصیف، آپؐ کی تعلیمات، معجزات اور سیرت کے بیان، رسول کریمؐ سے محبت و عقیدت کے اظہار، حضورؐ کی شخصیت سے قلبی تعلق، اور ذاتِ نبوت سے گہری دل بستگی کے بیان سے منسوب ہے

نعت کا اہم مقصد آقائے نامدارؐ کی سراپا نگاری، سیرت نگاری، آپؐ کی تعلیمات، معجزات، آپ کی حقیقی عظمت اور آپ کی بعثت کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ ایک اچھی اور کامیاب نعت کے لئے ضروری ہے کہ نعت گو اپنی نعت میں حضورِ اقدسؐ کی مدح وثنائے مقدس کے لئے آپؐ سے اپنی والہانہ محبت اور گہری عقیدت کو بھی شامل رکھے۔ جو نعتؐ اس انداز میں پیکر نبویؐ کی جملہ خوبیوں اور جملہ اوصاف کی عکاسی کرتی ہے وہی نعت صحیح معنوں میں کامیاب نعت کہلاسکتی ہے۔

نعت کے موضوعات

نعت کی تعریفوں کے بعد آئیے ہم نعت کے موضوعات کا جائیزہ لیں ۔

جس طرح نعت گوئی آسان نظر آتی ہے اُسی طرح نعت کے موضوعات بھی آسان نظر آتے ہیں ۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ نعت گوئی صرف حضورؐ کی مدح سرائی کا نام ہے ۔ لیکن جب ہم عربی، فارسی اور اردو کی نعتوں کا غائر مطالعہ کرتے ہیں تو نعت کے موضوعات ہمیں بے حد عظیم و وسیع معلوم ہوتے ہیں ۔

ابتداء میں نعت کا اہم و مرکزی عنصر رسول اللہؐ کی مدح سرائی رہا ہے لیکن جب کفارِ مکہ آپؐ کی ہجو اور گستاخی پر اُتر آئے تو پرستارانِ اسلام شعراء نے اس کی مدافعت کے لئے نعت کو

ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا۔ نعت دراصل ایک لسانی جہاد بھی ہے۔ ایک دن ایک صحابی نے حضرت کعب بن مالک رضی کی شاعری سے متعلق سوال کیا، جواب میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا''

اے ایمان والو! تلوار سے بھی جہاد کیا جاسکتا ہے اور زبان سے بھی۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کفّار کے مقابلہ میں تمہارا شعر پڑھنا تیراندازی کی طرح ہے ۱

ایک اور موقعہ پر کعب رضی نے پیغمبر اسلام سے مؤدبانہ سوال کیا۔ نعت گوئی کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے''

۱؎ علامہ محمد انواراللہ فاروقی۔ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ انوار احمدی

اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا۔ "مومن اپنی تلوار سے جہاد کرتا
ہے اور اپنی زبان سے بھی۔ یعنی مومن پیغمبرِ اسلام کی مدافعت
کے لئے تلوار سے بھی کام لیتا ہے اور زبان سے بھی ع[1]

نعت کے موضوعات کی اہمیت و وسعت کا اندازہ عربی
نعت کے ابتدائی سرمایہ سے بہ خوبی ہوتا ہے۔ دربارِ رسالت مآبؐ
کے شعراء نے اپنی نعتوں میں حضورؐ کی سیرت کی توصیف و ثناء آپؐ
کے حسن و جمال، شجاعت، سخاوت، دیانت، امانت، آپؐ کی ہدایات
آپؐ کے آباء و اجداد اصحاب و افرادِ خاندان کی مدح و دیگر پیغمبروں پر
آپؐ کی فضیلت ساتھ ساتھ اسلامی عقائد و تحریکات کا تفصیلی جائزہ
پیش کیا ہے۔ بعد کی نعتیہ شاعری بالخصوص فارسی نعتوں میں شاعر

ع[1] محمد انوار اللہ خاں فاروقی۔ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ انوار احمدی۔

کے اپنے احساسات بھی شامل ہونے لگے ۔ مدینے سے دوری کا احساس، روضۂ رسولؐ تک پیغام رسائی، ملّتِ اسلامیہ کو درپیش مصائب میں آپؐ سے فریاد اور داد رسی کی خواہش کے مضامین بھی داخل ہوگئے ۔ دراصل نعت کا دائرہ پھیل کر مدحتِ رسولؐ کے ساتھ ملّتِ اسلامیہ کے اجتماعی مسائل پر بھی محیط ہوگیا۔

حضورؐ کے حوالے سے تہذیبی، سماجی، تمدّنی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، سیاسی، اور تاریخی ان گنت موضوعات و مضامین نعت میں شامل ہو گئے ہیں ۔ آج کی نعت میں موضوعات کی رنگا رنگی عام طور پر دیکھی جاسکتی ہے ۔ نعت میں، نعت نگاروں نے جن مختلف موضوعات کا استعمال کیا ہے ۔ جن میں متنوع مضامین کو برتا ہے ۔ وہ حسبِ ذیل ہیں ۔

نعت کے موضوعات کا ایک بڑا حصّہ آپؐ کی ذات سے

منسوب ہے۔ آپ ﷺ کا باعثِ تخلیقِ کائنات ہونا، دیگر آسمانی صحیفوں میں آپ کی آمد کی بشارت، آپ ﷺ کا عکسِ جمالِ الٰہی و مظہرِ ذاتِ خداوندی ہونا، آپ ﷺ کا صاحبِ خُلقِ عظیم ہونا، آپ ﷺ کا خاتم النبیینؐ ہونا اور رحمت اللعالمینؐ ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

نعت کا دوسرا اہم موضوع آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے متعلق ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی ولادت، پرورش، بچپن کے واقعات سے لے کر بعثت تک، اعلانِ نبوت، کفارِ مکہ کی ایذاء رسانی، ہجرت، مدینہ میں تشریف آوری، سلطنتِ اسلامیہ کا قیام اور وصالِ مبارکہ وغیرہ کی تفاصیل شامل ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کے بیان میں آپ ﷺ کے غزوات، (جنگِ بدر، جنگِ خندق، فتح مکہ) آپ ﷺ کے معجزات معجزۂ رجعتِ شمس، شق القمر، کنکریوں کا کلمہ پڑھانا، حیوانات و نباتات، کا سجدۂ تعظیم، بتوں کی فریاد اور سر کے بل گرنا،

اور واقعۂ معراج کو بھی خصوصیت سے شامل کیا جاتا ہے۔

نعت کے مضامین میں آپؐ کی سیرت کے علاوہ آپؐ کی تعلیمات، بنی نوع انسان پر آپؐ کے احسانات، آپؐ کی صفات کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ تعلیمات میں آپؐ کے ارشادات، خطبات، فرمودات، اسلامی تحریکات، اور تبلیغ اسلام کے لئے آپؐ کی مساعیٔ جمیلہ، احسانات نبویؐ میں دینِ اسلام، قرآن حکیم، آپؐ کے منشور و اسوۂ شریعت، آپؐ کی رحمت و شفاعت، اپنے اُمتیوں سے آپ کی محبت و شفقت، صفاتِ محمدیؐ میں آپؐ کی امانت، صداقت، دیانت، شجاعت، سخاوت، شرافت، اُخوت، محبت، بخشش، عنایت، جود و سخا، فضل و عطا، علم و حلم جیسے اعلیٰ اوصاف و اخلاقِ حمیدہ کا بیان شامل کیا جاتا ہے۔

نعتِ نبویؐ میں ان موضوعات کے علاوہ آپؐ کی

عادات، مستعملات، آپؐ کا ایفائے عہد، انسانی ہمدردی، مہمان نوازی، دشمنوں سے حسنِ سلوک، عفو و درگذر، حسنِ معاملات، عالی ظرفی ایثار و احسان، آپؐ کی گفتگو کے آداب، آپؐ کی مجلس کے آداب، آپؐ کے لباس، خوراک، آپؐ کی مہر نبوت، حلیہ مبارکہ کی جزئیات کا بھی ذکر شامل ہے۔

آپؐ سے والہانہ محبت کے زیر اثر آپؐ کے نعلینِ مبارکہ، پسینہ، لعابِ دہن، نقشِ پا، آپؐ کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہر شئے، ہر جگہ، مدینہ منورہ، اس کی گلیاں، کوچہ و بازار، خاکِ راہ، سنگِ درِ اقدس، روضۂ اقدس، اس کی جالیاں، گنبدِ خضرا اور مسجدِ نبویؐ کا ذکر بھی کثرت سے ملتا ہے۔

تمنائے زیارت، صبا، ہوا کے ذریعہ آپؐ تک فریاد و رسائی، مسجدِ نبویؐ میں حاضری، اور روضۂ اقدس پر سلام، درود پڑھنے

کی خواہش کا اظہار بھی نعت کے موضوعات میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں اپنے گناہوں کا اعتراف، ان پر اشکِ ندامت بہانا، حضورؐ سے شفاعت کی التجا، غموں سے مداوا کے لئے بارگاہِ محمدیؐ میں فریاد، خواب میں دیدار کی آرزو، مدینے میں دفن ہونے کی آرزو جیسے مضامین بھی نعت میں شامل کئے جاتے ہیں۔

نعت حضورؐ کی ذات کے محاسن، صفات و تعلیمات، کے ذکر اور آپؐ سے عشق و محبت کے اظہار تک ہی محدود نہیں بلکہ اپنے اندر تہذیب و معاشرتی، قومی و ملّی اور سیاسی و تاریخی احوال بھی سموئے ہوئے ہوتی ہے۔ مولانا حالی، علامہ اقبال، اور مولانا محمد ظفر علی کی نعتوں میں ان عناصر کی مثالیں ملتی ہیں۔ ع۱

ع۱ اردو شعراء پر تنقیدیں، اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی

آپؐ کی رسالت تمام انسانیت کے لئے ہے۔ آپؐ ساری اقوامِ عالم کے لئے رحمت اور بنی نوعِ انساں کے لئے محسن بن کر آئے۔ آپؐ کے فیضانِ رسالت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جاسکتا۔ انسان کی ہر منزلِ ارتقاء کے پس منظر میں آپؐ کی شخصیت اور روشن تعلیمات کی کارفرمائی ہے۔ نعت گو شعراء آپؐ کی عظمتِ کردار، خلقِ عظیم، اُسوۂ حسنہ، منشور و شریعت کا مطالعہ اپنی ذات و قوم کے دائرے سے لیکر انسانی اور آفاقی تصورات کی افادیت تک کرتے ہیں۔ اس طرح عصرِ حاضر کی نعتوں میں آپؐ کا ذکر پیغمبرِ اسلام کے ساتھ محسنِ انسانیت کے طور پر بھی کیا جاتا ہے۔ ایک انگریز مصنف Michael H. Hart نے اپنی تصنیف THE HUNDREDS (جس میں دنیا کی سو عظیم ترین شخصیتوں کی تفاصیل درج ہیں) میں محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل کو اولیت دی ہے۔[1]

1۔ Michael. H. Hart / The Hundreds

آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع (مدحتِ رسولؐ) سے پھیل کر دنیا بھر کے مسائل کو محیط ہو رہی ہے۔ بقول حفیظ تائب "گذشتہ چند برسوں سے نعتؐ میں معراج و معیار انسانیت کے حوالے سے اپنے احوال کا جائیزہ لینے کا رجحان عام ہو رہا ہے۔ اور زندگی کا ہر مسئلہ نعت کا موضوع بن رہا ہے"[1]

اس لحاظ سے ممتاز حسن کی رائے نہایت ہی بلیغ، وقیع اہم اور قابلِ قبول ہے۔ کہ ہر وہ شئے نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضورؐ کی ذاتِ گرامی سے قریب لائے[2] شاعری میں ہر وہ موضوع یا مضمون جو بالواسطہ یا بلاواسطہ حضورؐ کی ذاتِ اقدس، سیرتِ مبارکہ، اور صفاتِ حسنہ سے متعلق بیان کیا جائے نعتیہ کلام میں شامل ہے۔

۱۔ ورفعنا لک ذکرک ۔ راجا رشید محمود

۲۔ خیر البشرؐ کے حضور میں ۔ ممتاز حسن

علامہ فاضل کی نعتیہ شاعری

سابقہ ابواب میں ہم نے نعت کے معنی و مفہوم کا جائزہ لیتے ہوئے اُس کے مختلف موضوعات سے بھی بحث کی۔

اب آئیے ہم اُنہی معنی و مفہوم اور موضوعات کی روشنی میں مولانا فاضل کی نعتوں کا جائزہ لیں۔

حضرت محمد حسام الدین فاضل کی نعتوں کے مطالعہ سے یہ بات صاف کھلتی ہے کہ وہ ایک سچے عاشقِ رسولؐ تھے۔ اُنھوں نے جتنی بھی نعتیں کہی ہیں وہ عشق میں ڈوب کر کہی ہیں۔ 'ان کی نعتیں' نعت کے معنی و مفہوم پر پوری اُترتی ہیں۔ اُنھوں نے نعت کے بیشتر موضوعات کو اپنی نعتوں میں خوب برتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اُن کی نعتوں میں نعت کے لوازمات کی پابندی اور اُس کا ادب

واحترام بھی جگہ جگہ ملتا ہے۔

عشقِ محمدیؐ :-

نعت گوئی کے لئے ضروری ہے کہ نعت گو اللہ کے رسولؐ، سرکارِ دوعالمؐ، فخرِ موجودات سے والہانہ عشق و محبت رکھے۔ وہ جس قدر آپؐ کے عشق میں سرشار ہوگا اُس کی نعتیں اُسی قدر پُراثر ہوں گی۔ بقولِ حفیظ جالندھری

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے ؎۱

حضرتِ فاضل اللہ کے رسولؐ سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ آپ کے دل میں شہنشاہِ ہردوسراؐ، احمدِ مجتبیٰؐ کی الفت بچپن ہی سے بسی ہوئی تھی۔ حضورؐ سے وابستگی اور اُن سے عشق کا معاملہ

۱؎ شاہنامۂ اسلام ۔ حفیظ جالندھری

بھی بندے پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اُس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایتِ خاص کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے رسولِ خداؐ سے اپنے عشق اور اپنی وابستگی کو حضرتِ فاضلؔ اللہ کا کرم ہی گردانتے ہیں۔ علامۂ موصوف کے سر میں، دل میں سوائے مصطفےٰؐ و تمنّائے مصطفےٰؐ اور کچھ بھی نہیں۔ آپ کے ہاں سرورِ دوجہاں کی چاہت دُنیا و مافیہا سے بڑھ کر تھی۔ مولانا فاضلؔ کے ہاں عشقِ نبیؐ کے داغ پھولوں کا درجہ رکھتے تھے۔ اور وہ اپنے سینہ و دلِ داغدار کو گلستانِ عشقِ محمدیؐ متصوّر کرتے تھے۔ حضرتِ فاضلؔ مرنے کے بعد بھی عشقِ احمدؐ کی شمع سے اپنی قبر، اپنے مرقد کو تاقیامت روشن و منوّر دیکھنے کے آرزومند رہے۔ عشقِ شہِ کونین میں گھُل گھُل کر مرنا ان کے ہاں شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اُنھیں یہ بھی یقین ہے کہ دردِ عشقِ نبیؐ جو اُن کے دل میں ہے وہی دوا بنے گا۔

اگر اُن کی محبت سچی ہو تو اُنھیں وصلِ نبیؐ ضرور حاصل ہوگا۔

جو دردِ عشق ہے دل میں وہی غم کی دوا ہوگا
اگر سچی محبت ہے تو وصلِ مصطفیٰؐ ہوگا

دل میں بچپن سے ہے حضرتؐ کی محبت محفوظ
کعبۂ حق میں ہے طیبہ کی امانت محفوظ

حق تعالیٰ کی مرے حال پہ ہے رحمتِ خاص
کہ ازل سے ہے پیمبرؐ سے مجھے اُلفتِ خاص

میں کیا کہوں کیا ہے مرے سر میں مرے دل میں
سودائے محمدؐ ہے تمنائے محمدؐ

چاہیے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر شاہ کو
ہے کمال ایمان کا فاضل اسی تدبیر میں

داغ ہیں عشقِ نبی کے گلشنِ ایماں کے پھول
باغ ہے سینہ مرا دل باغبانِ مصطفیٰ

بنے شمع لحد پر داغِ عشقِ احمدِ مرسل
قیامت تک رہے مرقد میں اک عالم چراغاں کا

آپ کی الفت میں گھل گھل کر فنا ہو جاؤں میں
یوں ملے مجھ کو شہادت کا مزا یا مصطفیٰ

عشقِ شہِ کونین میں گھل گھل کے مرا ہوں
یا رب ہو مرا حشر گروہِ شہدا میں

فاضل صاحب کی نعتوں میں عشقِ محمدیؐ میں عشق کی سرشاری و وارفتگی، فراقِ نبیؐ میں اُن کا تڑپنا، صبا کے توسط سے آپ کو اپنا حالِ زار سنانا، آپؐ کے جمال کو خواب میں دیکھنا یا آپؐ کے دیکھنے کے لئے موت سے قبل موت کی آرزو، اور پیارے رسولؐ کے دیدار وغیرہ سے متعلق پورے عناصر و عوامل بھی شامل ہیں۔ مختلف عنوانات پر حضرت فاضل کے چند منتخبہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

سرشاری :-

عشق نبیؐ کا جذبہ عاشقانِ رسول میں ایک مستی و سرشاری کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ ذیل کے اشعار میں اسی کیفیت کا ابلاغ ہوا ہے۔

حق کے دیدار سے تو خوش ہو میں تجھ سے خوش ہوں
یوں مئے وصل سے سرشار ہوں اے شاہِ عربؐ

کیوں کر نہ کروں سجدے بہ ہر کوئے محمدؐ
ہر ذرے سے آتی ہے یہاں بوئے محمدؐ

اٹھ کے قبروں سے چلے محشر کو سب
میں چلا سیدھا مدینے کی طرف

نشۂ عشقِ محمدؐ نے کیا ہے مدہوش
میں وہ بے خود ہوں مجھے مری خبر کچھ بھی نہیں

جان و دل بیچ کے لو عشقِ نبیؐ اے فاضل
اس تجارت میں بجز نفع ضرر کچھ بھی نہیں

فراقِ نبیؐ :-

فراق ہر عاشقِ شیدا کے لئے جاں گسل اور جاں سوز ہوتا ہے۔ ہجرِ رسولؐ میں عاشقوں کے اضطراب اور اُن کی تڑپ کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ ذیل کے اشعار میں فاضل نے فراقِ رسولؐ میں عاشقانِ رسول کے حالِ زار کی ترجمانی کی ہے۔

فراقِ شاہ میں ہم اک زمانے سے پریشاں ہیں
کبھی با آہِ سوزاں ہیں کبھی با چشمِ گریاں ہیں

غم درد و الم فریاد و زاری صدمۂ فرقت
میرے دل میں ہے جب سے عشقِ حضرت یہ بھی مہماں ہیں

لیکن فرقتِ نبیؐ میں ملے یہ دردو الم، یہ آہ گریاں ایک دن خود درماں بن جائیں گے اسی لئے حضرت فاضل کی دعا ملاحظہ فرمائیے۔

نہ ہو اچھا نہ ہو اچھا مریضِ مصطفیٰ یارب
کہ اس کے درد وغم، رنج والم اس کے درماں ہیں

اور اب فراقِ نبیؐ میں اشک بہانے کا اجرِ عظیم ملاحظہ فرمائیے۔

بروزِ حشر کام آیا، فراقِ شاہ میں رونا
ملا اشکوں کا پانی مجھ کو شکلِ آبِ کوثر میں

صبا کے توسط سے پیام رسائی :-

نعتیہ شاعری میں حضورؐ کو صبا کے توسط سے اپنا پیام پہنچانے کا جذبہ ایک اہم عنصر ہے۔ حضرت فاضل کے ہاں بھی اس مضمون کے کئی اچھے اشعار ملتے ہیں۔ دل کی بیقراری کا اظہار عیادت کو حضورؐ کی آمد کی امید اور دکن کے عشاقِ نبیؐ کی

حالتِ زار ان اشعار میں ملاحظہ فرمائیے۔

دربارِ شاہ میں گذر جب صبا ترا
احوال عرض کردے دلِ بیقرار کا

اُمید ہے کہ آئیں عیادت کے واسطے
سن لیں حضورؐ حال جو اس خاکسار کا

صبا طیبہ میں جانا ہو تو یوں حضرت سے کہدینا
دکن میں آپؐ کے عُشّاق فرقت میں پریشاں ہیں

خواہشِ مرگ :-

حضورؐ کی محبت میں عشاقِ نبیؐ کا حال دگرگوں ہوجاتا ہے۔ وہ جنت کے مقابلے میں نبیؐ کے زیادہ شیدائی ہوتے ہیں۔

مرنے پر حضورؐ کے دیدار کی خاطر وہ زندہ درگو ہوجانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ انھیں قبر میں آنکھیں کھلتے ہی نبیؐ کے چہرہ پُر نور دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ اشعار دیکھئے۔

جب سے سنا ہے قبر میں ہے وصل آپؐ کا
جنّت سے بڑھ کے شوق ہے مجھ کو مزار کا

سن چکا قبر میں ہوتا ہے وصالِ احمدؐ
زندہ درگور کرے گا مجھے ارمانِ رسولؐ

تصور میں اُسی صورت کے جاؤں قبر تک یارب
کُھلیں آنکھیں تو چہرہ سامنے ہو شاہِ شاہاں کا

شوقِ دیدار :۔

اللہ کے نبیؐ کے دیدار کا شوق کس دل کو نہیں، کس آنکھ کو یہ حسرت نہیں کہ وہ حضورؐ کا رخ زیبا دیکھے۔ اللہ کے رسولؐ کا دیدار اللہ کا دیدار ہے۔ آپؐ میں خالقِ کائنات، کا نور ہے۔ اللہ کے رسولؐ کے دیدارِ مبارک سے ساری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ عُشّاق حیران و پریشان رہتے ہیں کہ جب سرورِ دوجہاںؐ کا گنبد ہی بقعۂ نور ہے تو آپؐ کا چہرۂ انور کتنا منور و روشن ہوگا۔

یہ اشعار دیکھئے۔

وہ آنکھ، آنکھ نہیں جس میں شوقِ دید نہیں
نہیں وہ دل نہیں جس دل میں آرزوئے رسولؐ

مشکلیں ہوتی ہیں آسان صحابہ کی تمام
دیکھتے لیتے تھے جب آکر شہِ ابرار کا رُخ

صرف گنبد کو دیکھا تو ہے اک بقعۂ نور

کتنا پُر نور نہ ہوگا مرے سرکار کا رُخ

نبی کریم کا آستانہ مبارک :-

نبی کریمؐ کا آستانہ مبارک تمام آستانوں کا آستانہ ہے۔ اُس کی قربت اُس کے پاس دفن ہونے کا ارمان ہر عاشقِ رسولؐ کو ہوتا ہے۔ ہر اُمتیٔ رسولؐ کی خواہش ہوتی ہے کہ اگر اس کے سر کو سنگِ آستانِ مصطفیٰؐ کا سہارا نصیب ہو جائے تو دونوں جہاں کی دولت سے افضل ہے اگر ایسا ہو تو سات آسماں اُس کے زیر پا ہو جائیں گے۔ حضرتؐ کا روضہ بھی روضۂ جنت ہی ہے۔ اس لئے حضرتِ فاضل چاہتے ہیں کہ اُنھیں قبر کی جگہ اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے قریب مل جائے تو اُنہیں روضۂ جنت کا دیدار بھی ہو جائیگا۔

یہ اشعار دیکھئے

شامیانہ رحمتِ رب کا ہے بالا تر
ہو اگر مدفن قرینِ آستانِ مصطفیٰ

ہاتھ میں ہو دوجہاں ہوں زیرِ پا ہفت آسماں
سر کے نیچے ہو جو سنگِ آستانِ مصطفیٰ

قبر ہو فاضلِ ناچیز کی روضہ کے قریب
دم نکلتے ہی ملے روضۂ جنت حضورؐ

طیبہ میں دفن ہو کہ ٹھکانے لگے یہ خاک
سرکار ہند میں مری مٹی خراب ہے

رسالت ابتداء نبوت انتہا :-

رسول کریمؐ کی ذاتِ اقدس رسالت کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی ہے ۔ روایات کے مطابق آپ کا وجود تخلیقِ کائنات سے پہلے بھی تھا ۔ اللہ تبارکؔ وتعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اے نبیؐ یہ زمین و آسماں یہ کائنات میں نے صرف اور صرف تمہارے لئے پیدا کی ہے ۔

اللہ کے رسولؐ آدم سے پہلے بھی موجود تھے ۔ جب آدمؑ پیدا کیے گئے اور انہیں جنّت کی سیر کرائی گئی تو اُنھوں نے اللہ جل جلالہٗ کے نام کے ساتھ نام "محمّدؐ" جگہ جگہ دیکھا تھا ۔ اور وہ آپؐ کی عظمت کے قائل ہوگئے تھے ۔ آپؐ کا احترام دلِ آدم میں جگمگا اُٹھا تھا ۔ اسی لئے اُنھوں نے اپنی اولاد سے وصیّت بھی کی تھی کہ وہ خدا کے ساتھ خدا کے رسولؐ کا بھی احترام کریں ۔ دنیا میں یوں تو اللہ تعالیٰ

کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول آئے اور ان پر بھی کتابیں نازل کی گئیں۔ لیکن اسلام کا پیام اور استحکام اللہ کے رسولؐ ہی پر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اور آپؐ تمام انبیاء میں آخری نبیؐ قرار پائے۔ آپؐ پر نازل کی گئی کتاب "قرآنِ حکیم" بھی اللہ تبارکؐ و تعالیٰ کی آخری کتاب قرار پائی۔

ان حقائق کا اظہار علامہ حسام الدین فاضل کی نعتوں میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

جو پہلے پہل آنکھ آدمؑ نے کھولی
تو دیکھا سرِ عرش نامِ محمدؐ

آپ ہی پہلے نبیؐ آپ ہی ختمِ رسل
اوّل و آخر بجا نام آپ کا یا مصطفیٰؐ

سرکارِ دو جہاںؐ کا فقر و فاقہ :-

اللہ کے رسول محمد مصطفیؐ دو جہاں کے سردار تھے ۔ زمین و آسماں آپ کے مطیع تھے ۔ آپؐ کے قبضے میں دونوں جہانوں کی بادشاہت تھی ۔ مگر صبر و تحمل، فقر و فاقہ میں آپؐ کا کوئی ثانی نہیں تھا ۔ آپؐ نے سادگی، عجز و انکساری کا جو نمونہ پیش فرمایا وہ آپؐ ہی کا حصّہ تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے دیدار کے لئے عرشِ معلیٰ پر بلایا ۔ آپؐ فرش پر محمدؐ تھے اور عرش پر محمود ۔ مگر اتنی عظمتوں اور فضائل کے باوجود آپ کی غذا نانِ جو میں تھی ۔ آپؐ کا بستر خاکِ زمین تھی ۔ اور آپؐ کا تکیہ آپ کے ہاتھ، فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دنوں بلکہ مہینوں تک گھر میں چولہا نہیں سلگتا تھا مفلسی کا یہ عالم بھی ملاحظہ فرمائیے کہ شبِ رحلت آپؐ کے گھر تیل بھی نہیں تھا کہ چراغ جلایا جاتا ۔ آپؐ کے گھر بوقتِ رحلت

صرف فقر کی روشنی تھی اور اسی کے سبب سارا گھر منور و روشن تھا

علامہ فاضل نے اپنے نعتیہ دیوان میں حضورؐ کے فقر و فاقہ اور آپؐ

کی سادگی اور اللہ کے تئیں عجز و انکساری کی جانب ان گنت اشعار

میں اشارہ کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

غذا، نانِ جویں، گھر مختصر سا، فاقہ پر فاقہ

یہ تیری زندگی ہے، دو جہاں کی بادشاہت میں

ہے فرش ادھر خاک کا اور ہاتھ کا تکیہ

ہے عرش ادھر تکیۂ پہلوئے محمدؐ

شب رحلت بھی جلانے کو نہ تھا گھر میں تیل

روشنی فقر کی تھی، شمع شبستانِ رسولؐ

سرورِ دو جہاںؐ بھوک کو مارنے کے لئے اپنے پیٹ پر پتھر بھی باندھا کرتے تھے۔

لاکھ نعمت سے بھی حرص آہ ہماری نہ بھرے
بھوک کی وجہ سے ہو ترے شکم پر پتھر

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ایک دن کسی صحابئ رسولؐ نے بی بی عائشہؓ سے پوچھا کہ اخلاق و کردار کے بارے میں کچھ بتائیں تو عائشہؓ نے بلا توقف فرمایا "آپؐ کا اخلاق سراسر قرآن تھا" حضرت فاضل کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے گا۔

جو کچھ کہا منہ سے وہ عمل کر کے دکھایا
قرآن کی تفسیر تھی بس خوئے محمدؐ

شانِ رسولؐ :-

تمام انبیاء میں آپؐ کی شان نرالی ہے۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے الگ افتخار و امتیاز سے نوازا ہے۔ آپ فخر الانبیاء ہیں۔ آپ کو تمام جن و ملک پر فضیلت حاصل ہے۔ آپ ایک خورشید کامل ہیں۔ اور دیگر انبیاء آپ کے سامنے صرف تاروں کی مانند۔ مہرِ نبوت آپؐ کا ایک اور امتیاز بھی ہے۔ سب رسولوں میں سرکارِ دوجہاں کی شانِ رسالت واقعی الگ تھی۔ حضرتِ فاضل کے یہ اشعار دیکھئے۔

افتخارِ انبیاء فخرِ اُمم فخرِ ملک

سر سے پا تک ہے خدائی شان شانِ مصطفیٰؐ

انبیاء آئے ہزاروں نہ ہوئی اُن کو عطا

رہی اک تیرے لئے مُہرِ نبوت محفوظ

عام تبلیغ تری ختمِ رسل نام تیرا
سب رسولوں سے تری شانِ رسالت ہے الگ

عظمت و بزرگی:-

اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت و بزرگی کو حضرت سعدی نے بہت ہی خوب اور مختصر انداز میں یوں پیش فرمایا ہے۔

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

جو بالکل بجا اور درست بھی ہے۔

حضرت جامی نے "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہکر بات ہی ختم کردی کہ درحقیقت اللہ کے بعد ساری تعریفیں

ساری توصیفیں، ساری عظمتیں اللہ کے رسول ہی کی ہیں۔ آپؐ کی چوکھٹ پر شہنشاہوں کے سر جھکتے رہے ہیں۔ آپ کی حکومت اور دیگر انبیاء کی حکومت میں بھی بہت بڑا فرق ملتا ہے۔ وحی رساں فرشتے حضرتِ جبرئیلؑ بھی آپؐ کی دل وجان سے قدر و تعظیم کرتے تھے۔ گو آپؐ اللہ تعالیٰ کا ہر پیام ہر راز حضورؐ تک پہنچاتے ضرور تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ خدا اور خدا کے رسولؐ کے درمیان کیا راز تھا۔ اسے جاننے اور بیان کرنے سے قاصر تھے۔ علامہ فاضل کے یہ اشعار دیکھئے گا۔

سر شہنشاہوں کے جھکتے ہیں تری چوکھٹ پر
خواجہ وقت ہے ہر بندۂ ادنیٰ تیرا
یہ حاکم دین و دنیا کے وہ حاکم جن و انساں کے
بہت ہے فرق سردارِ دو عالمؐ میں سلیماںؑ میں

مؤدب ہو کے جبرئیل آپ کو قرآں سکھاتے تھے
زہے شاگرد ادب شاگرد کا استاد کرتے ہیں

اوروں کا تو کیا ذکر نہیں جانتے جبرئیل
جو راز ہے محبوبِ خدا اور خدا میں

در نبیؐ پہ جو دم بھر بھی کوئی آ کے چلے
وہ اپنے واسطے جنّت میں گھر بنا کے چلے

اللہ اللہ آپ کے کلمے کی کیا تاثیر ہے
داخلِ جنّت ہوا جس نے پڑھا یا مصطفیٰؐ

خدا کی پہچان :۔

ہمیں خدا اور اس کی پہچان اپنے رسولؐ اپنے نبیؐ اپنے پیغامبرؐ ہی سے ملی ۔ ورنہ آپؐ سے قبل ساری مخلوق بت پرستی میں مبتلا تھی، آتش پرست تھی، بدی کی پجاری تھی، خدا کی عظمت، خدا کی پہچان اور خدا کی وحدانیت کی تعلیم ہمیں اپنے رسولؐ ہی سے ملی ۔

چند اشعار یہ ہیں ۔

آئی خدا کے پاس ہدایت سے آپ کی
مخلوق تھی بتوں کے قریں آپ سے پہلے

پائی تہذیب و رہِ راست خدا کو جانا
شہؐ کے صدقے میں ملی خلق کو یہ خدمتِ خاص

معجزاتِ نبیٔ کریم ؐ

حضرت علامہ حسام الدین فاضل نے اپنی نعتوں میں آقائے نامدارؐ کے معجزات بھی بڑی خوبی سے نظم کئے ہیں۔ شق القمر اور سورج کے پلٹ آنے سے متعلق یہ اشعار دیکھئے۔

قمر دو ٹکڑے ہو کر بن گیا شاہد رسالت کا
ہوا جس دم اشارہ تیری انگشتِ شہادت کا

چاند دو ہوا ڈوب کے سورج لوٹا
کون عالم میں نہیں تابع فرمانِ رسولؐ

واقعۂ معراج

دیوانِ نعتیہ فاضل میں واقعۂ معراج سے متعلق بے شمار اشعار ملتے ہیں چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

وہ معراج کی شب تھی شانِ محمدؐ

مقامِ خدا تھا مکانِ محمدؐ

اعزاز دیکھو عرش پہ حق نے بلالیا

آرام کر رہے تھے شہِ دیں مکاں میں

کیا مزے کی لطف کی دعوت شبِ معراج تھی

مصطفیٰ مہمانِ حق، حق میزبانِ مصطفیٰؐ

نبیوں کا کہیں مجمع، کہیں حور و ملائک کا

شبِ اسریٰ عجب میلا لگا تھا آسماں بھر میں

یہی نہیں "شبِ معراج" کے موضوع پر دیوانِ نعتیہ فاضل میں ایک مکمل نعتیہ نظم "آج کی رات" کی ردیف میں صفحہ ۴۱ تا ۴۸ پورے آٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ چند اشعار پیش ہیں۔

نورِ حق شاہدِ لولاک لما آج کی رات
عرشِ اعلیٰ پہ گیا حق سے ملا آج کی رات

فیض سے اہلِ زمیں ہو چکے جب مالامال
مستفیض اہلِ فلک کو بھی کیا آج کی رات

شوخیاں کرنے لگا وقتِ سواری کے براق
بولے جبرئیل کہ شوخی نہ دکھا آج کی رات

معجزہ دیکھئے یہ عرش تک آنا جانا
کام برسوں کا تھا لمحوں میں ہوا آج کی رات

اپنے دیدار کے مشتاقوں کا بھی کر کے خیال
آ ذرا جلوۂ پر نور دکھا آج کی رات

عاشقوں میں ترے اک فاضلِ ناچیز بھی ہے
اس پہ لطف و کرم حد سے سوا آج کی رات

تو نے جس شان سے یہ رتبۂ اعلیٰ پایا
اپنے فاضل کی بھی کچھ قدر بڑھا آج کی رات

آنحضرتؐ کی شفاعت :-

حضور اکرمؐ کے اعزازات میں رحمت اللعالمینؐ کے علاوہ حضورؐ کے لئے شافعِ محشر کا خطاب بھی اہمیتِ خاص کا حاصل ہے۔ آپؐ بلاشبہ سارے گنہ گاروں کی بخشش کروانے والے ہیں

بشر، جن و ملائک کیا سارے انبیاء بھی میدانِ حشر میں آپؐ کی پیشی میں رہیں گے۔ یہ سچ ہیکہ ہر بُرے اور بدکار آدمی سے ساری دنیا نفرت کرتی ہے مگر شافعِ محشر، دین و دنیا کے سردار ہر ایک عاصی سے پیار کریں گے اور اپنے خالقِ کون و مکاں سے اُنہیں بخشوانے کی سفارش کریں گے۔ یہ اشعار دیکھئے۔

گنہ گاروں میں از بسکہ ہیں بے اندازہ میرے جرم
شفیعِ حشر، بے حد مستحق ہوں میں شفاعت کا

عجیب لطف ہے کل انبیاء ہیں پیشی میں
نگاہِ داورِ محشر ہے صرف سوئے رسولؐ

ہر بُرے سے متنفّر ہی رہا کرتے ہیں سب
شافعِ حشر کو بدکار ہی پہ پیار آیا

شافعِ محشر کی عنایات کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ آپؐ تدفین کے فوری بعد قبرِ مرحوم میں بھی اپنی برکات و فیوض کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے۔ کتنی خوبی سے نظم کیا گیا ہے۔ حضرتِ فاضل کہتے ہیں۔

جب کہا قبر میں اے شافعِ محشرؐ مدد دے
آئی آواز کہ ہاں میرے گنہگار آیا

خلفائے راشدین کی جاں نثاری:-

نبی کریمؐ کی ذاتِ مبارکہ سر بسر اخلاص سراپا محبت تھی۔ آپ کا برتاؤ آپ کا سلوک ہر کس و ناکس کے ساتھ یکساں تھا۔ آپ نے بلالؓ جیسے حبشی غلام کو آزادی بخشی اور اتنا اونچا مقام عطا کیا کہ اس کی مثال کسی بادشاہ یا کسی غلاموں کے آقا کے ہاں نہیں ملتی۔ آپؐ کے خلوص و محبت کے سبھی گرویدہ تھے۔

بالخصوص خلفائے راشدین تو آپ پر اپنی جان اپنا مال اپنے ماں باپ تک نثار کرتے تھے۔ اس جانثاری کا اجر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ پاک کے صدقے میں خوب نفع بخش عطا کیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرمؐ کا اتنا ساتھ دیا کہ آپ ہجرت میں بھی آپ کے ہم سفر تھے۔ لہذا اللہ کے رسولؐ کی محبت و معیت کا خوش انجام دیکھئے کہ انہیں بعد از وفات بھی آپؐ کے پہلو میں جائے دوام ملی۔ حضرت عمرؓ جیسا سخت اور غصہ والا آدمی کوئی نہیں تھا حضرت محمدؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے لیکن جیسے ہی آپؐ کے سامنے جاتے ہیں ساری سختی موم بن جاتی ہے۔ اور غصہ برف کی طرح پگھل جاتا ہے۔ اور آپؓ دوسرے ہی لمحہ میں اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

یہ اشعار دیکھئے ۔

اللہ ری معیت تری اے حضرتِ صدیقؓ
چھوٹا نہ پسِ مرگ بھی بازوئے محمدؐ

کیا بات ہے کیوں آگئے دل دے کہ عمرؓ آپ
سر لینے کو جاتے تھے ابھی سوئے محمدؐ

اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کوئی اس کے نبیؐ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے ۔ تمام خلفائے راشدین اور مومنین اس کی حد درجہ پابندی کرتے تھے ۔ حضرتِ صدیق اکبرؓ کا ادب واحترام ملاحظہ فرمائیے ۔ خلیفۂ اوّل نے اپنے دورِ خلافت میں حضورؐ کے منبر پر تک بیٹھنے سے تک احتراز کیا ۔ یہ شعر دیکھئے ۔

یہ شعر دیکھئے۔

خلافت میں مقامِ شاہ پر بیٹھے نہ منبر پر
تادب ختم ہے صلّی علیٰ صدیق اکبر پر

کلامِ رسولؐ کلامِ حق :-

اللہ کے رسولؐ کی ہر بات اللہ کی بات ہے۔ اُن کی احادیث قرآن اور اس کی تعلیمات پر مبنی ہیں۔ اُن کے اخلاق بھی سراسر قرآن تھے۔ اُن کا ہر عمل ہر کام منشائے حق کے عین مطابق تھا۔ آپؐ کا کلام اللہ کا کلام تھا۔ یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

ہے کلامِ حق حقیقت میں بیانِ مصطفیٰؐ
ہے زبان اللہ کی گویا زبانِ مصطفیٰؐ

کلامِ مصطفیٰ ﷺ گویا کلامِ حق ہے لذت میں
حدیثِ پاک کا ہے لطف قرآں کی تلاوت میں

اے شاہ تیری بات نہ کیوں ہو کلامِ حق
اللہ کی زبان ہے تیری' زبان میں

یہ کہتا ہے قرآن اپنی زبان سے
پسندِ خدا ہے' زبانِ' محمد ﷺ

اور یہ شعر دیکھئے۔

پڑھا کلام الٰہی جو ہم نے اے فاضل
خدا کی شان' ملا لطفِ گفتگوئے رسول ﷺ

حسن و جمال :-

اللہ کے رسولؐ کا حسن و جمال بھی بے مثال تھا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے بنایا تھا وہ اپنے محبوب کے رُخ کو والشمس اور گیسو کو واللیل کہتا ہے۔ حضورؐ کے وجود پُر نور کو والفجر سے تشبیہ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سراجً منیرا بھی کہتا ہے۔

رسول اللہ کے حسن و جمال سے متعلق حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

"اگر زنانِ مصر میرے یوسف کا حسن و جمال دیکھتیں تو بجائے اپنے ہاتھوں کے اپنے دلوں کو کاٹ دیتیں"۔

مصر کی عورتیں دل کاٹتیں ہاتھوں کے عوض
میرے یوسف وہ اگر دیکھتیں چہرہ تیرا
وہ روئے نکو وہ قدِ دلجوئے محمدؐ
وہ بکھرے ہوئے دوش پہ گیسوئے محمدؐ

حضور کی بے سائیگی:-

نبیؐ کریم کا کوئی سایہ نہیں تھا۔ آپ حق تعالیٰ کے نور کا نور تھے۔ بے سایہ تھے۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ کا کوئی سایہ نہیں ہے تو اس کے سائے کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرتِ فاضل کہتے ہیں آپؐ کے سایے کے نہ ہونے میں رضائے حق تعالیٰ یہ تھی کہ محبوبِ پاک کا مقدس سایہ زمین پر گر کر ناپاک نہ ہو جائے۔ یہ شعر دیکھئے۔

سائے کا سایہ نہیں ہوتا یہ سب جانتے ہیں
سایۂ حق ہے تو، کس طرح ہو سایہ تیرا

کہیں یہ پاک شئے ناپاک مٹی پر نہ گر جائے
خدا نے اس لئے سایہ نہ رکھا آپؐ کے قد کا

حضورؐ کا جسم معطر :-

رسولِ کریمؐ کا جسمِ مبارک سراپا خوشبو تھا۔ سربسر مہک تھا۔ وہ جہاں سے گذرتے وہاں چار سُو خوشبو مہک اُٹھتی۔ لوگ رسولؐ کی گذرگاہ کی تلاش آپؐ کے جسمِ اطہر کی خوشبو سے کرتے تھے۔
آپ کے پسینے میں بھی خوشبو ہی خوشبو ہوتی۔ جس کے سامنے عطر بھی پانی پانی ہوجاتا۔ آپؐ کے پسینہ کو دلہنیں اپنے جسم پر مل کر کہتیں کہ حضورؐ کے پسینہ کی خوشبو نہ ہی گلوں میں ہے اور نہ ہی مشک و عنبر میں۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

وہ دکھاتی صحابہ کو خوشبو
ہوتی جب شہؐ کے رہگذر کی تلاش
آپ جس رہ سے گذرتے تھے مہک آتی تھی
تھا شہِ دیں کے پسینے میں بھی وہ نکہتِ خاص

عطر پانی پانی غیرت سے ہوا
مہکی جب خوشبو پسینے کی طرف

پسینہ مل کے تیرا دلہنیں ممتاز ہوتی تھیں
کہاں اسکی مہک گُل میں سمن میں مشک و عنبر میں

کفِ پائے محمدؐ :-

نعت میں رسول کریمؐ کی تعریف و توصیف کے ساتھ آپؐ سے وابستہ تمام اشخاص اشیاء و مقامات کا ذکرِ خیر بھی شامل رہتا ہے۔ مثلاً آپؐ کے صحابہ کرام آپؐ کے شہر مدینہ منورہ اور گنبدِ خضرا سے بھی ہر نعت گو کو رغبتِ خاص رہی ہے۔

"نقشِ کفِ پائے حضورؐ" سے متعلق چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

سرمۂ چشمِ ملائک تیرے نعلین کی خاک
زینتِ فرشِ بریں نقشِ کفِ پا تیرا

کیا طور کے سرمے کی ضرورت ہے پئے نور
جب آنکھوں میں ہے خاکِ کفِ پائے محمدؐ

ہمارے ہاتھ آجاتا ہے نقش امن و حفاظت کا
ترے نقشِ کفِ پا کو جہاں ہم یاد کرتے ہیں

پلکوں سے میں چلتا ادبا راہِ مدینہ
اے کاش کہ آنکھیں مری ہوتیں کفِ پا میں

شہرِ نبی مدینہ منورہ :-

مدینۃ النبیؐ ہر عاشق رسولؐ کی تمناؤں کا مرکز اور اُمیدوں کا گہوارہ ہے۔ مدینہ جانے اور وہاں سے واپس نہ آنے کی تمنا ہر عاشقِ رسول کو ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ کے موضوعات پر حضرت فاضل کے اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

کیوں کر نہ مدینے کی طرف دل ہو ہمارا
اس شہر میں ہے جلوہ گر اللہ کا پیارا

جنت میں کہاں ہے صفتِ باغِ مدینہ
ہر پھول سے آتی ہے یہاں بوئے محمدؐ

ہمیں ہر سانس سے بو آتی ہے جنت کے پھولوں کی
مدینے کے چمن کو دل میں جب ہم یاد کرتے ہیں

آنکھوں سے چلوں ہند سے طیبہ کو الٰہی
پلکوں سے خاشاکِ مدینہ کا سہارا

اس زمین ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں۔

تصور میں مدینہ ہے جو عالم کا خلاصہ ہے
ہم اپنے گھر میں سیرِ گلشنِ ایجاد کرتے ہیں۔

گنبدِ خضرا:۔

گنبدِ خضرا کا دیدار عاشقانِ رسولؐ کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے۔ گنبدِ خضرا سے متعلق علامہ فاضل کے چند اشعار دیکھئے۔

زمانے کے حوادث کا تری اُمت کو کیا کھٹکا
حفاظت کے لیے کافی ہے نقشہ تیرے گنبد کا

ہیں حفاظت کے لئے ہفت فلک سات غلاف
گنبد بیش بہا گنبد خضرا تیرا

وہاں بھی ہو مرے دل کی تسلی کا بہت ساماں
ملے جنت میں یارب لطف مجھ کو سبز گنبد کا

حیواں بھی ادب کرتے ہیں اللہ ری عظمت
اڑتے نہیں گنبد پہ کبوتر بھی ہوا میں

طیبہ :-

طیبہ مدینہ منورہ ہی کا ایک نام ہے۔ طیبہ کے عنوان پر بھی حضرت فاضل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

اُس کے ہر ریشے میں ہے خوشبوئے حضرت کی مہک

خارِ طیبہ کے مقابل ہیں گل و گلزار ہیچ

طیبہ کا راستہ جو چلے جا رہے ہیں ہم

اعزاز ہر قدم پہ نیا پا رہے ہیں ہم

اور یہ شعر ملاحظہ فرمائیے جس میں طیبہ کی اقامت کی برکت و فیضان کی جانب اشارہ ہے۔ کہتے ہیں۔

طیبہ کی اقامت بھی ہے کیا آیۂ رحمت

اخلاص عبادت میں ہے تاثیر دعا میں

ہجر ہنسا:۔

خدا کے رسولؐ کی حیاتِ طیبہ میں واقعۂ ہجرت کو بھی اہمیتِ خاص حاصل ہے۔ آپؐ نے اللہ تبارکؐ و تعالیٰ کے حکم سے

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی ۔ ہجرتِ نبوی میں حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اللہ کے رسولؐ کا جی جان سے ساتھ دیا ۔ حکمِ رسول اللہ کی تعمیل میں رات حضرت علیؓ آقاؐ کے بستر پر لیٹے رہے اور حضرتِ صدیقؓ آپ کے ہم سفر بنے رہے ۔ سفر کے دوران اللہ کے پیارے رسول محمدؐ اور خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق ایک ہی اونٹ پر سوار تھے ۔ حضرتِ فاضل نے اس واقعہ کو کس قدر خوبصورت انداز میں نظم کیا ہے ۔ یہ شعر ملاحظہ فرمائیے ۔

ہجرت کا اللہ رے سفر صدیق و شہ اک اونٹ پر
گویا کہ تھے شمس و قمر ایک اس طرف ایک اس طرف

ہجرتِ نبویؐ کا سب سے اہم نتیجہ یہی ہے کہ اس کے بعد ہی اسلام طاقت ور مستحکم ہوگیا ۔ سبھی قبائلی و طبقاتی کشاکش دور ہوگئیں اور انصار و دیگر مسلمان ایک دوسرے کو اپنے بھائی

سمجھنے لگے۔ ہجرتِ نبوی کے وابستگان کو اپنا اپنا جائز رتبہ ملا۔ حضرت فاضل کہتے ہیں۔

کوئی انصار و فدوی کوئی یارِ غار کہلایا
ملے کس کس کو کیا رتبے تمہاری ایک ہجرت سے
الطاف و اکرام کی بھیک :-

حضورؐ کی ذاتِ مبارکہ ساری دنیا کے لئے سر بسر کرم مجسم مہر اور سراسر لطف ہے۔ آپؐ کے لطف و کرم کے کون محتاج نہیں ہے۔ آپؐ شہنشاہِ عرب و عجم ہیں۔ اور ہر کس و ناکس آپ کی بارگاہِ رسالت کا گدا' آپؐ کے دربارِ نبوت کا فقیر بادشاہ کا رتبہ رکھتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے شاہ بھی آپ کے کرم کی بھیک مانگتے ہیں کہ سوئے عدم جانے کے لئے زادِ سفر کچھ ہو۔

علامہ فاضل کے یہ اشعار دیکھئے۔

اپنے الطاف و عنایات سے کر مالا مال

میں بہت مفلس و نادار ہوں اے شاہِ عربؐ

دیجئے لطف سے جو کچھ مجھے دے سکتے ہیں آپ

دیر سے حاضرِ دربار ہوں اے شاہِ عربؐ

مدد اے لطفِ نبیؐ کوچ کا وقت آپہونچا

ہے سفر سوئے عدم' زادِ سفر کچھ بھی نہیں

رسولِ کریمؐ کا برتاؤ :-

رسولِ کریمؐ محسنِ انسانیت تھے ۔ آپؐ نے کافروں کی گستاخیوں اور بدتمیزیوں پر ان کے لئے بددعا نہیں کی ۔

آپ رحمۃ اللعالمین تھے۔ چنانچہ آپؐ اپنے صحابہؓ سے بے حد محبت و انس رکھتے تھے۔ عشرۂ مبشرہ، اصحابِ بدر، مہاجرین اور انصار کو آپ بے حد عزیز رکھتے تھے۔ آپؐ اپنے دشمنوں کے حق میں بھی دعا فرمائی۔ آپؐ اپنی آل میں اپنے نواسوں کو بڑے جی جان سے چاہتے تھے۔ اہلِ بیت میں آپؐ کو صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرہؓ کے ساتھ بے حد محبت تھی لیکن امت کو نمونہ پیش کرنے کے لئے آپؐ نے اپنی صاحبزادی کو ایک غلام تک فراہم کرنے سے انکار فرمایا۔ اور انھیں اپنے کام خود ہی انجام دینے کی تلقین فرمائی۔

یہ اشعار دیکھئے۔

تیری رحمت کے تصدق کہ دعا دی تو نے

کافروں نے بھی جو مارا ترے منہ پر پتھر

مرحبا پہنچی کہاں تک یہ مبارک روشنی
شہ نے فرمایا عمرؓ ہے اہلِ جنت کا چراغ

سبطین سے وہ عشق ہے گو میں رہوں کہیں
نزدِ حسینؓ جان ہے دل ہے حسنؓ کے پاس

پکانا پینا سرگرم طاعت رات دن رہنا
ترحم سب پہ آقاؐ اور سختی اپنی دُختر پر

شفیع المذنبیں :-

ہمارے پیارے رسولؐ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو شفیع المذنبیں اور شافعِ محشر کا رتبہ اعلیٰ بھی عطا کیا ہے

اس سلسلے میں دو اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

نہیں کوئی شفیع المذنبیں سا جنّ و انساں میں
عنایت میں کرم میں فضل میں رحمت میں احساں میں

گنہگاروں کے زمرے میں شفیع المذنبیں کے ساتھ
نہایت دھوم سے آئیں گے ہم محشر کے میداں میں

جس طرف دیکھوں شفاعت کا ہے سکّہ جاری
عرصۂ حشر حقیقت میں ہے میدانِ رسولؐ

ایّامِ جاہلیت

اسلام سے قبل کا دور جہالت کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں عرب سماج ہمہ اقسام کی برائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

حضرت علامہ حسام الدین فاضل نے اپنی نعتوں میں ایامِ جاہلیت کا بھی
نقشہ کھینچا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

نظر اپنی نہ رکھتا تھا زمانہ جاہلیت کا
نہ تھا نام و نشاں خود آدمی میں آدمیت کا

جہاں میں اس قدر تھا زور کفر و شرک بدعت کا
زباں پر نامِ حق لانا' بلانا تھا اذیت کا

نعت میں حمد و منقبت کے اشعار:۔

جس طرح غزل میں بعض شعراء حمد و نعت کے اشعار بھی
شامل کرتے ہیں' اسی طرح علامہ فاضل کی نعتوں میں حمد و نعت کے اشعار ملتے ہیں

حمد مجھے مقصود ہے تیری رضا ہوں بندۂ مسلم
نہ مجھ کو خوف دوزخ کا نہ مجھ کو شوق جنت کا

ترا بندہ ہوں تو آزاد رکھ آزاد اُٹھا

مرے مالک غمِ عصیاں میں گرفتار نہ چھوڑ

وقارِ اُمتِ مرحومہ کم نہ ہو یا رب

کہ آبرو ہے غلاموں کی آبروئے رسول

منقبت کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

بوبکرؓ ہو کمالِ صداقت مجھے عطا

صدیق و یارِ غارِ نبیؐ الھدیٰ ہیں آپؓ

ایک ذرّہ رعبِ دینی سے تھا ان سب کا بدل

تھے عمرؓ کے پاس تیر و نیزہ و تلوار ہیچ

یہ شعر حضرتِ بلالؓ کے تعلق سے کیا خوب ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

بیان کیا ہو اذانِ بلالؓ کی تاثیر
کہ نام آتے ہی اٹھتا تھا ہاتھ سوئے رسولؐ

حضرت فاضل نے اپنی نعتوں میں اسلام کی تعلیمات کی جانب بھی اشارہ کیا ہے ۔ مساوات انسانی اسلامی تعلیمات کا مابہ الامتیاز وصف ہے ۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اسلام میں مساوات سے متعلق یہ شعر ملاحظہ فرمائیے ۔

خدا کے پاس اکرم ہے وہی جو سب سے اتقیٰ ہے
ہو پیشہ ور کہ نو مسلم ہو بندہ زاد یا آزاد

قوم کی گمرہی و زبوں حالی :-

حضرت علامہ فاضل ایک عالم باعمل تھے اور ایک شاعر ضمیر بیدار بھی ۔ انھوں نے اپنی آنکھیں بند نہیں رکھیں ۔ بلکہ اپنے

اِرد گرد کی دنیا اور اطراف و اکناف پھیلی ہوئی دینی اور معاشرتی برائیوں کا بھی مشاہدہ کیا ہے۔ اُن کی نظموں اور نعتوں میں بھی بے عمل عالم، نمائشی عابد، مذہب بیزار مسلمانوں، خود اپنے بھائیوں سے نفرت کرنے والے افراد، ذاتی قابلیت کے بغیر فقط شجروں و نسب ناموں پر ناز کرنے والے فُضلا، اولاد کی نا اہلی، نام نہاد مسلمان اور گمراہ قوم پر جگہ جگہ چوٹیں ملتی ہیں طنز ملتا ہے۔

یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے

مثلِ جاہل ہے اگر ہو نہ عمل عالم میں
لاکھ تحریر ہو ہے چھاپے کا پتھر پتھر

سجدہ ریزی سے پڑ جاتا ہے پیشانی پہ داغ
ہے وہ عابد کے لئے مرقد میں ظلمت کا چراغ

نہ عشقِ صاحبِ قرآں، نہ ہے اب شوقِ قرآں کا
خدا جانے ہو کیا انجام، مذہب کا مسلماں کا

کیا مصیبت ہے کہ غیروں سے ہے اُنس و اخلاص
اور مسلم کو ہے مسلم سے کدورت حضرت

سنو فاضل خرد مندوں کا یہ کہنا ہے رکھو یاد
جو دے اولاد لائق دے، خدا ورنہ، نہ دے اولاد

نہ ذاتی قابلیت ہے نہ علم و فضل و تقویٰ ہے
فقط شجرے، نسب نامے ہیں اُن کے علم کی اسناد

خود کو کہتے ہیں مسلماں کہاں ہے اسلام

آہ، بگڑی ہوئی ہے صورت و سیرتِ حضرت

ہے بندۂ شکم کی' عبادت وبالِ جاں

سجدے میں سر ہے اور طبیعت ہے ناں میں

ہر طرف گرم ہے بازارِ خیانت افسوس

گئے وہ لوگ جو رکھتے تھے امانت محفوظ

اور اب " اے قوم خدا حافظ " کی ردیف میں یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے ۔ جن میں آپسی عداوت، جہالت، اسراف، قرض، جیسی برائیوں کو تعریض کا نشانہ بنایا ہے ۔

اپنوں سے عداوت ہے اے قوم خدا حافظ

غیروں سے محبت ہے، اے قوم خدا حافظ

تو علم میں یکتا تھا، دولت کا خزینہ تھا

اب علم نہ دولت ہے اے قوم خدا حافظ

اسراف کیا کرنا، قرضوں پہ جیا کرنا

یہ تیری ہی عادت ہے اے قوم خدا حافظ

دنیا کے لئے تونے مذہب کو کیا بیچے

اب خفّت و ذلّت ہے اے قوم خدا حافظ

قرآں میں جس اُمت کی تعریف خدا نے کی

کیا تو وہی اُمت ہے اُے قوم خدا حافظ

حضرت محمد حسام الدین فاضل کا کیا بصیرت افروز مشاہدہ ہے۔ مسلم معاشرہ کی حالت آج بھی جیسی کی ویسی ہے۔

نعتوں میں قرآنی آیتوں اور حدیثوں کا استعمال:۔

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل نے اپنی نعتوں میں قرآنی آیتوں کا استعمال بھی بڑی خوبی و خوبصورتی سے کیا ہے۔ یہ اشعار قاری کیلئے اُن آیات کے مفہوم و معنی سمجھنے میں ممدو معاون ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اشعار اُس کی زبان زد ہوجاتے ہیں اور اسکا تکیہ کلام بھی بن سکتے ہیں۔ اس طرح حضرت نے ان اشعار کے ذریعہ قرآن فہمی کے درس و تدریس کا کارگراں مایہ بھی انجام دیا ہے۔ علم بدیع میں اس کو ایک مستقل صنعت کا درجہ حاصل ہے۔

یہ صنعت مقتبس / اقتباس یا تلمیح کہلاتی ہے ۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے ۔

قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ کی آیت صاف کہتی ہے
جو ہوگا مُتّبع احمدؐ کا ' محبوبِ خدا ہوگا

الَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کی ہے یہ مختصر تفسیر
خزینہ سینۂ پرنور ہے اسرارِ سرمد کا

قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُم صحیح
یہ مثل کہہ رہا ہے کچھ اس کے سوا ہیں آپ

نظر آگئی کُلَّ یَومٍ کی تفسیر
جو دیکھی ہے ہر رنگ شانِ محمدؐ

ثانیِ اثنین کی آیت ہے صاحبِ معنیٰ
بوبکرؓ کے لیے سہ گونہ فضیلت ہے الگ

عیاں ہے سورۂ تبت یدا سے اے فاضل
عزیز بھی ہو تو فی النار ہے عدوئے رسولؐ

ورفعنا لک ذکرک ہے تری شانِ کرام
دشمن ابتر ہے ابد تک تری عزت محفوظ

بہت مایوس تھے مجرم غم عصیاں ستاتا تھا
بہت خوش آیتِ لاتقنطوا دیکھی جو قرآں میں

حضرت علامہ فاضل نے اپنی نعتوں میں احادیث بھی استعمال کی ہیں۔ دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔

کہتی ہے کنزِ مخفی و اَحْبَبْتُ کی حدیث
خود شاہدِ ازل کو بھی تھا ابتدا سے عشق

کہہ رہی ہے یہ حدیثِ مَنْ رَانِیْ صاف صاف
نورِحق ہے چہرۂ سرکار کی تنویر میں

فیضانِ نعت:۔

نعت ایک مقدس و بابرکت صنفِ سخن ہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ خود اپنے رسول کی حمد و ثنا کرتا ہے تو آپ کی تعریف و توصیف انسان سے کہاں ممکن ہے۔

علامہ فاضل کے یہ اشعار دیکھئے۔

خود ہے مدّاحِ خداوندِ تعالیٰ تیرا
کیا بیاں مجھ سے ہو پھر رتبۂ اعلیٰ تیرا

بیاں کر سکے کون شانِ محمدؐ
خدا خود ہے جب مدح خوانِ محمدؐ

نعت گوئی بھی ایک عطائے باری تعالیٰ ہے۔ یہ فیض یہ کرم یہ عطا سب کے حصّے میں نہیں آتی ہے۔ دورِ حاضر ایک ممتاز و منفرد جدیدیت پسند شاعر کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ نعت گوئی کے لیے ایک ہفتہ سے زیادہ عرصہ تک بے چین پریشان و مضمحل رہے۔ دن کا چین خراب، راتوں کی نیند غائب، ایک شعر تو کجا ایک مصرعہ بھی نظم نہ کر سکے۔ کئی روز کی مسلسل فکر اور کوشش کے بعد انھوں نے بارگاہِ الٰہی

میں سجدہ ریز ہو کر بڑی منت وسماجت وانکساری سے دعا مانگی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ دُعا قبول کر لی اور پھر نعت گوئی کی جانب رجوع ہوئے اور آج جدیدیت کے علاوہ نعت گوئی کے بھی ایک نمائندہ شاعر ہیں۔

اُردو دنیا کے ہر شہر ہر مرکز میں اُردو شعراء کی بڑی تعداد بستی ہے۔ اُردو شاعری میں غزل گو شاعر بے شمار ہیں لیکن نعت گوئی کی نعمت' نعت گوئی کی دولت صرف چند ہی کے حصے میں آئی ہے۔ نمائندہ نعت گو شاعر شاغل ادیب کہتے ہیں۔

سخن کے یوں تو کئی ہیں دھنی مگر شاغل
یہ سچ ہے چند ہی کو نعت کا خزانہ ملا

ع۱ ذکرِ اعظم مغربی بنگال اُردو اکیڈمی ایوارڈ یافتہ ۱۹۸۹ء

نعت گو اور نعت کو اللہ کے رسولؐ خود بھی بے حد پسند فرماتے تھے

نعت کی تعریف و توصیف و مقاصد سے متعلق حضورؐ کے ارشاداتِ عالیہ

ہم نے اس باب کے اولین حصّہ میں پیش کر چکے ہیں ۔ اللہ کے رسولؐ

نعت گو کی تعظیم و تکریم خود بھی فرماتے تھے ۔ آپؐ دربار رسالت کے

نعت گو شاعر حضرت حسّان بن ثابتؓ سے ان کی نعت خود اپنے منبر پر

بٹھا کر سنتے تھے ۔ اور اُن کو اپنی چادرِ مبارک بھی عطا فرمائی ۔

ایک بار عرب کے کہنہ مشق شاعر حضرت نابغہؓ نے حضورؐ کی شان میں

جب چند اشعار پیش کئے تو آپؐ نے خوش ہو کر دعا دی :-

" اللہ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے ۔ یعنی تمہارے دانت نہ گریں اور تمہارے

منہ کی رونق نہ بگڑے "۔ حضورؐ کی دُعا اور فیضان کا اثر خوش انجام

دیکھئے کہ حضرت نابغہؓ کی عمر سو برس کی تھی مگر اُن کے دانت صحیح و سلامت

اور جیسے کہ ویسے ہی تھے ۔ راویانِ احادیث نے اپنا مشاہدہ

یہاں تک بیان کیا ہے کہ جب اُن کا کوئی دانت گر جاتا تو بڑھاپے میں بھی اُس جگہ نیا دانت نکل آتا تھا ؎[1]

علامہ فاضل کو نعت گوئی سے گہرا شغف ہی نہیں بلکہ توغّل تھا۔ نعت گوئی اُن کے لئے محض ایک تخلیقی شغل نہیں تھا۔ وہ اس فن کو اُخروی فوز و فلاح کا وسیلہ جانتے تھے۔ نعت گوئی اُن کے لئے کارِ تقدس اور عبادت ہے۔ نعت کے فیضان اور اس کی برکات کا تذکرہ مولانا فاضل نے اپنی نعتوں میں جگہ جگہ کیا ہے۔ نعت وسیلۂ نجات ہے۔ نعت کا ہر شعر باغِ جنّت کا ایک پھول ہے۔ غمِ عشقِ رسولؐ میں زبان سے نکلنے والے اشعار موتیوں کے مول ہوتے ہیں۔ نعتیہ اشعار کا خاص مرتبہ یہ ہے کہ رضوانِ بہشت اُنھیں سنتے ہیں اور بابِ جنّت وا کر دیتے ہیں۔

؎[1] انوارِ احمدی۔ علامہ انوار اللہ خاں فاروقی جامعہ نظامیہ حیدرآباد

نعت میں کی جانے والی فریاد کو اللہ کے رسولؐ سنتے بھی ہیں اور داد بھی دیتے ہیں اور مداوائے درد وغم بھی فرماتے ہیں۔ نعتؐ کے ہر نئے مضمون پر جنّت میں ایک نیا مکان تعمیر کیا جاتا ہے۔ کہ اس میں اللہ کے رسولؐ کا مدح خواں آرام پا سکے۔ راحت و تسکین سے فیضیاب ہو سکے۔ نعت سنّتِ نبویؐ ہے۔ جہاں کہیں نعت لکھی جائے اس جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فرشتوں کو نازل فرماتا ہے۔ علامہ فاضل کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

فاضل بیانِ نعت ہے سرمائیہ نجات
کیا نفع حسن و عشق کے ناقص بیان میں

دکھاتا ہے تماشا نعتیہ اشعار کا ہر لطف
نکلتے ہی زباں سے پھول بن جاتا ہے جنّت کا

اک غزل اور اس بحر میں لکھنا فاضلؔ

کہ ہو جنّت کا قبالہ یہ دوغزلہ تیرا

بہا کر اشکِ غم یادِ نبیؐ میں نعت لکھی ہے

تلے گا موتیوں میں شعر ایک اک میرے دیواں کا

شگفتہ نعتیہ اشعار میں پڑھتا چلا جاؤں

خوشی سے بابِ جنّت کھول دے دل خوش ہو رضواں کا

یہ بزمِ نعت کیا ہے ایک ذریعہ ہے رسائی کا

شہِ دیں داد دیتے ہیں اور ہم فریاد کرتے ہیں

نیا گھر اُن کی خاطر خلد میں تیّار ہوتا ہے
نیا مضموں جو کوئی نعت میں ایجاد کرتے ہیں

نعتیہ بزم کو گمراہ کہیں بدعتِ خاص
میں احادیث سے ثابت کروں ہے سنتِ خاص

بہر حال حضرت محمد حسام الدین فاضل کی نعتیہ شاعری اللہ کے رسولؐ سے اُن کی دلی وابستگی اور گہری عقیدت کا اچھا اور سچا نمونہ ہے۔ اُنھوں نے اس میں نعتیہ شاعری کے بکثرت موضوعات کو بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔ حضرتِ فاضل کی نعتوں میں نعتؐ کے لوازمات کی پابندی بھی جابجا ملتی ہے۔ اُنھوں نے اپنی ہر نعت میں حفظِ مراتب کا خاص خیال رکھا ہے۔

حضرت علامہ کی نعتوں میں اُردو شاعری کی دیگر اصناف کا

استعمال بھی ملتا ہے۔ عام طور پر نعت گو شعراء اپنی نعتوں کے لئے غزل کی ہیئت استعمال کرتے ہیں۔ حضرت فاضل کی بھی بیشتر نعتیں غزل کے ہی فارم میں ہیں۔ مگر اُن کے نعتیہ دیوان میں دیگر شعری اصناف مثلاً مستزاد، مخمس، مسدس اور ٹھمری وغیرہ میں بھی نعتیہ کلام درج ہے۔

دیوانِ نعتیہ فاضل میں حمد بھی کثرت سے شامل ہیں۔ یہ دیوان حروفِ تہجی کے مطابق ردیف وار ترتیب دیا گیا ہے۔ لیکن ہر حرفِ تہجی کے تحت کلام کی ابتداء حمد سے کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرتِ فاضل نے اولیائے کرام کی شان میں ان گنت مناقب بھی کہی ہیں۔ اور شہدائے کربلا کے حضور سلام بھی گذرانے ہیں۔ تاہم مذہبی شاعری میں حضرتِ فاضل کا نعتیہ دیوان ایک اہمیت خاص کا حامل ہے۔

حضرتِ فاضل کے نعتیہ قطعات :-

حضرت فاضل نے قطعہ کی ہیئت میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔

قطعہ اردو شاعری کی ایک مقبول صنف ہے۔ عام طور پر شعراء قطعات میں رندانہ یا عاشقانہ مضامین بیان کرتے ہیں۔ حضرت فاضل نے اُسے نعتیہ جذبات و خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ حضرت محمد حسام الدین فاضل کے دیوانِ نعتیہ میں قطعہ نگاری کا کمال بھی ایک اہم خصوصیت کا حامل ہے۔ گو حضرتِ فاضل نے قطعات الگ سے نہیں کہے ہیں۔ البتہ نعتوں میں قطعہ بند اشعار کے طور پر کثرت سے اُس کا استعمال کیا ہے۔ اگر انھیں الگ کر کے کتابی صورت دی جائے تو "نعتیہ قطعاتِ فاضل" کا ایک گراں قدر مجموعہ تیار ہوسکتا ہے۔

چند قطعات حسبِ ذیل ہیں۔

نورِ نبوت اور ولایت کی روشنی = جلوے دکھا رہی ہے حسین اور حسن کے پاس

یہ دونوں نورِ عین شبیہہ رسول تھے = یوں آیا مرتبہ یہ شہ ذوالمنن کے پاس

عرش پر جب شبِ معراج ہوئی خلوتِ خاص = اپنے محبوب سے کی حق نے ملاقات شروع

اس قدر عز و شرف پر یہ ادب صلِ علیٰ = سب سے پہلے کی شہ دیں تحیات شروع

ایک شب بیٹھے ہوئے کچھ سی رہی تھیں عائشہؓ = ہوگیا گل حجرۂ شاہِ رسالتؐ کا چراغ

ہنس پڑے بھیلی ضیا پائی بی نے سوئی دیکھ لی = اس طرح روشن ہوا دندانِ حضرتؐ کا چراغ

پوچھو ملائکہ سے میری قدر و منزلت = روزِ ازل سے گوہرِ یکتا رہا ہوں میں

میرے لئے وجود میں آئی یہ کائنات = مقصود خاص طور پر ہر جا رہا ہوں میں

تشبیہات :-

علامہ فاضل نے اپنی نعتوں میں تشبیہات کا استعمال بھی بڑی کامیابی سے کیا ہے۔

ہر اک بال میں ایک تارا ہے روشن
نہیں مانگ ہے کہکشانِ محمدؐ

نظر بھر جس نے دیکھا شوقِ دل سے تیری صورت کو
ہوا موسیٰؑ بصارت میں بنا عیسیٰؑ بصیرت میں

گئے سدرہ و عرشِ اعظم سے اوپر
بنا لامکاں بھی مکانِ محمدؐ

گرے حسینؓ تو خطبے میں شہ ہوئے بے چین
اُتر کے آ گئے منبر سے اور اُٹھا کے چلے
کبھی یہ ناز اُٹھایا کہ اس نواسے کو
بٹھایا ہنستے ہوئے دوش پر بٹھا کے چلے

حضرتِ فاضل کے سرمایۂ شعری میں نعتیہ دیوانِ فاضل کے علاوہ چند شعری کتابچے بھی شامل ہیں۔ جن میں علامہ موصوف نے معاشرے کی گمراہی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کو شرعی اور صحیح راستہ پر چلنے کی تلقین کی ہے۔

تلمیحاتِ قرآنی:-

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل کی نعتوں میں تلمیحاتِ قرآنی کی بھی کمی نہیں ہے۔ آپ نے بیشتر نعتوں میں کئی انبیاء اور ان کے واقعات نظم کئے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

پسر آدمؑ کا تھا لیکن نہ آئی کام یہ نسبت
کیا تھا بیل نے جب قتل بھائی کا ہوا برباد

قید میں جاتے نہ یوسف نہ ہوتے یوں بدنام
خواب میں دیکھتے چہرہ جو زلیخا تیرا

پاتے نہ کیوں کلیم طلب پر جوابِ صاف
دیدِ خدا کو تھا نظرِ مصطفیٰ سے عشق

خلیلؑ اس راہ میں اس دل جلے کا نام ہوتا ہے
دہکتی آگ میں گر کر مزہ لے جو گلستاں کا

باب چہارم

مولانا حسام الدین فاضل

کی

غزل

مولانا حسام الدین فاضل کا شعری و نثری رجحان بنیادی طور پر مذہبیات، تبلیغِ دین اور اسلام کے استحکام کی جانب تھا۔ اسی لئے اُن کے شعری و نثری سرمایہ میں زیادہ تر مذہبی اصنافِ شعر، اصلاحی منظومات اور خلفائے راشدین کی حیات پر نثری کتابچے ملتے ہیں۔ مولانا فاضل کی شعری تخلیقات میں اُن کے نعتیہ دیوان کا توہم جائزہ لے چکے ہیں۔ جو شائع ہو کر کتابی صورت میں منظرِ عام پر آچکا ہے۔ حضرت فاضل نے اپنے شعری سرمایہ میں غزلوں کا بھی ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ اُن کی بیشتر غزلیں مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہوئیں۔ اس باب میں حضرت فاضل کی غزلوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ حضرت فاضل کی غزلوں کے تجزیاتی مطالعہ سے پہلے بہتر

مولانا حسام الدین فاضل کا شعری و نثری رجحان بنیادی طور پر مذہبیات، تبلیغِ دین اور اسلام کے استحکام کی جانب تھا۔ اسی لئے اُن کے شعری و نثری سرمایہ میں زیادہ تر مذہبی اصنافِ شعر، اصلاحی منظومات اور خلفائے راشدین کی حیات پر نثری کتابچے ملتے ہیں۔ مولانا فاضل کی شعری تخلیقات میں اُن کے نعتیہ دیوان کا تو ہم جائزہ لے چکے ہیں۔ جو شائع ہو کر کتابی صورت میں منظرِ عام پر آچکا ہے۔ حضرتِ فاضل نے اپنے شعری سرمایہ میں غزلوں کا بھی ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ اُن کی بیشتر غزلیں مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہوئیں۔ اس باب میں حضرتِ فاضل کی غزلوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ حضرتِ فاضل کی غزلوں کے تجزیاتی مطالعہ سے پہلے بہتر

ہے کہ ہم اُردو غزل سے متعلق بعض بنیادی حقائق پر نظر ڈالیں۔

غزل اُردو شاعری کی قدیم ترین و مقبول ترین صنف ہے۔ اس کی ابتدا اُردو شاعری کے ساتھ ہی ہوئی۔ تب سے آج تک غزل کا سفر جاری ہے۔ غزل آج بھی رواں دواں ہے۔ اور اس کا جادو آج بھی سر چڑھ کر بولتا ہے۔

اپنی تصنیف "غزل اور غزل کی تعلیم" میں اختر انصاری اُردو غزل کے تاریخی اور ادبی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"غزل ایشیائی شاعری کی مقبول ترین صنف ہے۔ اور اُدھر کئی سالوں سے ہماری شاعری کی روحِ رواں بنی ہوئی ہے۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہو کہ ابھی کچھ دنوں تک اُردو شاعری اور غزل دو مترادف چیزیں تھیں۔ موجودہ دور میں اُردو شاعری نے "تنگنائے غزل" کی حدود سے تجاوز کرکے بیان کے لئے توبہ تو وسعتیں اور اظہار کے لئے

تازہ بہ تازہ پہنائیاں ایجاد کی ہیں۔ لیکن تمام توسیعی سرگرمیوں کے باوجود غزل کی ہر دلعزیزی میں ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا“ ؎۱

”اس میں شک نہیں کہ اب غزل پہلے کی طرح اردو شاعری کی مملکت پر بلا شرکتِ غیرے متصرف و قابض نہیں ہے۔ اور اس کے اقتدار کی سالمیت یقیناً مجروح ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی محبوبیت و دلفریبی بدستور قائم ہے۔ بہ حیثیت ایک صنفِ شعر کہ اس میں کچھ ایسی قدرتی لچک پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی بنیادی سرشت اور اساس ہئیت و ترکیب کو قائم رکھتے ہوئے ہر آنے والے دور کے نئے تقاضوں میں نہایت آسانی کے ساتھ ڈھل جاتی ہے۔ اور ہر مخصوص عہد کی روحِ عصر سے ہم آہنگ ہو کر اس کی ترجمانی کے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتی ہے ؎۱

؎۱ اختر انصاری۔ غزل اور غزل کی تعلیم

اردو زبان آج دنیا کی تمام زبانوں میں تیسرے درجے پر ہے۔ اور اُس کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا اہم سبب غزل بھی ہے۔ کلاسیکی غزل کی طرح آج کی غزل صرف مضامینِ حسن و عشق تک ہی محدود نہیں ہے۔ آج کی غزل کا دامن نہایت وسیع ہے۔ اس میں ہر قسم کے مضامین اور ہر طرح کے موضوع کو بہ آسانی سمویا جا سکتا ہے۔

فارغ بخاری لکھتے ہیں۔

"اردو غزل میں ہر دور کے ساتھ چلنے کی صلاحیت ہے۔ غالب نے اسے رفعتِ تخیل سے آشنا کراتے ہوئے اس میں نفسیات و جذبات کی رنگ آمیزی سے اس کے دامن کو وسیع کر دیا۔ حالی نے اُسے مبالغہ آرائی سے الگ کر کے حقیقت نگاری کی منزل تک پہنچایا۔ اقبال نے اسے منطق و فلسفہ سکھایا۔ اردو غزل کا دامن اتنا وسیع ہے کہ اس میں سماجی، سیاسی، انقلابی، ثقافتی

سائنسی، اقتصادی، گویا ہر موضوع کو بہ آسانی سمویا جا سکتا ہے“[1]

آگے وہ لکھتے ہیں۔

”اردو غزل کا سرمایہ اتنا ضخیم ہے کہ آئندہ صدیوں میں اُسے نہ بھی چھوا جائے تو اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔[2]

اردو غزل اپنی ہمہ گیر مقبولیت کے باوجود چند ناقدینِ ادب کی تنقید کا نشانہ بھی بنی رہی ہے۔ غزل میں تنگنا نے غزل کی شکایت سب سے پہلے مرزا غالب نے کی تھی۔ مگر غزل ہی نے غالب کو عمرِ دوام بخشی۔ آج کی اردو غزل کو تنگ دامانی کا شکوہ قطعی نہیں ہے۔ جدید غزل کی اس وسیع دامن پر، اگر غالب زندہ ہوتے تو واقعی ناز کرتے۔

غزل کے مخالفین میں دوسرے نمبر پر مولانا الطاف حسین حالی کا نام ملتا ہے۔

---

[1] فارغ بخاری۔ غزل کا ارتقاء [2] فارغ بخاری۔ غزل کا ارتقاء

مگر حالی نے پوری غزل پر نہیں بلکہ غزل کے فرسودہ موضوعات پر اعتراض کیا تھا۔ غزل کے تیسرے مخالف مشرقی تہذیب بیزار نقاد کلیم الدین احمد ہیں۔ جنہوں نے غزل کو نیم وحشی آرٹ کا نام دیا تھا۔ اربابِ ترقی پسند ادب بھی غزل کے شدید مخالف رہے ہیں۔ لیکن بعد ازاں ان سبھوں نے بھی اس کا دامن تھام لیا۔ ان اعتراضات کے باوجود غزل آج بھی زندہ جاوید ہے۔ حلقۂ اربابِ ذوق کے خالص نظم گو شاعر ن، م، راشد نے غزل کا ہمہ گیری اور جامعیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

کہتے ہیں

"اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غزل ایسا صیغۂ اظہار ہے جس پر ہم مشرقی بہت نازاں ہو سکتے ہیں۔ اس میں ایسی جامعیت کے ساتھ خیالات پیش کئے جانے کی اہلیت ہے جو منہ بہ کے کسی

اور صیغۂ اظہار میں نہیں ہے ۔ مزید براں اس کی اہمیت ۔ اس کی عظمت اس بات سے بھی واضح ہے کہ ہماری عظیم ترین شاعری اس (غزل) کے سوا کسی اور صنفِ سخن میں پیدا نہیں ہو سکتی ۔ اس میں پابندگی اور عالمگیری کے فوق الصادات عناصر موجود ہیں ع[1]

غزل جتنی بد نام ہے اتنی ہی مقبول و معروف بھی ہے ۔ نامور نقاد و محقق رشید احمد صدیقی کہتے ہیں ۔

"غزل جتنی بد نام ہے اتنی ہی مجھے عزیز ہے ۔ غزل کو میں اردو شاعری کی آبرو سمجھتا ہوں ۔ ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں ڈھل گئی ۔

ع[2]

ع[1] مغنی تبسم / شہریار ۔ ن ۔ م ۔ راشد (شخصیت و فن)
ع[2] رشید احمد صدیقی جدید غزل

غزل ہر دور ہر عہد میں اس دور اس عہد کی تحریکات و رجحانات سے متاثر ضرور رہی ہے لیکن اس نے کبھی اپنی ہئیت اپنی ٹکنک کو تبدیلی ہونے کا موقعہ نہیں دیا۔ اردو شاعری میں غزل ہی ایسی صنف ہے جو ابتدا سے آج تک اپنے فارم اپنی ہئیت میں ثابت و سالم ہے۔ غزل میں دو مصرعوں کے اندر خیال کو مکمل طور پر پیش کرنے کا رواج آج بھی ہے۔ ردیف و قوافی کی وہی پابندی آج بھی برقرار ہے جو پہلے تھی۔ البتہ اس میں موضوعات و مضامین کے اعتبار سے بہت تبدیلیاں آتی ضرور ہیں۔ ان بنیادی مقدمات کے بعد اب ہم مولانا محمد حسام الدین فاضل کی غزلوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

موصوف کی غزلوں کے مطالعہ سے یہ بات کھلتی ہے کہ آپ کی غزل کلاسیکی غزل ہے اور روایتی غزل کی تمام تر خوبیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

مولانا فاضل کی غزل داخلیت کا عنصر لئے ہوئے ہے۔

چونکہ داخلیت، دلبستانِ دہلی کی شاعری کی اہم خصوصیت رہی ہے۔ اس لئے مولانا فاضل کی غزل کو دلبستانِ دہلی کی غزل کی ترجمان کہا جاسکتا ہے۔

ساحل احمد غزل میں داخلیت پسندی سے متعلق کہتے ہیں۔

"غزل کی ایک اہم خصوصیت اس کی داخلیت پسندی ہے۔ داخلیت ایک ایسی معنوی صفت ہے جس میں انسانی قدروں کی اشاعت کے ساتھ زبان کی نرمی، بیان کی شگفتگی، تشبیہات و استعارات اور الفاظ محاورات کا برمحل استعمال، اختصار فصاحت بامعنی علامتیں اور سادگی جیسی لفظی و معنوی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔"ء ا

ءٗ ساحل احمد ۔ غزل پس منظر، پیش منظر

مولانا محمد حسام الدین فاضل کی غزل میں زبان کی نرمی، بیان کی شگفتگی اور عام فہم انداز بیان کی ترجمانی کرنے والے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

سامنا ہونے لگا فاضل جفا و جور کا
جب سے میرا دل فدا اُس شوخ پر ہونے لگا

وہ سمندر تھا مجھے قطرہ کیا
آفتاب دہر تھا، ذرّہ کیا

قبر میں کہتا ہے وہ پردہ نشیں
مر کے ہم کو تو نے بے پردہ کیا

خود نمائی کا ہوا جب شاہد عین کو شوق
میں نے دل کا آئینہ اُس کے مقابل کر دیا

آپ سے کونسی تکلیف نہ پہنچی مجھ کو
آپ سے کون سا صدمہ مرے دل پر نہ ہوا

میں باغ میں ہوں دل ہے کسی گلبدن کے پاس
کانٹا سا چبھ رہا ہے گل و یاسمن کے پاس

آئی بہار جوش میں ہے رحمتِ خدا
لاؤ شراب فاضلِ توبہ شکن کے پاس

جتنے ستم تھے فاضلِ مسکیں پہ کر چکا
اب ظلم ایک بھی نہیں چرخِ کہن کے پاس

ایک زمانے میں دبستانِ دہلی کے استادِ سخن شاہ نصیر کے زیرِ اثر مشکل اور سنگلاخ زمینوں میں شعر نکالنے کو شاعری کا کمال سمجھا جاتا تھا اگرچہ بعد میں یہ روایت ختم ہوگئی۔ لیکن اکثر شعراء اپنی طباعی کے مظاہرے کے لئے سنگلاخ زمینوں، مشکل ردیف و قوافی میں غزلیں کہتے ہیں۔ حضرتِ فاضل نے بھی سنگلاخ اور مشکل زمینوں میں طبع آزمائی کی۔ اب داغ' شکل' دل' دشمن' اور دیر کے بعد جیسی مشکل ردیفوں میں حضرتِ فاضل کی غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے: یہ اشعار بھی سیدھے سادے ضرور ہیں لیکن ان میں معنی و مفہوم کی افادیت و بلندی بدرجۂ اتم موجود ہے۔

کیا جانے کیا بلا ہے الٰہی بلائے داغ

پہلو سے دل بھی جائے تو دل سے نہ جائے داغ

داغِ فراق کی ہمہ گیری بھی کیا کہوں
کچھ بھی نہیں ہے قلب و جگر میں سوائے داغ

ہم نے مانا کہ ہے آغوش میں آنا مشکل
کیا تمھیں ہوگیا صورت بھی دکھانا مشکل

ایک ہم ہیں کہ کئے جاتے ہیں سو سو تدبیر
ایک تم ہو کہ زباں تک ہے ہلانا مشکل

پامال اُس صنم نے کئے ہیں ہزار دل
لاکھوں پڑے ہوئے ہیں سر راہگزار دل

کرم فرما مرے رب ہوگیا سارا جہاں دشمن
عزیز و اقربا دشمن، زمین و آسماں دشمن

ترے جور و جفا دشمن مرے آہ و فغاں دشمن
اِدھر دشمن اُدھر دشمن یہاں دشمن وہاں دشمن

خوب ہی قدر ہوئی میری وفاداری کی
سابقہ اُس کو جو غیروں سے پڑا میرے بعد

مولانا فاضل کو اردو زبان اُس کے روزمرے اور محاورے پر متجرانہ گرفت حاصل تھی۔ دکن میں داغ کے زیرِ اثر محاورہ بندی کا ذوق عام ہوا۔ مولانا فاضل کی غزل میں محاوروں کا استعمال

بھی خوب ملتا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

جب یہ ثابت ہے کہ دل سے راہ ہے دل کو مگر

مرت کا ہیں شیفتہ کیوں مجھ سے گھبراتی ہے موت

نیلے پیلے ہو کے بولے چُپ رہو

ڈرتے ڈرتے جو کبھی شِکوہ کیا

جان پھولے نہ سماتی تھی خوشی سے اپنی

قبر پر ڈال دیا یار نے جب ہار اپنا

اب آئیے ہم مولانا محمد حسام الدین فاضل کی غزلوں میں کلاسیکی

شاعری کے اہم موضوعات جیسے حسن و عشق، ہجر و وصال

زلف و رخسار، مے و ساقی، غیر و رقیب، مے خانہ و واعظ

نالہ و فغاں، ظلم و ستم، اور دیگر علامات و لفظیات سے متعلق اشعار پر روشنی ڈالی۔

اردو غزل میں عشق کے دو روپ ہیں۔ عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی مولانا فاضل کی غزل عشقِ مجازی کے جذبات و کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے۔ حالانکہ عشقِ مجازی کے بارے میں اُن کا خیال ہے۔

مجازی عشق سے کیا فائدہ کیا نفع اے فاضل
ہمیشہ کام آئے، کام وہ دنیا میں کر جانا

عشق :-

مولانا فاضل عشق میں رنج و الم سے نہیں گھبراتے۔ وہ عشق میں ہر طرح سے آزمائے جانے کے لئے مستعد و تیار رہتے ہیں۔ وہ محبوب کے عشق سے معمور دل کو رنج و غم کا کعبہ

سمجھتے ہیں۔ انھیں عشق کے انجام کی پروا نہیں۔ آپ عشق کے غم، حسرت، ارمان اور فرقت کو عشق کی جاگیر گردانتے ہیں۔ حضرت فاضل کی غزلوں میں عشقِ مجازی کی ترجمانی کرنے والے کچھ اشعار دیکھئے۔

رنج و غم سے لپٹ ہو یہ وہ دلِ حزیں نہیں
فاضلِ جاں فگار کو عشق میں آزمائے جا

کعبہ اللہ بن گیا گھر رنج و غم کا درد کا
جب سے اُن کے عشق کا دل میں گذر ہونے لگا

ہم کہے جاتے تھے، ہے عشق کا انجام بُرا
کچھ اثر فاضلِ بدبخت کے دل پر نہ ہوا

غم ملا، حسرت ملی، ارماں ملے، فرقت ملی
ہم نے اک عالم کو پایا عشق کی جاگیر میں

فاضل یہ کیا غضب ہے کہ بچپن ہی سے تجھے
عشقِ ستم شعار نے مجبور کر دیا

حُسن:۔

محبوب کی ازل ہی سے یہ فطرت ہے کہ وہ سدا اپنے حُسن پر ناز کرتا ہے۔ اُسے اپنے چاہے جانے پر ہمیشہ غرور سا ہوتا ہے اُسے اپنے عشاق کی مجبوری، بربادی، ہجر میں اُن کی شب بیداری سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

فاضل کا معشوق بھی روایتی معشوق کی خوبیوں اور خصائص کا مالک ہے۔ یہ اشعار دیکھئے۔

ہم کو تمہارے عشق نے مجبور کر دیا
تم کو ہماری چاہ نے مغرور کر دیا

ہم کو ہماری یاس نے مستور کر دیا
تم کو تمہارے حسن نے مشہور کر دیا

نیند آتی نہیں، آرام گیا دل نہ رہا
کون سا غم ترے عاشق کو میسّر نہ ہوا

جب یہ کہتا ہوں کہ عشاق میں شامل کیجئے
تو یہ کہتے ہیں کہ لائق ہیں تجھ سا بیکار

زلف و رخسار :-

کلاسیکی غزل میں محبوب کے زلف و رخسار کے تذکرے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زلف و رخسار کے موضوع پر مولانا محمد حسام الدین فاضل کے یہ خوبصورت اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

کسی کے زلفِ عطر افشاں کی خوشبو ہم نے سونگھی ہے
ہمیں کیا لطف آتا باغ میں پھولوں کی نکہت کا

رخسارِ یار یاد جو آیا نہ پی سکا
جامِ شراب رہ گیا آ کر دہن کے پاس

دل مرا زلفِ صنم میں، دل میں زلفوں کا خیال
دل میں اک زنجیر ہے اور دل بھی ہے زنجیر میں

ہجر و وصال:-

ہجر اور وصل زلف و رخسار غزل کے اہم موضوعات ہیں ان موضوعات پر حضرتِ فاضل کی غزلوں سے چند اشعار دیکھئے۔ ان میں وصلِ یار پر عاشق کا بے خود ہوجانا' وصل کے بعد جدائی کا قیامت مچانا' عاشق کی موت کے عین وقت پر یار کا پیامِ وصل آنا' اور وصل کا وعدہ کر کے غیروں کی بزم سجانا' غیروں کے ہاں سے بلاوے کا تار آنا وغیرہ جیسی کیفیات شامل ہیں۔ جن سے معشوق کی کجروی اور ستم شعاری کا اظہار ہوتا ہے۔

وصل کی اُن کی تمنّا تھی بہت دن سے مگر
جب وہ آئے سامنے' میں بے خبر ہونے لگا

اک قیامت کر رہا تھا' ان کا رخصت مانگنا
وصل کی شب جس گھڑی وقتِ سحر ہونے لگا

اِدھر تیّار مرنے کو ہوا اور وصل کی ٹھہری
اثر اچھّا ہوا کرتا ہے بے شک حسنِ نسبت کا

واہ اے وصل اس کو بزمِ غیر میں
رات بھر بیٹھا ہوا دیکھا کیا

وصل میں اُٹھ کے اچانک وہ چلے جانے لگے
غیر کے پاس سے کیا جانیے کیا تار آیا

وصل میں آہ کیسی دلجوئی
رہی شب بھر انھیں سحر کی تلاش

ہجر:

اب ہجر کے عنوان پر مولانا فاضل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ انہیں ہجرِ یار میں مرنے کا اور وہ بھی بغیر کسی تکلیف کے مرنے کا گُر آتا ہے۔ فاضل غمِ ہجرِ یار کو عشاق کے غم کا مداوا گردانتے ہیں۔

دل سے اک نالہ کیا اور اُدھر دم نکلا
آپ کے ہجر میں مرنا مجھے دوبھر نہ ہوا

رات دن رہتا ہے یہ ہمدم مریضِ ہجر کا
کر رہا ہے غم ترا تیمار داری ان دنوں

عاشقوں میں ہے بپا شورِ فغاں
ہجرِ دلبر نے ستم برپا کیا

اب مئے اور ساقی سے متعلق ایک خوبصورت شعر ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں۔

مئے سے اب کیا کام ساقی کی نشیلی آنکھو نے
مست و بے خود کردیا ہر شئے سے غافل کردیا

مولانا حسام الدین فاضل نے اپنی غزل میں "رقیب" پر بھی ان گنت اشعار کہے ہیں۔

بزمِ طرب میں بھی مجھے غمزدہ کر رُلائے جا
غیر کو میرے سامنے اپنی طرف بُلائے جا

غیر کا دخل کہاں غیر کی شرکت کیسی
دل میں ہے تیرے سوا اور کا آنا مشکل

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ اگر ہم دوسرے شعر کو "وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ" کے معنی و مفہوم میں سوچیں تو اسکی معنویت گراں قدر ہو جاتی ہے۔

واعظ و مئے خانے :-

کلاسیکی شاعری میں واعظ و مئے خانے کی نسبت سے بھی غزلیہ شعروں کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ لیجئے حضرتِ فاضل کا شعر اس پس منظر میں ملاحظہ ہو۔

بہانہ وعظ کا لے کر چلے آتے ہیں واعظ
خدا جانے ارادہ کیا ہے مئے خانے میں حضرت کا

نالہ و فغاں :-

درد سے رویا جو میں بے چین وہ بھی ہو گئے
شُکر ہے اب آہ و نالہ میں اثر ہونے لگا

ظلم و ستم :-

ہزار بار زمانے نے کروٹیں بدلیں
مگر طریقِ ستم آپ کا بدل نہ سکا

بیکسی :-

رو رہی تھی بیکسی آنسو رواں تھے شہر کے
کون کہتا ہے ہماری لاش پر ماتم نہ تھا

ارادت :-

سختیاں موت کی آسان سے آسان ہوئیں
سر مرا نزع کے وقت آپ کے در پر نہ ہوا

عرفان :-

عرفان میں ہم کو بھی بہت دخل ہے فاضل
دیوانوں سا پر شور مچانا نہیں آتا

فقر :-

مسرور ہوں گھر بیٹھے ملی فقر کی دولت
کیا مجھ کو غرض جاؤں جو میں ظلِ ہما میں

مولانا فاضل بڑے زود گو شاعر تھے۔ اُن کے یہاں کئی مسلسل غزلیں بھی ملتی ہیں۔ اُنہوں نے ایک طویل غزل میں جو ۴۴ شعروں پر مشتمل ہے اپنی زندگی کے حالات بھی نظم کئے ہیں۔ اس طرح "دلہن" کی ردیف میں بھی ایک غزل اُن کے ہاں موجود ہے جو ۲۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں اُنہوں نے اپنی شریکِ حیات کے اوصاف گنائے ہیں۔ مولانا فاضل نے بعض مشکل ردیفوں اور قوافی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

چند زمینیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱) شیریں تڑپ کے آہی گئی کوہکن کے پاس (یہ دو غزلہ ہے)

۲) ایک نم ہو کہ زباں تک ہے ہلانا مشکل

۳) گھر میں تو رند ہے باہر واعظ

۴) غیروں سے محبت ہے اے قوم خدا حافظ

۵) پامال اُس صنم نے کئے ہیں ہزار دل

۶) دل لگا کر آہ دل سے عاشقِ دلگیر کھینچ

۷) پایا نہ اپنی زیست سے ہم نے سوائے داغ

۸) کس لئے ہے حاکمو! اس کا مرانی پر گھمنڈ

۹) عمر برباد کیا کرتا ہے ناداں عبث

۱۰) ایک لمحہ بھی ترے منہ سے نہ سرکا گھونگھٹ

۱۱) مگر نہ اُس بُتِ کافر کے دل پہ آئی چوٹ

مولانا حسام الدین فاضل نے اپنی غزلوں میں سماجی برائیوں کی جانب بھی جگہ جگہ اشارے کئے ہیں۔ علاوہ ازیں بے عمل علماء اور بدکردار واعظوں پر بھی گہرا طنز کیا ہے۔ مسلم معاشرہ کی دین سے دوری اور غفلت کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔

ٹینس میں ہیں مشغول نہ روزہ نہ نمازیں
منہ پہ بھی ہوئی ہاتھ سے چوگان نہ رکھا

بی اے ہوئے ایم اے ہوئے سب کچھ ہوئے لیکن
تعلیم نے انسان کو انسان نہ رکھا

فیشن میں گرفتار ہیں تہذیب کا ہے نام
ناول ہی پڑھا سامنے قرآن نہ رکھا

مسلم تو مسیحی نہ ہوئے سچ ہے مگر آہ
یورپ نے مسلماںؒ کو مسلماں نہ رکھا

ان اشعار پر اکبر الہ آبادی کے رنگ کا گمان ہوتا ہے۔ مولانا فاضل کے یہ اشعار طنز و مزاح کا بہترین نمونہ ہیں۔

مولانا حسام الدین فاضل دراصل دینی مزاج کے آدمی تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، دین و مذہب کے پرستار، شب و روز عبادات و وظائف میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اور اسی لیے غزل میں بھی انھوں نے نعت گوئی سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ ان کی غزلوں سے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

قیامت میں دکھا کر شاہؐ کو جب انبیا بولے
شفیع المذنبیں وہ ہیں، گنہ گارو ادھر جانا

مدحِ محبوبِ خدا ہے عین وصفِ کردگار

نعت بھی کہہ لیجئے فاضل اسی تقریر میں

کیا فائدہ تعریفِ خد و خال سے فاضل

اشعار ہوں نعتِ شہِ اعجاز نما میں

اور یہ مقطع ملاحظہ فرمائیے۔

نعت میں کیوں کر نہ لکھوں ہر زمینِ شعر پر

اس کی برکت ہی نے فاضل مجھ کو فاضل کر دیا

لیجئے آخر میں مولانا محمد حسام الدین فاضل کی غزلوں سے

چند اہم و منتخب اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

زیست سے بیزار ہوں لیکن ہے باقی زندگی

آرزو مرنے کی ہے لیکن نہیں آتی ہے موت

اب فنا بھی اک بقا ہے موت بھی ہے اک حیات
مر کے اس پر نقشِ ہستی ہم نے باطل کر دیا

گزرے تکلیف ہی سے عمر کے سب لیل و نہار
ایک آزار گیا دوسرا آزار آیا

نا اہلوں کو ہم اہل بنا دیتے ہیں فاضل
بگڑا ہوا دِل ہائے بنانا نہیں آتا

اُس رخِ روشن کے آگے ہو گی کس میں آب و تاب
چشمۂ خورشید میں جب قطرۂ شبنم نہ تھا

فنا ہونا اگر مقصود ہے جینا گزر جانا
ہمیشہ زندہ رہنا ہے تو قبل از مرگ مرجانا

بہر حال مولانا حسام الدین فاضل کی غزل کلاسیکی غزل کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ اس کے بیان میں روانی و شگفتگی ہے۔ اس میں محاورات و روزمرہ کا استعمال ہے۔

فاضل نے اپنی غزلوں میں کلاسیکی غزل کے تمام موضوعات و مضامین کو کامیابی سے برتا ہے۔

باب پنجم

مولانا فاضل

کی

اصلاحی نظمیں و رسالے

مولانا محمد حسام الدین فاضل کے شعری سرمائے میں ان کی نعتوں اور دیگر مذہبی نظموں کے ساتھ اُن کی غزلیں اور اصلاحی نظمیں بھی شامل ہیں ۔ حضرت علامہ فاضل جس طرح اپنے مواعظ کے ذریعہ لوگوں کو بے دین کے اندھیروں سے نکال کر دین داری کے اُجالوں میں لانا چاہتے اُسی طرح اپنی تحریروں کے ذریعہ بھی اُنھوں نے اپنی قوم کو خوابِ غفلت سے جگانے کی بھرپور کوشش کی اور مسلم معاشرہ کو راہِ ہدایت کی طرف مائل کرتے رہے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح ان کی زبان میں تاثیر عطا فرمائی تھی اُسی طرح اُن کے قلم کو بھی وہ کمال بخشا تھا کہ لوگ اُن کی تمام اصلاحی نظموں کو دلچسپی سے پڑھتے تھے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے تھے ۔ مولانا فاضل نے اپنی اصلاحی نظموں کو

مختصر رسائل کی شکل میں شائع کیا تاکہ لوگوں کو ان کے مطالعہ میں آسانی رہے اور نہایت ہی کم وقت میں وہ اُن سے استفادہ حاصل کر سکیں ۔ مولانا فاضل کے ان منظوم رسالوں کی اشاعت کا مقصد لوگوں کو اچھی اچھی باتوں سے آگاہ کرنا اور بُری باتوں سے محفوظ و مامون رکھنا تھا ۔ انہیں اس بات کا علم تھا کہ قوم کے نوجوان فکرِ معاش میں بُری طرح جکڑے ہوئے ہیں اور وہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں سے استفادہ کے قابل نہیں ہیں ۔ مولانا کی اصلاحی نظموں کے یہ رسالے بظاہر بہت معمولی معلوم ہوتے ہیں لیکن اُن کے اندر جذبے کی صداقت ' خلوص کی گہرائی ' اور علم کے خزانے چھپے ہوئے ہیں ۔ حضرتِ فاضل کے یہ کتابچے علم وفن کے اعتبار سے بہت بلند و گراں قدر ہیں ۔ جیسے وہ اپنے مواعظ میں معمولی معمولی باتوں سے بڑے بڑے نکات سمجھا دیا کرتے تھے اسی طرح ان رسالوں سے بھی انھوں نے وہی کام لیا ہے ۔

یوں تو علامہ فاضل نے ان گنت موضوعات و عنوانات پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اُنھیں نظم کا روپ دیا ہے ۔ ان میں

(1) شبِ معراج (2) سوغاتِ فاضل (3) ذوقِ چائے خانہ (4) سینما کے کرشمے (5) شیطان و مُلا (6) فحاشیِ زنا و امرد پرستی اور (7) شادی و غمی قابلِ ذکر ہیں ۔

متذکرہ بالا سات کتابچوں میں اولین دو خالص مذہبیات سے متعلق ہیں ۔ کتابچہ شبِ معراج میں شبِ معراج کی تفصیل قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت ہی مؤثر انداز میں بیان کی گئی ہے ۔ اور "سوغاتِ فاضل" حضرت علامہ حسام الدین فاضل کی ادائیگیٔ حج کے دوران قلمبند کیا ہوا محبت و عقیدت سے بھرپور کلام کا مجموعہ ہے ۔ جو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی مجسم رحمت سر بسر فیضان سرزمینوں کی دین ہے عطا ہے ۔

اب آئیے ہم مولانا موصوف کی اصلاحی نظموں کا جائزہ لیں ۔

سلسلۂ تصانیف (۲۹)

سلسلۂ اشاعت (۱۰۳)

[illegible]

تعلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے

جذباتِ فاضل (حصہ ششم)

(موسوم بہ)

شادیِ و غمی

یعنی

علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل دیوبندی فاضل

سابق معاون جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کا

وہ بصیرت افروز کلام جس میں انسان کی خوشی و غم میں تعلق پیغمبر معصیت میں اس کا جذبۂ عبادت و اظہار عقیدت اور مسرت میں اس کی نفس پرستی و خدا فراموشی نہایت دلچسپ و مؤثر انداز میں بیان کی گئی ہے

باہتمام

نجل الفاضل محمد حمید الدین حسامی عاقل (مولوی منشی فاضل، ایم اے)

رجب ۱۳۷۴ھ م فروری ۱۹۵۵ء

مطبوعہ نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چارکمان حیدر آباد دکن

بار اول ۵۰۰

قیمت ۲

شادی و غمی

مولانا محمد حسام الدین فاضل کی اصلاحی نظموں کے کتابچوں میں ایک کتابچہ "شادی و غمی" کے موضوع پر بھی قابلِ ذکر ہے۔

اس کتابچہ میں حضرت فاضل نے انسان کی خوشی و غم میں انقلابی کیفیت اور مصیبت میں اس کا جذبۂ عبادت و اظہارِ عقیدت اور مسرت میں اس کی نفس پرستی و خدا فروشی پر نہایت ہی موثر انداز میں اپنے خیالاتِ عالیہ بیان فرمائے ہیں۔

مولانا زیرِ نظر کتابچہ کی ابتدا اس بند سے کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

فرقِ شادی و غمی دیکھتا ہے اہلِ نظر = آہ انسان کے لئے غم ہے خوشی سے بہتر
کیا وہ شادی کہ نہ یاد آئے خدائے اکبر = وہ خوشی کیا نہ ہوں خوش جس سے حضور و سرور

غم وہ غم ہی نہیں جس غم میں ہوں نیکی کے امور

وہ خوشی رنج ہے جس میں ہو گناہوں کا وفور

آگے اظہارِ تاسف کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

لیکن افسوس، مسلماں کا طریقہ ہے نیا

غم میں رہتا ہے، یہ اللہ کا مخلص بندہ

رنج و بیماری و تکلیف میں ہے یادِ خدا

غربا پروری و نذرِ بزرگاں کے، سوا

خیر خیرات ہے نیکوں کی ضیافت بھی ہے

نعت و مولود ہے، قرآں کی تلاوت بھی ہے

مولانا فاضل نے اس نظم میں جو واقعات گنوائے ہیں وہ صداقت پر مبنی ہیں ۔ یہ بات ہم سبھی جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کے گھر والے کیا کیا نہیں کرتے ۔ امام جعفر سے منت مانگی جاتی ہے ۔

کہ بیمار اچھا ہو جائے تو کنڈوں کی عید منائے جائے گی۔ کھیر پوریاں پکائی جائیں گی۔ نیاز کا اہتمام خاص رہے گا مہمان بلائیں جائیں گے اور گوشت سے سخت پرہیز کیا جائیگا۔ اسی طرح حضرت پیران پیر دستگیرؒ سے منت مانگی جاتی ہے اور گیارھویں کے اہتمام کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے لئے چراغ لگانے اور ملیدہ بنانے کا وعدہ بھی کیا جاتا ہے۔ شاہ مدار کی ستریاں بھی پکائی جاتی ہیں۔ شیخ محدث شاہ عبدالحقؒ کے لئے حلوے کی نیاز کی جاتی ہے۔ خواجہ اجمیر ہند اولی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رسائی ہوتی ہے اور ربیع الاوّل کی فاتحہ کے اہتمام کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہرہؓ، حضرت علیؓ، حضرت امام حسنؓ اور بہت سارے اولیائے اکرام و بزرگان دین سے التجا کی جاتی ہے اور ان کے اپنے طریقے سے حسب روایت نیازیں منانے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں رو رو کر دعائیں کی جاتی ہیں۔

نذر اللہ بھی اللہ منا ؤں گی میں

گلگلے رحم جو ہو رحم بنا ؤں گی میں

نام پر تیرے بھی بھو کوں کو کھلا ؤنگی میں

دالچہ کھانا ہی کافی ہے پکا ؤنگی میں

تو ہے رازق تجھے نعمت کی ضرورت کیا ہے

ہیں ولی بس تجھے گویا تری حاجت کیا ہے

ان تمام منتوں مرادوں کے بعد بھی مریض کی صحت نہیں ہوتی۔ جب اس پر حالتِ نزع طاری ہو جاتی ہے تو پھر حفاظ بلوائے جاتے ہیں یٰسین کے دور شروع ہوتے ہیں اور اسی حالت میں جب وہ انتقال کر جاتا ہے تو پھر سوگ وماتم سے قیامت مچ جاتی ہے۔ اب مرحوم کی روح کو تسکین کے لئے قرآن پڑھائے جاتے ہیں۔ بعض پس ماندگان اس خوف سے کہ مردہ شیطان نہ بن جائے۔ یہ سب کچھ کروایا جاتا ہے۔ حفاظ کا بھی حال ملاحظہ فرمائیے۔

لاش رکھی ہوئی ہے، بیٹھے ہیں حافظ اطراف

لب پہ قرآں ہے مگر دل ہیں شیطان سے صاف

نظریں ہر بار کیا کرتی ہیں، مردے کا طواف

دہشت و خوف سے کافور ہے ہر لاف و گزاف

پاؤں مردے کا کسی طرح اگر ہل جائے

ایک حافظ بھی نہ بالین پہ رہنے پائے

تجہیز وتدفین کے بعد میلاد نبیؐ، خیر خیرات، قرآن کے دور، دسواں، چہلم، برسی، غرض ساری رسومات بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں۔ لیکن پس ماندگان کوئی بھی بزرگانِ دین، و اولیاء کرام اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب مڑکر بھی نہیں دیکھتا۔

یہ رہا حال بیمار کے لئے نیازوں، زیارتوں، اور پھر بعد از مرگ رسومات کا قصہ۔ اب ملاحظہ فرمائیے شادی بیاہ کی تفاصیل۔ اس میں مولانا

موصوف نے شادی کے مانجھے سے گھر میں نئے مہمان کے آنے تک کی تفاصیل نہایت دلچسپ انداز میں بیان کی ہیں۔ حفاظ کے بجائے ہجڑوں کا ناچ' ورد کے بجائے "ہریالا بنا" والے ڈھولک کے گیت' گانے بجانے کی بھرمار' دور قرآن و پیمبر کی ثناؤں کا کوسوں پتہ نہیں۔ دعوتوں' ضیافتوں' کی کثرت لیکن غربا سے لاپرواہی' رتجگے' گلگلے رحم و ملیدہ کا اہتمام' دولہا اور دلہن والوں میں توشوں کا ادل بدل' چوتھی میں ہولی' ڈھلنڈی کی رنگ رلیاں' ساچق کی خرافات' مسہری کی حکایات' پھر شادی کے دھوم دھڑکے' مجرے' کسبنیں' ڈومنیاں کسی غیر شرعی کام اور شیطانی حرکت کی کمی نہیں۔ جہیز کے ساتھ دلہن والوں کی جانب سے شطرنج' گنجفہ اور چوسر کی فراہمی بہر حال شادی کے سلسلے کے ساری خرافات سارے حالات ایسے بیان کئے گئے ہیں جیسے یہ سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہیں۔

مولانا حسام الدین فاضل ایک عالم باعمل تھے۔ دین و شریعت

کے سختی سے پابند تھے۔ آپ ایک سچے سُنّی مسلمان تھے۔ حنفی المذہب کے معتقد تھے۔ آپ بزرگانِ دین کے احترام، درگاہوں پر حاضری کے گزارنے کے مخالف نہیں تھے۔ لیکن اس سلسلے میں وہ نماز اور تلاوتِ قرآن وغیرہ کی پابندی پر بھی زور دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شادی ہو کہ غمی ایک مسلمان کو یادِ خدا، اور ذکرِ رسولؐ سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔

یہ بند دیکھئے۔

جس طرح رنج میں رہتی ہے خلوصِ نیّت
جس طرح ہوتا ہے اوراد کی غم میں کثرت
خاص اسی طرح، خوشی میں بھی ہو دل کی حالت
دفعِ غم پر بھی وظیفوں کی نہ جائے عادت
جس طرح فکروں میں یاد آتے ہیں اللہ والے
عیش و آرام میں بھی ہو وہی رشتہ اِن سے

زیرِ نظر کتابچہ میں مولانا موصوف نے عقیقہ کے صحیح طریقے، فاتحہ کے فضائل، عورتوں کے قبرستان نہ جانے کے احکام، درگاہوں پہ ڈھول بجا کر گیت سے احتراز، مجالسِ قوالی میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی معیوب شرکت درگاہوں پر حاضری کے دوران نمازوں سے غفلت وغیرہ مسائل پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ مولانا کہتے ہیں۔ بزرگانِ دین جنہوں نے دنیا سے الگ رہ کر رات دن عباداتِ الٰہی میں گذارے۔

یہ بند دیکھئے۔

زندگی میں تو وہ بیزار رہے دنیا سے = ناپسند ان کو ہمیشہ رہے دنیا والے
کیا اس عالم میں وہ ہوجائینگے دنیا ہی کے = صرف دنیا ہی کے یہ منتیں بر لائینگے

حیف دیندار وں سے درگہ پہ ہو دنیا کی طلب
ہو زیارت سے یہ مقصود کہ نکلے مطلب

بہر حال حضرت مولانا محمد حسام الدین فاضل کی اصلاحی نظم شادی و غمی بھی ان کی دیگر اصلاحی نظموں کی قابلِ قدر و احترام ہے۔ ان اصلاحی نظموں میں مولانا نے قوم و ملت کی دُکھتی رگوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں ان کی کمزوریوں، اُن کی گمراہیوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور صحیح و غلط میں فرق بتاتے ہوئے انہیں شریعت کا پابند اور اللہ اور اُس کے رسولؐ سے قربت حاصل کرنے کے لئے اُصول بتائے ہیں۔ یہ تمام نظمیں دلچسپ اور عام فہم ہیں۔ ان میں وعظوں کی سی شدت و سختی قطعی نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے دل پر اثر کر جاتی ہے۔

سلسلۂ تصانیف [illegible] سلسلۂ اشاعت [illegible]

[illegible]

جذباتِ فاضل حصۂ پنجم

مرسوم بہ

شیطان و مُلّا

از

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل ادیب مولوی کامل حیدرآبادی

سابق استاد فقہ و تفسیر جامعہ نظامیہ

کا

جو اس میں [illegible] شیاطین کے [illegible] تعبیرات

انسانی [illegible] کے واقعات نہایت

دلچسپ انداز میں بیان کیے گئے ہیں

باہتمام

نجل الفاضل محمد حمید الدین حسامی عاقل [illegible] فاضل بی اے

ربیع الاول [illegible]

مطبوعہ

[illegible] پریس [illegible] حیدرآباد دکن

بار چہارم [illegible] قیمت ۲/

شیطان و مُلّا

—— بر ——

مولانا حسام الدین فاضل کے اصلاحی کتابچوں میں ایک کتابچہ "شیطان و مُلّا" کے موضوع پر بھی شامل ہے۔ اس میں مولانا موصوف نے جن و شیاطین کے اثرات، انسانی توہمات، جھوٹے ملاؤں اور نجومیوں سے متعلق واقعات نہایت ہی دلچسپ و موثر انداز میں نظم کئے گئے ہیں۔

مولانا فاضل بھی ایک پیر و مرشد تھے لیکن وہ عام پیر و مرشدوں اور پیشہ ور عالموں کے جیسے قطعی نہیں تھے۔ اللہ کے کلام پاک سے علاج کرتے تھے۔ عملیاتِ پاک و صالح سے حاجت مندوں اور بیماروں کی مشکلات دور کرتے تھے۔ اور علاجِ صحیحہ کے ئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے تھے۔

اپنی منظوم اصلاحی نظم "شیطان و مُلّا" میں حضرتِ فاضل کہتے ہیں کہ شیطان کو وجود نہیں ہے۔ ایسا قطعی نہیں۔

آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کی فضیلت سے انکار پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کو شیطان بنا دیا۔ خالق ہر دو جہاں مالک کون و مکاں نے ساری کائنات میں ہر شئے کی ضد بنائی ہے۔ نور کی ضد نار ہے۔ روشنی کی 'تاریکی' عقل کی جہل' خیر کی شر' دنیا اور عقبیٰ میں صرف اور صرف اس کی ذات مطلق اور اس کے رسول محمدؐ کی کوئی ضد ہے نہ ہوئی۔ اللہ ایک اور اس کا رسولؐ ایک۔

مولانا فاضل کہتے ہیں کہ جنّ و شیطان کا وجود ہے اور ضرور ہے۔ اس سے انکار دراصل انسان کی کم عقلی ہے۔ جن و شیطان ہر کسی کو نظر نہیں آتے۔ ان کے الگ الگ نام ہیں۔ یہ الگ الگ اقسام میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شیطان کہلاتا ہے کوئی جن اور کوئی ملک۔ اُن کے وجود سے انکار حقیقت سے انکار ہے۔

اس سلسلے میں بخاری شریف سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے

ہوئے لکھتے ہیں ۔ حضرت ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ ابنِ مسعود کو درس و تدریس جنوں کو دینے کے لئے ایک جنگل میں لے گئے ۔ انہیں ایک خاص مقام پر رکنے کو کہا۔ اور جنات سے رجوع ہو کر انہیں اللہ کا کلام سکھانے میں مشغول ہو گئے ۔ حضرت مسعود کہتے ہیں کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا بجز آوازوں کے انہوں نے کچھ سنا بھی نہیں آگے بخاری شریف ہی سے ایک واقعہ درج کرتے ہوئے رسولِ کریمؐ کا ایک اور واقعہ یوں پیش کرتے ہیں ۔

ہے بخاری ہی میں اک وقت بہ ہنگام نماز = دفعتہ پیچھے ہٹے آگے بڑھے شاہِ حجاز
پھر کسی چیز کے لینے کو کیا ہاتھ دراز = ہوئے فارغ تو کہا جانتے ہو کیا تھا یہ راز

ایک مشعل لئے شیطان مرے پاس آیا
چاہتا تھا کہ مرے جسم کو دیدے چرکا

میں ہٹا پیچھے، بڑھا آگے پھر اس کو لینے
اور چاہا کہ اسے باندھ ہی دوں اک تھم سے
یک بیک آئی سلیمانؑ کی دعا یاد مجھے
نہ گرفتار کیا، چھوڑ دیا میں نے اسے
ورنہ تم دیکھتے شیطان کو گرفتار شدا
بچے بچے کو نظر آتا وہ کھلم کھلا

جن و شیطان کا ذکر قرآن میں بھی ملتا ہے۔ حق تعالیٰ نے انہیں آگ سے پیدا کیا ہے۔ شیطان سر بسر شر ہوتا ہے۔ اور جن میں خیر و شر دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ مولانا فاضل لکھتے ہیں جن و شیطان کا وجود ہے اور یقیناً ہے۔ لیکن مفاد پرست لوگ ان کے نام پر اپنی جیبیں گرم کرتے ہیں۔ رائی کا پہاڑ بناتے ہیں۔ خوب ہنگامے مچاتے ہیں۔ جو لوگ ان ملاؤں نجومیوں سے بھوت پریت اور شیطان سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے

رجوع ہوتے ہیں۔ موخرالذکر انہیں خوب نچاتے ہیں۔ بیوقوف بناتے ہیں۔ مستورات سے بے ادبیاں بھی کرتے ہیں۔ علامہ فاضل نے ان ساری چیزوں کا بھرپور جائیزہ لیا ہے۔ ذیل میں ایک ملّاجی' ایک عامل حاضرات اور ایک نجومی سے متعلق چند بند ملاحظہ فرمائیے۔ ملّاجی سے متعلق بندوں میں لکھتے ہیں۔

تھا میسّر مجھے اک روز تقرّب ان کا
اک غریب اتنے میں حیران و پریشان آیا
بولا حضرت سے کہ بی بی پہ مری بھوت چڑھا
نئی آفت ہے' نیا رنگ' نیا ہنگامہ
جن و شیطاں کی شرارت سے میں تنگ آیا ہوں
بی بی کو بہرِ علاج آپ کے گھر لایا ہوں

جو سنا حضرتِ ملّا نے کہا کیا دیں گے

ایک گوشے میں اُنھیں بھیج کے خود پاس گئے

دور پردہ ہوا سایہ زدہ آئی آگے

پیر جی سینے پہ دم کرنے لگے پڑھ پڑھ کے

ہاتھ بیمار کے سر پر کبھی دل پر رکھا

دونوں ہاتھوں سے کبھی لمس کیا جسم اسکا

آگے ملّاجی خاوند سے کہتے ہیں کہ ان کی بیوی پر بڑا سخت شیطان سوار ہے۔ اور اُس کے لئے نہاون کا انتظام ضروری ہے۔ جس کے لئے چالیس کنوؤں کا پانی درکار ہے۔ یہ چالیس کنوؤں کا پانی لانا اُس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس لئے حضرتِ فاضل نے ملّاجی سے پوچھا۔ تو کہنے لگے۔ اجی صاحب یہ چالیس کنوؤں کا پانی اس کے لئے جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ جب وہ مجبور و نامراد لوٹے گا ہم خود ہی اپنی باؤلی کے پانی کو چالیس کنوؤں کا

پانی بنالیں گے۔ اور اس سایہ والی بی بی کے نہاون کا انتظام کردیں گے۔

اس بند کا آخری شعر ملاحظہ فرمائیے گا۔

یہ نہاون کی حقیقت ہے یہ حق گوئی ہے
کہنے شیطان سے مُلّا میں ہے کم کون سی شئے

اب حاضرات کے عامل صاحب کا حال سنیئے۔ اکثری عامل ایک کم سن بچے کو پال رکھتے ہیں۔ کچھ پڑھ کر اس پر دم کرتے ہیں کہ موکل کے ذریعہ غیب کے حالات معلوم کریں۔ حضرت فاضل اس عمل کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

غیب دانی کا پیمبر نے بھی دعویٰ نہ کیا
عالم الغیب بنا بیٹھا ہے دیکھو مُلّا

آگے لکھتے ہیں ایسا عامل کیا فال کھولے گا کیا غیب کا حال بتائے گا جسے خود اپنا اور گھر کے حال کا پتہ نہیں ہے۔ اس کی تصدیق کے لئے حضرت فاضل کا مشورہ بھی خوب ہے۔ کہتے ہیں۔

امتحاں کر لو فقط پوچھ کے اک دن اس سے

شام تک آج ملیں گے تجھے پیسے کتنے

سن لو مقدار جو کچھ آمدنی کی وہ کہے

شام تک ساتھ رہو گِن لو جو آئیں پیسے

اس کا کہنا جو ہو سچّا تو ہے بے شک سچّا

اس زمانے میں تو سچّا کوئی "ملّا" نہ ملا

آخر میں ایک نجومی کا حال سنیئے گا۔ ایک دن ایک نجومی کسی کے ہاں مہمان ہوا۔ خوب کھایا پیا اور گھر میں جھولے کے قریب بیٹھ کر فال بتائی۔ کہا کہ آپ کا لڑکا آج جھولے میں پڑا ہے کل علم و ہنر میں یکتا ہوگا۔ اس کی جراءت کا خوب ڈنکا بجے گا۔ یہ مثلِ فرزند ہمایوں ہوگا۔ مگر جھولے میں جو بچہ تھا وہ لڑکا نہیں لڑکی تھی۔ میزبان نے نجومی کی فال پر شوشہ لگاتے ہوئے کہا۔

جس کو سمجھا ہے تو لڑکا مرا ہے وہ لڑکی

قابلِ فخر ہے یہ مرد شناسی تیری

واہ کیا علم ہے، دے دی خبر آئندہ کی

یہیں اک پردے میں جو شئے ہے نہ تو نے دیکھی

دیکھ کر آنکھ سے لڑکی کو جو سمجھے لڑکا

جائے حیرت ہے نوشتہ کیا کہئے قسمت کا

تاہم مولانا حسام الدین فاضل کا اصلاحی کتابچہ شیطان و ملّا واقعی مفید مطلب کتابچہ ہے۔ سچ پوچھئے تو مولانا موصوف بھی اللہ کے کلام اور اس کی تاثیر پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن بھوت پریت کے خوف سے لوگ جن غیر شرعی اور بعض ہندوستانی رسومات کا شکار ہوتے ہیں۔ جیسے تیلی راجا، غیب داں بیل، جوتشی راجا، جیسی بدعقیدگی رسومات و روایات کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔

خود اپنے ہی گھر کی تبدیلی سے متعلق لکھتے ہیں میں جس گھر میں گذشتہ بیس برسوں سے ہوں لوگ اس کے بارے میں کیسی کیسی باتیں کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہاں رات ہی میں نہیں دن کو بھی شیطانوں کا اڈہ رہتا تھا۔ اس کی جانب کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنے سے بھی گھبراتا تھا۔ لیکن میں نے ہمت کر کے وہ گھر لے ہی لیا۔ وعظ کی مجالس منعقد کیں اور اہل خانہ کلام باری تعالیٰ کی قرأت میں مشغول رہے نمازوں کی پابندی رہی اور چند ہی روز میں گھر ایسا پر نور و بابرکت ہوگیا کہ کہیں اور جانے کو جی ہی نہیں چاہا۔

پاک دل اور نمازی جو رہے گھر کا گھر
گھر میں ہوتی رہے قرآں کی تلاوت اکثر
کیا مجال اس میں کسی وقت ہو شیطاں کا ذکر
یا ہو گھر والوں پہ بھوت اور شیاطین کا اثر

ہم جو ہیں دین میں کمزور تو شیطاں ہے قوی

کیوں نہ دشمن ہو قریں دوست سے جب ہے دوری

اس بند کے بعد اگلے دو بندوں میں نئے گھر میں سب سے پہلے قرآن لے جانے کی فرضی رسم اور پھر قرآن، نماز، اور دیگر فرائض سے اہلِ خاندان کی لاپرواہی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

گھر نیا لیتے ہی لے کر چلے پہلے قرآں

ہے یہ مقصود کہ شیطاں سے خالی ہو مکاں

دور قرآں سے ہو جاتا ہے بے شک شیطاں

رشکِ شیطاں ہے گنا ہوں سے مگر یہ انساں

خالی گھر میں جو چلے آگئے سب گھر والے

پھر نئی طرح، یہ گھر بھر گیا شیطانوں سے

پھر وہی عمل عملیات، ملائیت اور تعویذ گنڈے ٹونے وغیرہ کی

مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نہ عمل کرنے کو قرآں نہ تلاوت کرنے
رہ گیا ہے یہ فقط دفع شیاطیں کے لئے
یا ہے کام اس کا کہ تعویذ گلے کا یہ بنے
یا پڑھا جائے یہ نزدیک کسی مُردے کے

قدر ہائی خوب مسلماں نے کلامِ حق کی
خوب حاصل کی خدا اور پیمبر کی خوشی

بہ حیثیتِ مجموعی مولانا فاضل کی اصلاحی نظمیں کامیاب و با اثر ہیں۔ ان کی زبان سیدھی سادھی عام فہم ہے۔ ان میں قرآن و احادیث کے حوالے بھی ہیں۔ اور تاریخِ اسلام کے مناسب واقعات بھی۔

منظوم رسائل کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں شامل پند و نصائح نہایت ہی مخلصانہ و مشفقانہ انداز لئے ہوئے ہیں۔

ان کے قاری کو ان میں وعظ کی سی سختی قطعی محسوس نہیں ہوتی۔ مولانا محمد حسام الدین فاضل کی تحریر میں روانی ہے، شگفتگی ہے۔ اور اُن کا اندازِ بیاں دلچسپ ہی نہیں بلکہ موثر بھی ہے جو کوئی بھی ان کتابچوں کو پڑھنا شروع کرے تو اُنہیں ختم کرنے تک چین نہیں پاتا۔

سلسلۂ تصانیف (۲) سلسلۂ اشاعت (۹)

کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن

[illegible]

جذباتِ فاضل (حصہ سوم)

موسوم بہ

ذوقِ چائے خانہ

حضرت علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل ادیب و مولوی فاضل واعظ مشہور حیدرآبادی

سابق استاذ فقہ و تفسیر جامعہ عثمانیہ

کا

وہ لاجواب مسدس جس میں چائے خانوں ہوٹلوں چائے بازاری غذاؤں کے مضر اثرات اور تضییع اوقات و عدم تربیت اولاد کے نقصانات نہایت مؤثر و دلچسپ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں

باہتمام

نجل الفاضل محمد سعید الدین صاحب قریشی حامد فاضل مولوی منشی فاضل و بی۔ اے

ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء

مطبوعہ

نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چارکمان حیدرآباد دکن

بار پنجم (۱۰۰۰) قیمت ۲ /

خم چائے خانہ

حضرت علامہ حسام الدین فاضل کا "چائے" کے عنوان پر لکھا ہوا منظوم اصلاحی رسالہ ہے۔ اس میں چائے، چائے خانوں (ہوٹلوں) بازاری غذاؤں کے مضر اثرات، عوام الناس کی تضیع اوقات اور اولاد کی تربیت میں لاپروائی کے نقصانات وغیرہ پر نہایت مؤثر انداز میں روشنی ڈالی گئی۔

عصر حاضر میں چائے نوشی اور ہوٹل نشینی ایک فیشن بن گئی ہے لیکن آج سے نصف صدی پہلے بالخصوص سقوط حیدرآباد سے پہلے یہ دونوں چیزیں معیوب سمجھی جاتی تھیں۔ حیدرآباد میں آج بھی چند قدیم گھرانے ایسے موجود ہیں جو چائے نوشی اور ہوٹل نشینی سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ ہمارے محلّے میں ایک نہایت ہی قدیم وضعدار ڈاکٹر حلیم ہیں وہ خود تو

الگ اُن کی اولاد بھی آج تک ہوٹل میں چائے پینے سے سخت احتراز کرتی ہے۔ البتہ ڈاکٹر موصوف کے پوتے کبھی کبھی نوجوان نسل کے دوستوں کے ساتھ کسی ہوٹل میں نظر آتے ہیں۔ چائے اور چائے خانے دراصل انگریزوں کی دین ہیں۔ اُنہوں نے ہمالہ کے دامن میں پھیلے پودوں کی پتیوں سے چائے بنا کر اپنی تجارت کا ذریعہ بنایا۔ اور ہر ہندوستانی کو اس کا ایسا عادی بنادیا کہ جیسے وہ کسی جاگیردار یا نواب کی طرح افیون کے نشہ کی مانند استعمال کرتے ہیں۔ اب ہندوستان کے ہر گھر کی صبح چائے سے شروع ہوتی ہے اور شام چائے پر ختم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ چند افراد تو سونے سے پہلے رات دیر گئے بھی چائے پی کر ہی سوتے ہیں۔ چائے اور ہوٹلوں کے بعد تہذیب و معیوب رواج کو جو انگریز حکومت اور تہذیب کی دین ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے بھی اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔

کٹی عمر ہوٹلوں میں مری اسپتال جا کر

حضرتِ فاضل کی تمام دوسری اصلاحی نظموں کی طرح زیرِ نظر نظم بھی "مسدس" کے فارم میں لکھی گئی ہے۔ مسدس نظم کی وہ قسم ہے جس میں چھ مصرعے ہوتے ہیں۔ نامور نقاد و محقق ساحل احمد لکھتے ہیں

"مسمط کی تمام ہیئتوں میں اس ہیئت کو سب سے زیادہ عزت و مقبولیت ملی۔ رزمیہ شاعری کے ضمن میں اس ہیئت کے مروّج یا مستعمل ہونے میں اس کی ہیئتی توانائی معاون ہوتی۔ بیشتر حسینی اور شخصی مرثیے اسی ہیئت میں لکھے گئے ہیں"۔ ؎1

اردو کے مقبول ترین شاعر مولانا الطاف حسین حالی کی معرکۃ آرا نظم "مدّ و جزرِ اسلام" بھی اس مسدس کی تکنیک میں لکھی گئی ہے۔

؎1 ساحل احمد۔ اردو نظم اور اس کی قسمیں۔ اردو رائٹرز گلڈ۔ الہ آباد

اور مسدسِ حالی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ مولانا حالی نے اپنا مسدس قوم و اسلام کی زبوں حالی کی نشاندہی کرتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کی بیداری و اصلاح کے لئے لکھی تھی۔ شاید مولانا فاضل نے بھی قوم کی اصلاح کے لئے اپنی اس نوعیت کی نظموں کے لئے مسدس میں ہیئت کو ترجیح دی اور اپنی ساری اصلاحی نظمیں اس مسدس کے فارم میں لکھی۔

زیرِ نظر رسالے کی ابتدا میں مولانا فاضل نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ چائے نوشی ہو کہ دیگر فضول شوق ان سب کا اثر ہر انسان کی صحت و تندرستی پر پڑتا ہے۔ اور یہاں تک کہ انسان موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور موت پر اُسے اپنی قیمتی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ عمر کا ایک ایک لمحہ دُرِ نایاب ہے اور اُسے مسلمان بری عادتوں میں گرفتار ہو کر بلا وجہ کھو رہے ہیں۔ اور بربادی کا شکار ہو رہے ہیں۔

یہ بند ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں۔

گلشنِ دہر میں آسکتی ہے پھر جا کے بہار
لعل ضائع ہو تو ہو سکتا ہے پیدا سو بار
مال و زر گم ہو تو مل سکتے ہیں گنجینے ہزار
تندرستی کو بھی پا سکتا ہے کھو کر بیمار
لیکن آسکتی نہیں پھر کبھی عمرِ رفتہ
موت کے سامنے مجبور ہے ہر شاہ گدا

اور یہ بند دیکھئے

دُرِ نایاب ہے یہ عمر کا لمحہ لمحہ + جو بھی گذرا کسی تدبیر سے پھر آنہ سکا
کام میں لاؤ تو ہیں اس کے فوائد کیا کیا + اور کھو بیٹھو تو پاؤ نہ ندامت کے سوا
مگر افسوس مسلماں کو نہیں قدر اس کی
عمر برباد کیا کرتا ہے یہ کھول کر جی

پھر چائے نوشی کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ بہت سارے افراد تو دانت صاف بھی نہیں کرتے۔ منہ ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ آنکھ کھُلتے ہی چائے حلق سے نیچے اُتار لیتے ہیں۔ پھر جا کے کہیں دن بھر کے کام کے لئے تیاری شروع ہوتی ہے اس کے بعد جو چائے نوشی کے دور شروع ہوتے ہیں اس کا ذکر مولانا سے ملاحظہ فرمائیے۔

دوپہر ہی کوئی گھر سے چلے چائے خانہ
سو کر اُٹھے کوئی بستر سے چلے چائے خانہ
اہلِ دفتر اُٹھے دفتر سے چلے خانہ
کوئی بیزار ہو جو سر سے چلے خانہ

میکدے ایک طرف' ایک طرف چائے خانے
فرق یہ ہے کہیں' مخمور کہیں' فرزانے

مولانا کہتے ہیں کہ چائے خانوں اور چائے نوشوں کی حالت مے خانوں اور مے خواروں سے بدتر ہے۔ کیوں کہ مے خانہ جاتے ہوئے خوار قدرے شرماتا ہے۔ چھپ چھپ کر اندر داخل ہوتا ہے لیکن چائے نوش ہیں کہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی سے چائے خانوں کی زینت بننے کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔

چائے اور ہوٹل کے اخراجات صرف چائے پر ہی موقوف نہیں ہوتے۔ چائے کے ساتھ ہوٹل میں بسکٹ، پیسٹری کیک، پان، سگریٹ اور آئسکریم کے اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح ہر چائے نوش کی تنخواہ کا ایک بہت بھاری حصّہ چائے اور ہوٹل ہی کی نذر ہو جاتا ہے۔

چائے اور ہوٹل کے اخراجات سے متعلق ایک چائے کے دیوانے کا مضحکہ خیز واقعہ سنیئے۔

واقعہ ہے کہ چلے آتے تھے اک صاحب روز

کہ ہوں چائے خانہ کی چائے پینے سے لذّت اندوز

روز تانگے میں ہوا کرتے تھے رونق افروز

عقل چکراتی تھی انہیں دیکھ کے' آہِ دلسوز

چائے اک آنہ کی چاخانے میں پی لیتے تھے

بارہ آنے یہ سواری کے لئے دیتے تھے

چہ بات - یہ ہوئی ناچار آنے کے بندر کو بارہ آنے کی ٹوپی والی بات

اب چائے کے اقسام ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ چائے نوش کس کس

قسم کی چائے طلب کرتے ہیں ۔

کوئی کہتا ہے کہ ہاں چائے نرالی لانا + کوئی دیتا ہے صدا "لونا پیالی" لانا

کوئی کہتا ہے کہ بے دودھ کے خالی لانا + ہے کسی کا یہ ندا' پان کی تھالی لانا

چائے پی اور ہوئے بسکٹ جیسا ہضم

لیمو کو پی کے کیا خرمن بیجا سب ہضم

چائے خانوں میں آئیسکریمس کا دور بھی خوب چلتا ہے ۔ اور گھر میں حالت یہ ہوتی ہے ۔

دال کھانا بھی میسّر نہیں گھر میں تو نہ ہو
چین آتا نہیں بے آئیسکریم اس دل کو

چائے کے دیوانوں اور ہوٹلوں کے پروانوں کو اپنے گھر کے ایک معصوم کی معمولی سی چیخ بھی قابلِ برداشت نہیں ہوتی لیکن ہوٹل کے ہنگاموں، چیخ و پکار، گراموفون کی بھوں بھوں، اور بیروں کے آڈر کے راگوں سے انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی ۔

اب رمضان المبارک میں مسلمانوں کا مساجد کو ہوٹلوں کا سارنگ و روپ دینے والا المناک حال ملاحظہ ہو ۔

آیا رمضان مسلمانوں نے یہ کام کیا = کام افسوس مساجد سے لیا ہوٹلوں کا
جمگھٹا عصر سے احباب کا مسجد میں ہوا = لیجئے جمع ہیں اقسام کے کھانے یکجا

مشغلے کھانے کے پینے کے رہے مغرب سے

آگیا وقتِ تراویح، اُٹھے گھر کو چلے

آگے مذکورہ بالا منظر کا مقابلہ چند خاص ہوٹلوں سے کرتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کے لئے اظہارِ تاسف کرتے ہیں ۔

دوسرے ہوٹلوں میں دیکھ لے جاکر کوئی = کھانے پینے کے لئے آتے نہیں اک دو بھی باوجود یہ کہ ہے تعداد بھی اور وں کی بڑی = کام کے لوگ ہیں فرصت ہی نہیں ان کو ذری

وہ ہیں خوش حال بہت پھر بھی نہ جائیں ہوٹل

ہم ہیں قلاّش مگر "روز بسائیں" ہوٹل

حضرتِ فاضل کی یہ اصلاحی نظم ان کے تجربات اور مشاہدات کے عکاسی بھی لئے ہوئے ہے ۔ ایک بند میں ہوٹل کے پکوانوں میں بدنظمی" عدم نفاست" اور خراب گھی اور گوشت کے استعمال اور اُن کے کھانے سے پیدا ہونے والی متعدی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

کیا مصیبت ہے کہ جس پیالے میں کھاتے بیمار

تندرستی کو اسی سے رہے ہر دم سروکار

اس نظم میں ہوٹلوں کے حوالے سے نظم نگار نے گھر کے سر پرستوں پر ہوٹل کی مرغن غذائیں کھانے اور گھر کے دیگر افراد کے باسی کھانا وغیرہ کھانے پر بھی سخت ملامت کی ہے۔ ایک بند دیکھئے جس میں ہوٹلوں میں عیاشی کرنے والا باپ شب کو بستر پر اپنے افلاس زدہ بھوکے بیوی بچوں کی پرواہ کئے بغیر دل ہی دل میں کیا کہہ رہا ہے۔

کیا مزہ دیتے ہیں ہوٹل کے نہاری کُلچے ۔ کھائیں گے وقت سحر چل کے نہاری کُلچے

ہیں تصور میں ابھی کل کے نہاری کُلچے ۔ ہیں نہ خیبر بڑے کس بل کے نہاری کُلچے

باسی کھانا ملے بچوں کو تو پروا کیا ہے

بلکہ دو دن بھی یہ بھوکے رہیں ہوتا کیا ہے

آگے کے بندوں میں حضرتِ فاضل نے خوانچوں پر بیچے پاپڑ کھانے والوں اور

دوسری بازاری کھانوں سے لطف اندوز ہونے والوں کی بھی ملامت کی ہے۔

اب کثرتِ چائے کے نقصانات ملاحظہ فرمائیے۔

کثرتِ چائے سے اعصاب میں قوت نہ رہی = دن کو ہے بے مزگی رات کو ہے بے خوابی

اب کہاں لطفِ غذا، بھوک ہی مرجانے لگی = ہوئے بازار کے اب، گھر میں نہیں لگتا جی

گرم چاپیٹ میں ہے، منہ میں ہے پان وسگار

قابلِ رشک ہے یہ عیشِ مسلماں کی بہار

اور یہ بند

کثرتِ چائے نے برباد کیا دودھ، دہی + نہ بچا دودھ ہی، کس طرح ملے گھی اصلی

اب سبھی کھانے کو مجبور ہیں گھی مصنوعی + لطف کھانے کا گیا، خیر جگر کی نہ رہی

جاگنا رات کو ہے، دن کو ہے سونا بیکار

اور ناقص ہے غذا کیوں نہ رہیں گے بیمار

مولانا کہتے ہیں ان دنوں چائے کی عادت گویا افیون کی سی ہوگئی ہے۔

یہ نہ ملے تو چائے پینے والا مضطرب و پریشان رہتا ہے۔ اس کی توانائی وطاقت گویا سلب ہو جاتا ہے۔ چائے نہ ہو تو سپاہی کی شجاعت، تاجر کی تجارت، محافظ کی حفاظت اور قاری کی قراءت سب کچھ غائب ہو جاتا ہیں۔ یہ بند ملاحظہ فرمائیے جس میں وہ کہتے ہیں۔

ایک عالم نے بیاں مجھ سے کیا یہ قصہ
کہ کسی گاؤں میں ایک جلسۂ میلاد ہوا
ایک قاری کو کسی شہر سے بلوایا تھا
کہا قاری نے یہ جب وقت ہوا قراءت کا
میں ہوں مجبور قراءت نہیں اب ہو سکتی
نہ ملی چائے مجھے چائے کا ہوں میں عادی

ایک اور بند کا یہ شعر دیکھیے۔

بزمِ مولود ہو یا جلسۂ میلادِ رسولؐ = چائے نوشی میں مسلمان ہیں ہر دم مشغول

اپنی اس اصلاحی نظم سے مولانا موصوف لاپروا، غافل اور علم سے بے بہرہ قوم کو خوش فہمی سے باہر نکل آنے اور علم و عمل کی جانب رجوع ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی اس نظم میں تاریخِ اسلام کے حوالے بھی دیئے ہیں اور دبدبۂ فاروقی، فتحِ تُرکی، عباسیوں کی فوج کشی، محمود کی بُت شکنی، اور شہید اعظم ٹیپو سلطان کے رعب کا حوالہ دیتے ہوئے دورِ حاضر میں مسلمانوں کی زبوں حالی پر آنسو بہاتے ہیں۔

اب مسلماں ہیں، افلاس ہے، نادانی ہے

فاقہ ہستی ہے بطالت، پریشانی ہے

اس اصلاحی نظم کے آخر میں تو مولانا فاضل نے کمال ہی کر دیا ہے۔ موصوف پست اقوام کا مقابلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک درزی کو سینے سلانے کی دھن ہے ایک حجام اصلاح بنانے میں مصروف ہے۔ ایک دھوبی کو فقط کپڑے دھونے دھلانے سے کام ہے۔ بہر حال پست اقوام کمانے کی دھن میں ہیں

اور ہم ہیں کہ باپ دادا کی کمائی پر تکیہ کئے ہوئے ہیں ۔غفلت کے گڑھے میں گرے ہوتے ہیں ۔مسدس کا یہ آخری شعر ملاحظہ فرمائیے ۔

دین سے کام نہ دنیا سے سروکار اُسے
صُرفت اوقات گذاری کا ہے آزار اسے

بہرحال مولانا محمد حسام الدین فاضل کی اصلاحی نظم ''ذوقِ چائخانہ'' ایک اچھی اور کامیاب نظم ہے ۔اس میں چائے نوشی اور چائے خانوں (ہوٹلوں) کے پس منظر میں مولانا موصوف نے مسلم معاشرہ کی بہت ساری کوتاہیوں کی جانب بھی فنکارانہ انداز میں اشارہ کیا ہے ۔ خدا کرے مولانا کی یہ دُعا کامیاب و باثر ہوجائے ۔ اور ہم سب چائے نوشی اور دیگر بری عادتوں سے اپنے آپ کو دور سے دور تر کرتے چلے جائیں اور علم، محنت، مشقت اور وقت کا صحیح استعمال کرتے ہوئے پھر ساری دنیا کے سینے پر اپنی فتح و کامرانی کا علم لہرائیں ۔

سلسلۂ تصانیف (۲۰)

سلسلۂ اشاعت (۱۰۲)

[illegible]

جذبات فاضل (حصہ دوم)

موسوم بہ

تفاحش زنا و امرد پرستی

مصنفہ

علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل حیدرآبادی سابق استاذ جامعہ نظامیہ

کے

وہ قابل قدر مضامین [illegible] زنا کاری و امرد پرستی کے تباہ کن نقصانات [illegible] بیان کئے گئے ہیں اور [illegible] کے حالات بتاتے ہوئے ان سے بچنے کی نہایت مؤثر اور دردانگیز انداز میں ترغیب دی گئی ہے

باہتمام

مجلس اشاعت [illegible] (مولوی [illegible] ایم اے)

[illegible]

مطبوعہ [illegible] پریس [illegible] حیدرآباد دکن

تعداد (۱۰۰۰) قیمت ۲ ر

تفاحشِ زنا و امرد پرستی

مولانا محمد حسام الدین فاضل کی تیسری اصلاحی نظم "تفاحشِ زنا و امرد پرستی" ہے۔ جس میں مولانا موصوف نے زناکاری و امرد پرستی کی برائیوں پر بڑی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اسلام میں زناکاری و امرد پرستی حرام ہے۔ زنا لاکھوں سیہ کاریوں کا سرچشمہ ہے۔ اس ایک جرم کے لئے آدمی ان گنت دوسرے جُرم کا بھی شکار ہوجاتا ہے۔ اس سے انسان کا شباب تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔ اس سے بدنامی و ذلت کے سوا کچھ اور نہیں ملتا۔ اللہ کے رسولؐ کا ارشادِ گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا فاضل لکھتے ہیں۔

رسولِ پاک نے فرمایا جو کرے گا زنا = گھٹے گی عمر کمی رزق میں وہ پائے گا

فقیری آئے گی ہوگا ذلیل و خوار سدا = کرے گا اس پہ غضب روزِ حشر ربُ العُلا

بڑی ہی شدت و سختی سے ہوگا اُس کا حساب

سہے گا نارِ جہنم میں دردناک عذاب

زنا دراصل کئی امراض اور برائیوں کی جڑ ہے۔ جہاں زنا کی کثرت ہو وہاں طاعون جیسی جان لیوا بیماری پنپتی ہے۔ قتلِ عام عام ہوجاتا ہے۔ لیکن زنا بجائے خود ایک قتل سے بڑھ کر ہے۔ ایک حدیثِ پاکؐ کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا فاضل لکھتے ہیں۔

حدیث میں ہے 'زنا قتل سے بھی بڑھ کر ہے

سوائے شرک' ہر اک جُرم سے یہ بدتر ہے

زنا کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے۔ جب آدمی زنا سے نظر ملالے تو وہ شیطان سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔ عورتیں سرِ بسر فتنہ ہوتی ہیں۔ اور مردوں کو ان سے دور ہی رہنا چاہئیے۔ جب کوئی مومن زنا کو گلے لگالیتا ہے تو ایمان اُس سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے۔

زیر نظر اصلاحی مسدس میں مولانا فاضل نے زنا سے پیدا ہونے والے تمام امراض کا ذکر فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک زناکار جنون سرسام اور فالج میں تھا مبتلا ہوتا ہے لیکن یہ امراضِ خبیثہ کا بھی شکار ہوجاتا ہے۔

مرد اگر چاہے تو اپنے آپ کو زنا سے بچا سکتا ہے۔ مولانا فاضل حضرتِ یوسفؑ اور زلیخاؒ کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہا تھا حضرتِ یوسف کو یوں زلیخا نے
سنو یہ بات مری ورنہ جیل جاؤ گے
کیا تھا عرض یہ یوسف نے حق تعالیٰ سے
پسند قید، بُرا کام ناپسند مجھے
ترا حال زنا کر کے جیل جاتا ہے
سیاہ کاریوں میں زندگی گنواتا ہے

آگے ایک کوٹھے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نظر جو ڈالیئے مجمع یہ جمع ہیں یک جا
نواسے نانا، بھتیجا چچا، پسر، ابّا
ہیں دادا جان بھی پوتے کے ساتھ جلوہ نما
ہوئے ہیں جمع یہیں دوستانِ صدق و صفا
مگر غضب ہے یہ سب ایک دلربا پہ مریں
نہ بیٹے ماں سے نہ ابّا بہو سے شرم کریں

اب یہ دو بند ملاحظہ فرمائیے۔ جن میں مسلمانوں کا ادنیٰ نوکرانیوں سے لگاؤ اپنا مذکور ہے۔ نوابی اور جاگیردارانہ دور میں مسلم نوابوں اور جاگیرداروں کی دھیڑ بنیوں، اور پست اقوام کی عورتوں سے زناکاری کسی سے ڈھکی چھپی ہوئی بات نہیں ہے۔ انھیں واقعات کو مولانا نے یوں بیان فرمایا ہے۔

حسین بی بی سے ہر روز کی لڑائی ہے
کہ خادمہ پہ طبیعت میاں کی آئی ہے

وہ بات اس میں ہے بی بی میں کیا وہ پائی ہے
نہ یہ ادا نہ یہ شوخی نہ یہ صفائی ہے

فدا ہے جان و دل اس کالی کالی صورت پر
نگاہِ شوق کہاں جسم کی غلاظت پر

اسلام ذات پات کی تقسیم سے مبّرا ہے۔ مگر مردار کھانے اور سیندھی شراب پینے سے منع کرتا ہے۔ ذیل کے بند میں گھر کی بی بی کا مقابلہ مردار خور اور سیندھی شراب پینے والی پست اقوام عورتوں سے کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا کہ اول الذکر میں یہ ساری باتیں کہاں سے آئیں گی۔

کہاں ہے بی بی جو مردار گھونس کھاتی ہو
کہاں ہے بی بی جو پی کے سیندھی آتی ہو

کہاں ہے بی بی جو دس دس کے پاس جاتی ہو

کہاں ہے بی بی جو دوزخ کا منہ دکھاتی ہو

کہاں ہے بی بی جو برباد نسل واصل کرے

ملائے دھیڑوں سے اپنوں کا رشتہ فصل کرے

اس نظم میں زنا سے بچنے کے لئے ایک نوجوان کا چھت سے کود کر جان دینے والا قصہ ایمان کی پختگی کا اچھا نمونہ لئے ہوئے ہے۔

اس قصے کی تفصیل کے فوری بعد یہ بند دیکھئے گا۔

یہ بند دیکھئے۔

کبھی حسینوں سے بھی بھاگتا مسلماں تھا = عزیز اس کے یہاں جسم وجاں سے ایماں تھا

وہ شاہزادیوں کے پاس سے گریزاں تھا = زنا کے نام سے حیرت زدہ پریشاں تھا

مگر ہے اب وہی مسلم فدا لعینوں پر

گناہگار نظر اس کی ہے مکینوں پر

آگے زنا کی گرم بازاری کی عبرت ناک تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

کہیں ہیں باپ کی بیوی سے ازدواج بہم

کہیں ہے بھائی بہن میں یہ رشتۂ محکم

کہیں ہے باپ میں بیٹی میں لاگ ہائے ستم

کہیں ہے سالی پہ بیوی کی زندگی میں کرم

کہیں ہے غیر کی منکوحہ سے سلام و پیام

کہیں ہے برسرِ بازار والہانہ کلام

سابقہ اصلاحی نظموں کی طرح زیرِ نظر نظم میں بھی مولانا فاضل نے تاریخِ اسلام کے چند نمونے پیش کئے ہیں۔ نوشیروانِ عادل کا قصہ ملاحظہ فرمائیے۔

یہ حال لکھا ہے نوشیروانِ عادل کا

جو سامنے کبھی نرگس کا پھول بھی ہوتا

نہ لیتا شرم سے خود اپنی بی بی کا بوسا
وہ کہتا یہ بھی ہے گویا کہ دیکھنے والا

وہاں یہ شرم یہاں سینما کا مجمع عام
ہوں بوس بازیاں پردے پہ، شرم کا ہے مقام

تاہم حضرت حسام الدین فاضل کی یہ نظم "تفاحش زنا" بھی ایک کامیاب و قابلِ قدر نظم ہے۔ اور مسلمانوں اور اہلِ ایمان کے لئے نہایت ہی مفید مطلب بھی۔

آئیے اب رسالے کے دوسرے حصے کی جانب چلیں۔

جس میں مولانا موصوف نے "امرد پرستی" کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اور مسلم معاشرہ کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔

زناکاری کی طرح امرد پرستی بھی اسلام میں حرام ہے۔

زنا کی طرح امرد پرستی کے لئے بھی مولانا فاضل نے سینما ہی کو موردِ الزام

ٹھہرایا ہے ۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان بدکاریوں کے ئیے نئی نسل کی پرورش میں ماں باپ کی لاپروائی ' استادوں میں ایثار و قربانی کی کمی اور قوتِ علم پر عملِ نفسانی کے غلبہ وغیرہ کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ بند ملاحظہ فرمائیے ۔

آہ ماں باپ کی بچوں پہ نہیں نگرانی
آہ استادوں میں ایثار نہ وہ قربانی
آہ ہر سمت ہے ہنگامۂ بد عنوانی
قوتِ علم پہ غالب عملِ نفسانی

اب نہ بچوں میں وہ اخلاق وحیا کے انداز
نوجواں آہ حمیت میں نہیں ہیں ممتاز

اقوامِ عالم میں لوط کی قوم امرد پرستی کی بُری طرح شکار رہی ہے ۔ اور اس کا حشر بھی بڑا عبرت ناک رہا ہے ۔ اللہ کے رسولؐ نے بھی

اس قومِ بدکار کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ اور بیشتر جگہ اس کی مذمت کی ہے۔ یہ بند ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ فاضل کہتے ہیں۔

لوط کی قوم پر اس کام سے پتھر برسے
ہم ہیں محفوظ تصدق میں شہِ عالمؐ کے
شہؐ نے فرمایا اس اُمت میں جو لوطی ہوں گے
حق قیامت میں نہ دیکھے گا انہیں رحمت سے
کرے شہوت سے جو امرد کی طرف ایک نگاہ
رہے دوزخ میں چہل سال عیاذاً باللہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امرد پرستی کی سخت سے سخت تر لہجے میں مذمت کی ہے۔ آپؐ کا ارشادِ گرامی یہ تھا کہ جس نے امرد کا بوسہ لیا وہ گویا اپنی ماں سے کئی بار زنا کیا۔ ایک بار لوطیوں کا ایک وفد بارگاہِ خیر الانامؐ میں پہنچا جس میں ایک حسین وجمیل لڑکا تھا۔ حضورؐ نے اُسے

بُلا کر اپنی پُشت کے پیچھے بٹھایا۔ اللہ اللہ جب اللہ کے رسولؐ نے اتنی احتیاط برتی تو ہم پر بھی یہ احتیاط لازمی ہو جاتی ہے۔

مولانا موصوف نے آگے حضرتِ عیسیٰؑ کا بھی ایک واقعہ قلمبند کیا ہے جو ذیل کے بند میں شامل ہے۔

دیکھا عیسیٰؑ نے ہے اک مرد کے پیچھے شعلہ
پھر جو دیکھا تو ہے مرد آگ، وہ شعلہ لڑکا
کبھی اس سے اُسے، اُس سے اِسے جلتے دیکھا
پوچھنے پر کہا" اس مرد نے اے روحِ خدا
کیا کہیں آپ سے ہم دونوں ہیں فاعل مفعول
اس سزا میں ہیں پس مرگ ہمیشہ مشغول

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ امرد پرستوں کا انجام بڑا ہی دردناک اور عبرتناک ہوگا۔ یہ قبر میں خنزیر کی شکل پائیں گے۔

امرد پرستی اتنا بدترین گناہ ہے کہ اس کی سزا کا کفارہ بھی نہیں ہے ۔ امرد پرست کو کوڑوں کی طاقت پاک کر سکتی ہے نہ سنگساری ہی ۔ اسے معاف کرا سکتی ہے ۔ اور نہ اسے قتل کر کے اس کا یہ گناہ دھویا جا سکتا ہے ۔ اسے کسی نہ کسی طرح محشر میں عذاب حق تعالیٰ کا سامنا رہے گا ۔

اپنی اصلاحی نظم " زنا کاری و امرد پرستی " کے آخر میں مولانا نے زلزلہ کا واقعہ بیان کیا ہے ۔ جس میں انہوں نے ملبے سے نکلی ہوئی لاشوں سے متعلق کچھ لکھا ہے ۔ اسے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے ۔

لاشے پیوستہ تھے وہ مر کے ہوئے یوں رسوا
پر عجب یہ ہے کہ دونوں میں عجب رشتہ تھا
ایک شاگرد تھا، تھا دوسرا استاد اس کا
واہ تعلیم کا دونوں نے اثر خوب لیا

آپ بیٹھے ہیں حقیقت میں یہ شاگرد استاد

جب ہوا ان دونوں میں یہ کام نہ ہوں کیوں برباد

بہر حال مولانا محمد حسام الدین فاضل کی سابقہ اصلاحی نظموں کی طرح یہ نظم بھی جو زنا اور امرد پرستی کے موضوعات سے متعلق ہے۔ کامیاب و مفید مطلب ہے۔

امرد پرستی دراصل اہل مغرب میں عام ہے۔ بعض ممالک میں تو ایک مرد کو دوسرے مرد سے شادی کی اجازت ہے۔ میں نے ابھی چند دن پہلے اخبارات میں پڑھا تھا کہ کسی ملک میں ایک چرچ کا پادری ہے۔ جو اپنے ایک دوست کو بچپن سے جا جان سے چاہتا ہے۔ اور خواہشمند ہے کہ اگر اس کا ملک اسے مرد سے مرد کی شادی کی قانونی اجازت دے تو وہ اپنے دوست سے شادی رچانے کے لئے بھی تیار ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ایسے مذہبی رہنماؤں پر خدا کی مار۔

سینما کے کرشمے

حضرت علامہ حسام الدین فاضل کی اصلاحی نظم کا دوسرا رسالہ "سینما کے کرشمے" میں ہے۔ یہ بھی مسدس کی ہیئت میں ہے۔ حضرتِ فاضل نے اس میں سینما بینی کی خرابیاں بتانے کی کوشش کی ہے اور اس کے تئیں مسلم معاشرہ کے جنون کی حد سے بھی بڑھ کر شوق کو الگ الگ مواقع پر الگ الگ ڈھنگ سے ضبطِ تحریر میں لایا ہے۔

سینما کے کرشمے کے اولین دو تین بند وہ ہیں جس میں مولانا نے رنج و غم اور خوشی و مسرت کا تقابل کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ جہاں انجام رنج و غم، مسرت اور راحت ہے وہیں خوشی کی انتہا بھی غم ہی ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ عیش و عشرت اور مال و حکومت کے نشہ میں آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ

خدا کو بھی بھلا بیٹھتا ہے۔ مگر جب یہ حکومت یہ دولت ہاتھوں سے نکل جاتی ہے تو یہ ساری خوشیاں سو سو طرح کے رنج وغم میں بدل جاتی ہیں۔ ایک بند کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

گئی دولت حکومت چل بسی بربادیاں آئیں
خوشی کی ساعتیں سو سو طرح کے رنج وغم لائیں

غم وخوشی کی اس وضاحت کے بعد مولانا سینما بینی کی جانب رجوع ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سب راحت طلب' زحمت اُٹھانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ رنج اُٹھانے کے لئے مستعد رہیں۔ تم جس شورِ ماتم کو راگ سمجھ رہے ہو' گانا سمجھ رہے ہو۔ یہ سب بے سود و بیکار ہے۔ یہ تھیٹر تمہیں درد والم کے طوفان میں ڈھکیل دے گا۔ یہ شعر دیکھئے۔

یہ کثرت سینما کی سین عبرت کے دکھائے گی
تماشائی کو خود عبرت گہِ دوراں بنائے' گی

سینما بینی واقعی ایک اخلاقی جُرم ہے ۔ ماضی میں خاندانوں کے سرپرست تو الگ لڑکے اور لڑکیاں بھی سینما بینی سے کترا تی تھیں ۔ لیکن ان دنوں سینما بینی ایک فیشن ہوگئی ہے ۔ بچّے، بوڑھے جوان سب کا گویا روزمرّہ بن گئی ہے ۔ اب خاندان کے سرپرست اپنی بیوی بچّے اور بچیوں کے ساتھ فلم دیکھنا اپنے لئے باعثِ افتخار سمجھتے ہیں ۔ مولانا فاضل سینما بینی کو بھی عیش و عشرت کا سامان سمجھتے ہیں اور مسلم معاشرہ کو سینماؤں پر خرچ کئے جانے والے پیسے کو بیواؤں، مصیبت زدہ مسلم بھائیوں، معذرین و غربت کے ماروں اور ضعیف و کمزور افراد پر خرچ کرنے کی تلقین کرتے ہیں ۔ یہ بند دیکھئے ۔

کہتے ہیں ۔

مسلمانو! تمہارے بھائی لاکھوں ہیں مصیبت میں

ہیں بیوائیں ہزاروں بیکسی کے رنج و آفت میں

یتیم آوارہ ہیں برباد ہیں معذور غربت میں

ضعیف و ناتواں کتنے پڑے ہیں درد و کلفت میں

مگر تم ہو کہ عمر اپنی بسر عشرت میں کرتے ہو

کروڑوں روپیہ اس سینما تھیٹر میں بھرتے ہو

مولانا موصوف آگے تھیٹر والوں کی لاکھوں کی کمائی ' اداکاروں ' اور اداکاراؤں ' کے ڈھیر سارے معاوضوں اور ان کی قیمتی لباسوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا اپنا کیا مقابلہ ہمارے آبا و اجداد کی کمائی صرف بارہ روپیئے ہر ماہ ہے اور ہماری مائیں ہیں کہ جسم پر میلا کپڑا ڈالے ہوئے رہتی ہیں۔ اب بزرگوں کی سوانح اور ایکٹریسوں کی پریم کہانیوں کا تقابل ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں۔

نئی تہذیب دیکھو یہ نئی شائستگی دیکھو

سوانح عمری اک ایک اکٹرس کی بھی مدوّن ہو

دکھائے جائیں ہر اک عضو میں انداز ہیں جو جو
تصاویر اور بھی عریاں کریں اس فتنہ ساماں کو
کتابیں یہ گراں تر بھی ہوں تو بک جائیں لاکھوں ہی
بزرگوں کی سوانح لے نہ دو آنے میں بھی کوئی

اب یہ دو بند ملاحظہ فرمائیے۔ کتنی سچائی اور حقیقت لئے ہوئے ہیں یہ اپنے دامن میں۔ آج کے مسلم نوجوان تھیٹر اور فلم بینی کے جنون میں جلسۂ میلاد ہی سے نہیں کتراتے بلکہ جمعہ کی نماز بھی ناغہ کرکے تھیٹر آباد کرتے ہیں۔ مولانا کہتے ہیں۔

محلے میں اگر ہو جلسۂ میلادِ آنحضرتؐ
دو آنے اس کے چندے میں ادا کرنے کو ہو دقت
رہے جلسہ مکاں کے پاس آنے کو نہ ہو فرصت
کہیں احباب چلنے کو تو آئے جنگ کی نوبت

غرض بربادیوں کی سمت جانا اور لے جانا
مقامِ خیر و برکت میں نہ لے آنا نہ خود جانا

خطیبِ جمعہ جس دم دے رہا ہو خطبہ منبر پر
کھڑے ہیں آ کے مسلم سینما گھر کے ٹکٹ گھر پر
اُدھر سر جھک رہے ہیں' نعرۂ اللہ اکبر پر
ٹکٹ لینے کی گڑبڑ میں اِدھر زخم آ گئے سر پر

یہ قدرِ جمعہ ہے' یہ سیدِ ایام کی توقیر
کہ دن بھر سینما کے شغل کی ہوتی رہی تدبیر

بعد ازاں اللہ کے رسول کے حکم کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

رسولِ پاک کے احکام کے سو جان سے صدقے
کہ ہر اک حکم میں پوشیدہ سود فقرہیں حکمت کے

کیا ہے منع ہر ذی روح کی تصویر لینے سے
حقیقت کھل گئی نقصان تصویروں کے جب دیکھے

قیامت خیز فتنہ ہے یہ تصویروں کی کثرت کا
بپا ہے عشق کا طوفان' عالم ہے قیامت کا

پھر آگے تصویر کشی' تصویروں کی نمائش اور ان کی برہنگی وغیرہ کی ملامت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سینما بھی انہیں تصاویروں کا ایک کرشمہ ہے جن پر لاکھوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے اور جس کا بیشتر حصہ مسلمان ہی ادا کرتے ہیں۔

یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

فلم لاکھوں کے ہیں' ہے سینما کا خرچ لاکھوں کا
مسلماں ہی دیا کرتے ہیں اس کا بیشتر حصہ

اب یہ بند دیکھئے۔

لوگ فلم کے ایکٹریسوں کے وصال کے کیا کیا خواب سجاتے ہیں اور ان کی تصاویر سینے سے لگا کر کس طرح تصور میں کیا کیا کر جاتے ہیں۔

بہت سوں کی ہیں وصالِ یار کی راتیں
پڑھا وہ باب ناول کا بیانِ وصل ہو جس میں
تصور میں ہے کوئی اکٹرس پہلو میں تصویریں
یہ منظر دیکھ کے کیوں کر نہ عقل و ہوش شرمائیں
گنواتے ہوں جو راتیں اس طرح موہوم عشرت میں
زمانے میں وہ کیا ممتاز ہونگے علم حکمت میں

مولانا محمد حسام الدین فاضل کی اصلاحی نظموں میں ایک شاعرانہ کمال یہ بھی ملتا ہے کہ موصوف جب کسی بند میں مسلم معاشرہ کی کوئی خامی بتاتے ہیں تو اس کے بعد کے بند میں تاریخ اسلام سے اور مسلم معاشرہ کے پاک وصاف دور سے کوئی ایسی مثال بھی پیش کرتے ہیں۔

جو دیکھو مجھے دیدۂ عبرت نصیب ہو۔ کے مصداق ہوتی ہے۔

اب مولانا کا یہ بند دیکھئے۔

زمانے میں کبھی ایسے بھی تھے شرم و حیا کے دن
تخیّل پاک تھا ہر ایک کا گندہ نہ تھا باطن
جواں ہونا تو کیا ہوتا اگر پچیس کا بھی سن
نہ تھا معلوم حالِ مرد و زن ایسے بھی تھے مومن
جو تجویزیں نہ ہو سکتی تھیں پہلے پیرِ پُر فن سے
سنیما کے طفیل اب کرتے ہیں بچّے لڑکپن سے

مولانا فاضل شب و روز اپنی عبادات اور اپنے درس و تدریس کی ذمہ داریوں میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ اپنے اطراف اکناف سے بے خبر بھی نہیں تھے۔ آپ اپنی آنکھیں کھلی رکھتے تھے اور اپنے معاشرہ کی تمام تر خرابیوں کا بے راہ روی کا مشاہدہ بھی کرتے تھے۔

سینما بینی کے غلط اثرات سے متعلق انہوں نے ان بیاہی بچیوں کے معاشقے، بغیر والدین کی رضامندی اجازت کی شادیاں، شوہروں کا ایکٹریسوں پر فدا ہونا، اور اپنی بیوی سے دوری اختیار کرنا، یہاں تک کہ طلاق بھی دینا، بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر تھیٹر نکل جانا اور وہاں سے کہیں اور گھوم کر شوہر کے خوف واحترام کے بغیر جب جی چاہے گھر لوٹنا، اسکول کے بچے بچیوں کا فلمی گیت گانا اور ان کی نقلیں اتارنا، مردوں کا زنانی رول ادا کرنے پر فخر کرنا وغیرہ کا تفصیلی جائیزہ پیش کیا ہے۔ آخر میں مولانا کا یہ فرمان بجا ہے کہ یہ سینما بینی سے لوگ سمجھتے ہیں کہ انہیں خوشی ومسرت کے خزانے مل رہے ہیں۔ لیکن ہر دنیوی خوشی کا انجام رنج وغم ہے۔ مولانا اساتذۂ سخن کے کلام کا بھی وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں سینما سے جھوٹی خوشی حاصل کرنے والوں کے لئے استاذ ذوق کے شعر کے حوالے سے کہتے ہیں۔

نہ ہوں مسرور احبابؔ ہے بُرا انجام شادی کا

بجا ہے سینما پر ذوقؔ کا یہ شعر برجستہ

خوشی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا

کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

خوشی کس کام کی انجام جس کا رنج و کلفت ہو

بڑی اچھی وہ آفت جس کے آخر عیش و راحت ہو

علامہ محمد حسام الدین فاضل کی ان اصلاحی نظموں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ان میں پند و نصائح ضرور ہیں۔ لیکن ان میں واعظوں کی سی "خشکی" اور سختی و تنبیہہ نہیں ہے۔

مولانا نے نہایت دلچسپ انداز میں اُمتِ مسلمہ کو اُن کی کوتاہیوں سے آگاہ کرتے ہوئے نہایت ہی نرم و دلکش انداز میں اُنہیں راہِ راست پر لانے کی سعی کامراں فرمائی ہے۔

تاہم ''ذوقِ چائے خانہ'' کی طرح مولانا حسام الدین فاضل کی زیرِ نظر اصلاحی نظم ''سینما کے کرشمے'' بھی کامیاب و مفید مطلب شعری تخلیق ہے۔

مسلسل　　جزو اول

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے تم پر ایسی کتاب اتاری کہ ہر چیز کا بیان کرنے والی ہے

تفسیر فاضل

(المعروف بہ)

حسام الاعجاز

(یعنی)

قرآن پاک کی نہایت جامع و مفصل تفسیر

شان نزول و احکام، اسرار و معانی، لغات و نکات، فضائل و خواص کا بالتفصیل بیان

مخالفین اسلام، بدعقیدوں کے اعتراضات کے مدلل جوابات

(مصنفہ)

حضرت علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل حنفی مدظلہ

ادیب مولوی فاضل واعظ مشہور و سابق استاذ جامعہ عثمانیہ

(باہتمام)

نجل الافاضل محمد حمید الدین حسامی عاقل مولوی منشی فاضل (بی اے)

بماہ ربیع الآخر ۱۳۷۲ھ م نومبر ۱۹۵۲ء

مطبوعہ نخشل پرنٹنگ پریس چار کمان حیدرآباد دکن

ہدیہ فی جزو (۴ر)

بار پنجم ۱۰۰۰

مولانا حسام الدین فاضل کی نثر نگاری

مولانا حسام الدین فاضل ایک اچھے، سچے اور کامیاب شاعر ہی نہیں تھے بلکہ ایک باصلاحیت نثر نگار بھی تھے۔ اردو زبان و ادب کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اکثر اہلِ قلم اپنا تخلیقی سفر شاعری سے شروع کرتے ہیں اور تمام دمِ حیات شاعری ہی کرتے ہیں۔ نثر کی طرف کبھی متوجہ نہیں رہتے۔ اردو کے اہلِ قلم کو شاعری کے ساتھ نثر نگاری کی جانب بھی متوجہ رہنا چاہیے کہ اردو ادب کا دامن ان کے شعری و نثری دونوں جواہر پاروں سے بھرا بھرا اور سجا دھجا رہے۔

مولانا فاضل ایک عالمِ دین تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری کو دینی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ان کے شعری سرمائے میں نعتوں

کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ اصلاحی نظمیں بھی ملتی ہیں۔ اس طرح مولانا موصوف نے اپنی نثر کے لئے بھی دینی اور اصلاحی موضوعات کے استعمال ہی کو بہتر جانا۔ اور اس میدان میں اپنی انشاپردازی کا جو کمال دکھایا وہ قابلِ صد قدر و تحسین ہے۔

مولانا حسام الدین فاضل کے نثری سرمائے میں ان کے شعری سرمائے کی طرح تخلیقات و تصانیف کی ایک کثیر تعداد ملتی ہے۔ مولانا فاضل کی نثری تصانیف کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(۱) تفسیر فاضل (۲) تذکرۂ ابوبکر صدیقؓ (۳) تذکرہ عمر فاروقؓ (۴) حضرت عثمانؓ (۵) تذکرہ علی مرتضیٰؓ (۶) تذکرہ حسنؓ (۷) تذکرہ حضرت حسینؓ (۸) تذکرہ خدیجۃ الکبریٰؓ (۹) تذکرہ عائشہؓ اور (۱۰) تذکرہ سیدنا مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا حسام الدین فاضل کی نثری تصانیف و تذکرات کا جائزہ لینے سے پہلے نثر کی تعریف اس کی اقسام اور اس کے اسلوب پر بھی

ہلکی سی روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

زبان انسان کی صلاحیتِ نطق کا امتحان ہے۔ اور نثر اس صلاحیت کی پہلی مربوط اور منظم شکل ہے۔ ابتدائے آفرینش سے انسان نے نثر ہی کو اپنے خیالات، جذبات، اور احساسات کی ترسیل کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور یہ دراصل سماجی اور معاشی ضرورتوں کی ناگزیر ایجاد ہے۔ جس کے بغیر انسانی زندگی کی گاڑی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زبان کے ادب کی ابتداء شاعری ہی سے ہوئی ہے۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب انسان کو ادبی تخلیق کا خیال آیا۔ تاریخِ انسانیت شاہد ہے کہ انسان نے اپنے خیالات، اپنے احساسات، اپنے تجربات اور مشاہدات کے اظہار کے لئے سب سے پہلے نثر ہی سے کام لیا۔

نثر کی سب سے آسان تعریف یہ ہے کہ یہ نظم کی ضد ہے۔

نظم کے لئے "وزن" لازمی عنصر ہے۔ روایتی طور پر قواعد کی پابندی، وزن موسیقیت شاعری کے اوصاف نمایاں ہیں۔ جب کہ نثر الفاظ کی غیر موزوں معنی خیز اور مناسب ترین ترتیب کا نام ہے۔

ارباب علم وادب نے نثر کی کئی اقسام بتائی ہیں۔

(۱) مرجز (۲) مقفٰی (۳) مُسجع (۴) عاری۔ پھر معنی کے اعتبار سے بھی اسے چار اقسام میں بانٹا گیا ہے۔

(۱) سلیس (۲) سادہ (۳) سلیس رنگین (۴) دقیق سادہ اور دقیق رنگین۔

ڈاکٹر زور مرحوم نے محاورتی نثر، الہامی نثر، انشائے لطیف کی شاعرانہ نثر اور مزاح نگاری کی گلابی اردو نثر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک اور ماہر لسانیات ڈاکٹر حامد حسین نے نثر کی جو چار اقسام بتائی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) کلامی نثر (۲) بیانیہ نثر (۳) استدلالی نثر (۴) ادبی نثر

بہر حال اردو کے مختلف دانشوروں نے نثر کے اقسام کی اپنے اپنے طور پر تقسیم کی ہے۔ اب آئیے نثر کے اسلوب پر ایک نظر ڈالیں۔

اسلوب کے لغوی معنی طرز، اسٹائیل اور پیرایہ کے ہیں۔ اصطلاحاً اسلوب کسی ادیب کے انفرادی انداز بیان یا طرز اظہار کو کہتے ہیں۔ جو اس ادیب کی پہچان بن جاتا ہے۔ اسلوب دراصل لکھنے والے کی شخصیت کا عکس ہوتا ہے اور وہ اپنے اسلوب ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اسلوب کی تشکیل میں سب سے زیادہ اہمیت مصنف کی شخصیت کی ہے۔ اسلوب شخصیت کا لباس اور الفاظ کا کردار ہے۔ کوئی اسلوب مصنف کے رنگ کے بغیر بے رنگ ہوتا ہے۔ اچھا یا بُرا اسلوب خود اپنے لکھنے والے کی غمازی کرتا ہے۔ اسلوب ادیب کے ذہن و دماغ کا آئینہ دار ہوتا ہے جس میں اُس کی

شخصیت جھلکتی ہے۔ وہ جس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے ان سے اُس کی افتادِ طبع کا پتہ چلتا ہے۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ایک جگہ لکھا ہے کہ وہی اسلوب بہترین خیال کیا جاتا ہے جس میں گوناگوئیوں اور رنگینیوں کی کثرت پڑھنے والے کو مسرت اور حیرت میں ڈال دے۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ نثر کو مختلف اقسام میں بانٹا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلوب کو بھی ان گنت اقسام میں بانٹا جاتا ہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) سادہ اسلوب (۲) مرصع اسلوب (۳) شگفتہ اسلوب
(۴) طنزیہ اسلوب (۵) بیانیہ اسلوب (۶) محاوراتی اسلوب
(7) رومانوی اسلوب۔ وغیرہ۔

نثر کے متعلق ضروری تمہیدی مقدمات کے اس پس منظر میں ہم سب سے پہلے مولانا حسام الدین فاضل کے نثر پاروں میں ان کی تفسیر قرآن کا جائزہ لیتے ہیں۔ جو متعدد مختصر رسالوں کی صورت میں شائع ہوئی ہے۔

تفسیر کے معنی تشریح و وضاحت کے ہیں۔ اصطلاحاً اسے قرآن شریف کی شرح کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ عرب کے مایہ ناز فصیح اللسان و بلیغ الکلام شعراء بھی اس کو پڑھ کر انگشت بہ دندان رہ گئے۔ سورۃ الکوثر کی تین مختصر ترین آیات کو پڑھ کر عرب کا نامور شاعر امراء القیس یہ لکھنے پر مجبور ہوگیا تھا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

قرآنِ مجید کے بیشمار تراجم اور تفاسیر آج موجود ہیں۔ ان کی تعداد چھ ہزار سے زائد بتائی جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم کے تراجم تمام بین الاقوامی زبانوں میں ملتے ہیں۔ ہر مترجم و مُفسّر نے اپنے طور پر جو کچھ سمجھا قلم بند کردیا۔ لیکن اس کے باوجود قرآنِ کریم کی وضاحت و تشریح آج بھی باقی ہے اور باقی رہے گی اور تاقیامت رہے گی۔ قرآنِ مجید خود بھی دعوت دیتا ہے کہ اس پر مختلف انداز سے غور و فکر کیا جائے کہ اس کے اسرار و رموز اس کے پڑھنے والے پر اس پر سوچنے والے پر پوری طرح کھل سکیں۔

قرآنِ حکیم کی تفسیر کار آساں نیست۔ اس میں اگرچہ ذرا سی بھی لغزش ہو جائے تو اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ قرآنِ حکیم کی تفسیر کے لئے چند اُصول متعین کئے گئے ہیں۔ جو حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) تفسیر قرآن بالقرآن ۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے ۔ اس کی تفصیل اس طرح ہوگی ۔ قرآن مجید ایک مقام پر کسی بات کو اجمالاً بیان کرتا ہے ۔ تو دوسرے مقام پر اس کی مکمل تفصیل بیان کردیتا ہے ۔ مثلاً سورۃ فاتحہ میں ارشاد ہے ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ (یعنی ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا) اب ان انعام یافتہ لوگوں کی تفصیل دوسرے مقام پر فرمادی ۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔

(جو لوگ اللہ اور اس کے حبیب نبی کریم ؐ کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے ۔ اور وہ انبیائے کرام، صدیقین، شہدا و صالحین ہیں ۔ اور وہ بہترین ساتھی ہوں گے ۔

(۲) تفسیر قرآن بالحدیث :- اس میں قرآن کی تفسیر حدیث کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

(۳) تفسیر القرآن من اقوال الصحابہ :- اس میں قرآن کی تفسیر میں صحابیوں کے اقوال سے مدد لی جاتی ہے۔

(۴) تفسیر القرآن باقوال التابعین :- اس میں قرآن کی تفسیر تابعین کے اقوال کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

(۵) تفسیر القرآن باقوال التبع تابعین :- اس میں تبع تابعین کے اقوال سے استفادہ حاصل کیا جاتا ہے۔

تفسیر قرآن کے لئے معتبر علمائے اکرام، آئمہ عظام اور مجتہدین کی تشریحات سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ ایک مفسر قرآن کیلئے سب سے اولین شرط یہ ہے کہ وہ عربی لغت اور قواعد (Grammar) میں مہارت حاصل کرے۔

مولانا حسام الدین فاضل نے اپنی تفسیر قرآن کو "تفسیر فاضل" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مولانا موصوف کی یہ تفسیر ان گنت کتابچوں کی صورت میں ملتی ہے۔ شاید انہیں مکمل کتابی صورت نہیں مل سکی۔ تفسیر فاضل کے تقریباً 12 کتابچے مجھے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن میں صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر درج ہے۔

ان کتابچوں کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مولانا فاضل تفسیر قرآن کے ان اصولوں سے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں خوب واقفیت رکھتے تھے۔ تفسیر فاضل کی تحریر و ترتیب میں مولانا موصوف نے جن احادیث اور کتب سے استفادہ حاصل کیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(1) تفسیر اتقان (2) تفسیر فتح العزیز (3) تفسیر کبیر

(4) تفسیر بیضاوی (5) تفسیر ابن کثیر (6) حدیث بخاری شریف

(7) صحیح مسلم (8) تفسیر اسرار الفاتحہ (9) تفسیر روح المعانی

(10) مشکوٰۃ شریف (11) ترمذی (12) نسائی (13) شرح بیضاوی

(14) شرح اسماء اللہ رازی (15) تفسیر سراج المنیر (16) تفسیر مظہر العجائب (17) تفسیر ترجمان القرآن (18) احکام القرآن - ابن عربی

(19) تفسیر مواہب الرحمن (20) تفسیر محمد عبدہ حقانی ۔

ان کے علاوہ کئی اور کتب کے حوالوں سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مولانا کا مطالعہ بہت وسیع تھا ۔ انہوں نے "تفسیر فاضل" کی ترتیب و تدوین میں نہایت عرق ریزی سے کام لیا ہے ۔ ایک محنتی اور باکمال محقق کی طرح دقت نظری کے جوہر دکھائے ہیں ۔

جہاں تک مولانا حسام الدین فاضل کی نثر نگاری کا تعلق ہے ۔ وہ سیدھی سادھی نثر لکھتے ہیں ۔ ان کی نثر عام فہم ہوتی ہے ۔ اور معمولی پڑھے لکھے افراد بھی اسے بلا کسی تکلیف کے پڑھ سکتے ہیں اور سمجھ بھی سکتے ہیں

اس باب کی ابتدا میں نثر کی جو چار اقسام بتائی گئی ہیں ان میں حضرت فاضل کی نثر قسم اوّل یعنی سلیس سادہ میں شمار کی جا سکتی ہے۔ اور اگر ہم حضرت فاضل کی نثر نگاری کا جائزہ "نثر کے اسلوب" کی روشنی میں لیں تو اُسے "اسلوب سادہ" کے زمرے میں رکھ سکتے ہیں۔

زیر نظر کتابچہ حصّہ اوّل سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

پہلے سورۃ فاتحہ کا اُردو ترجمہ ہے۔ اور پھر سب سے پہلے کون سی آیتیں نازل ہوئیں" عنوان کے تحت ان کی تحریر کا نمونہ دیکھئے۔ لکھتے ہیں۔

"قرآن مجید کے سب سے پہلے نازل ہونے والے حصّے کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ اکثر مفسّروں کا قول ہے کہ سب سے اوّل

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ تا مَا لَمْ یَعْلَمْ

یعنی سورۃ اقرا کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں سب سے

اوّل سورۃ فاتحہ نازل ہوا۔ حضرتِ جابرؓ فرماتے ہیں کہ سب سے اوّل سورۃ مدثر نازل ہوا۔ ان تینوں اقوال کی باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ حقیقی طور پر سب سے پہلے نازل ہونے میں "سورۃ اقراء" کی پانچ آیتیں ہیں۔ اس کے بعد نماز کی تعلیم کے لئے سب سے پہلے سورۃ فاتحہ نازل ہوا۔ پھر کم و بیش تین برس تک وحی کے بند ہونے کے بعد سب سے پہلے سورۃ مدثر نازل ہوا۔ اس کے بعد قرآنِ مجید حضورِ انورؐ پر پے در پے نازل ہونے لگا۔ اور وفات شریف تک نازل ہوتا رہا۔ ع[1]

(تفسیرِ اتقان ۔ اسبابِ نزولِ واحدی ۔ تفسیر فتح المنان)

مولانا محمد حسام الدین فاضل عربی و فارسی کے استاد تھے ۔ عربی لغت

ع[1] تفسیرِ فاضل ۔ حسام الدین فاضل (جلد ۱ ۔ جزء ۱)

اور گرامر سے واقفیت ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس کتابچہ میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ وضاحت حل لغات کے تحت یوں کرتے ہیں۔

مَالِك :- خداوند، قابض و متصرف، اسمِ فاعل ماخوذ از مِلک یعنی وہ چیز جو قبضہ و تصرف میں ہو۔

مَلِك :- بادشاہ امر و نہی اور حکومت کے ذریعہ جمہور پر تصرف کرنے والا اور یہ انسانوں کی سیاست سے مخصوص ہوتا ہے اسی لئے مَلِكِ النَّاس کہا جاتا ہے۔ صفت مشبّہ از مُلک بہ معنی بادشاہت و سلطنت

يَوْم :- دن۔ عرف میں وہ وقت جو سورج کے طلوع و غروب کے درمیان ہو۔ شرع میں اہلِ سنت کے پاس (سوائے عمش کے) وہ وقت جو طلوع صبح صادق اور غروبِ آفتاب کے درمیان ہو۔ کبھی یومِ مطلق وقت کے معنی میں نہیں آتا۔ اور یوم سے کبھی وہ خاص زمانہ

مقصود ہوتا ہے جو کسی خاص واقعہ یا سختی و شدت پر مشتمل ہو۔

اسمِ جامد، غیر مشتق، ظرفِ زمان۔

ال :- عہدی، خارجی لینے جزائے اعمال و اعتقادِ شرعیہ۔

دین :- جزا، بدلہ، اسلام، عادت، حساب، قہر و غلبہ، تدبیر، توحید، مذہب، پرہیزگاری، طاعت، حکم۔

پھر اختلافِ قراءت کی تفصیل بتاتے ہوئے "قراءتِ مالک" کی دلائل کے ساتھ اس کی صحیح قراءت ثابت کرتے ہیں۔

مولانا حسام الدین فاضل نے اپنی تفسیر میں صرف قرآن کے معنیٰ ہی نہیں سمجھائے بلکہ سورتوں کی وجہِ تسمیہ بھی بیان کی ہیں۔ سورۃ فاتحہ کے تعلق سے لکھتے ہیں اس سورہ کے بہت سے نام ہیں۔ جن کی تعداد (25) ہے جن سے اس کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اس لئے ناموں کی زیادتی مسمّیٰ کی عزت و مرتبت کا پتہ دیتی ہے۔ مولانا موصوف

نے سورۃ فاتحہ کے 25 ناموں میں سے (9) ناموں کی تفصیل سے وضاحت بھی فرمائی ہے اور اس کی نشاندہی کی ہے کہ یہ نام سورۃ مذکورہ کو کس وقت ملے تھے۔ اور خود نبی کریمؐ نے سورۃ فاتحہ کو ان ناموں سے موسوم فرمایا تھا۔

اللہ کے رسولؐ کی جانب سے سورۃ فاتحہ کو سورۃ شفا کا نام عطا کئے جانے کے تعلق سے مولانا لکھتے ہیں۔

اس سورۃ کا نام سورۃ شفا بھی ہے۔ ایک صحابی ایک مرگی کی بیماری والے شخص کے پاس سے گذرے اور یہ سورۃ پڑھ کر اس کے کان میں پھونک دیا۔ چنانچہ وہ بیمار اچھا ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا سورۃ فاتحہ ہر مرض کی شفا ہے ؏

؏ تفسیر ابن کثیر۔ بخاری شریف۔ الاتقان

بہر حال سورۃ فاتحہ کے جو (25) نام مولانا فاضل نے گنوائے ہیں ۔ وہ حسب ذیل ہیں ۔

(1) سورۃ فاتحہ
(2) اُمّ الکتاب
(3) سورۃ شفا
(4) سورۃ رقیہ
(5) سورۃ تعلیم المسئلہ
(6) سورہ صلواۃ
(7) سورۃ سبع مثانی
(8) سورۃ وافیہ
(9) سورۃ تفویض
(10) فاتحۃ القرآن
(11) نور
(12) صلواۃ
(13) اُمّ القرآن
(14) سورۃ الحمد
(15) الدعا
(16) قرآن العظیم
(17) سورۃ الشکر
(18) سورۃ السؤال
(19) کنز
(20) کافیہ
(21) سورۃ الحمد الاولیٰ
(22) سورۃ المناجات
(23) سورۃ الحمد القصریٰ
(24) اساس
(25) شافیہ

مولانا موصوف نے سورۃ فاتحہ کے فضائل بھی بہت خوب بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک ذیل میں رقم کیا جا رہا ہے۔ مولانا تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"آنحضرتؐ نے فرمایا خدائے تعالیٰ کسی قوم پر (اُس کے گناہوں کی وجہ سے) عذاب نازل کرنا چاہتا ہے لیکن اُس قوم کے بچوں میں سے کوئی بچہ جب مدرسہ میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو اُس سورہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ (40) سال تک اُس قوم سے عذاب اُٹھالیتا ہے"۔

فضائل کے ساتھ سورۃ فاتحہ کے خواص بھی گنوائے گئے ہیں۔ جن میں حضورؐ کی احادیث اور حضرت سائبؓ، حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت شعبیؒ اور حضرت اسماء بنتِ ابی بکرؓ کی روایات کی مدد سے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔

1۔ تفسیر کبیر۔

مولانا حسام الدین فاضل نے اپنی تفسیر قرآن میں جگہ جگہ مناسب و مفید حکایات بھی تحریر کی ہیں۔ یہاں الحمد اللہ کے فضائل کے سلسلے میں ایک حکایت ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک بیوہ عورت عراق سے دار الخلافہ اس غرض سے آئی کہ خلیفہ کی خدمت میں اپنے یتیم بچوں کے نام وظائف جاری ہونے کے لئے استدعا کرے۔ جب اس اُولوالعزم خلیفہ کی ڈیوڑھی میں داخل ہوئی تو دیکھا گھر میں نہ شاہانہ ساز و سامان ہے نہ باندی' غلام' بوریا بچھا ہوا ہے جس پر ایک بی بی بیٹھی ہوئی چرخہ کات رہی ہے۔ ایک اور شخص تہہ بند باندھا ہوا باؤلی سے پانی کھینچنے اور کیچڑ ملانے میں مشغول ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہی خلیفہ عمر بن عبد العزیز ہے اور چرخہ کاتنے والی بی بی ان کی ملکہ ہے۔ بیوہ عورت' خلیفہ کی یہ سادگی و غربت دیکھکر حیران ہوگئی۔

ملکہ نے اُس بیوہ کو اپنے نزدیک بٹھایا اور ہمدردی سے باتیں کرنے لگیں۔ جب حضرت عمرؓ اپنے مٹی کے کام سے فارغ ہوئے۔ دالان میں تشریف لائے اور بیوہ کا حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے مجھے آٹھ بچے ہیں۔ ذریعہ پرورش کچھ بھی نہیں۔ براہِ مہربانی ان بچوں کے نام بیت المال سے وظیفے جاری فرما دیجئے۔ فرمایا بیت المال میں گنجائش کم ہے۔ بیوہ نے کہا بڑے بچے کے نام ہی وظیفہ جاری فرما دیجئے۔ آپؓ نے درخواست منظور فرمائی اور اس کے بڑے لڑکے کے نام وظیفہ کی اجرائی کا فرمان لکھ دیا۔ اس پر بیوہ نے کہا الحمد للہ۔ خلیفہ موصوف نے دوسرے بچے کے نام بھی وظیفہ جاری فرمادیا۔ بیوہ نے کہا الحمد للہ اسی طرح ساتویں بچے تک بیوہ نے الحمد للہ کہتی رہی اور وظیفہ ہر ایک کو جاری کروایا جاتا رہا۔ لیکن ساتویں بچے کے وظیفہ کے فرمان کے بعد آٹھویں بچے کی باری سے پہلے بیوہ نے خلیفہ حضرت عمرؓ کے حق میں دعا

کرتے ہوئے کہنے لگی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ۔ آپؓ نے بڑا احسان کیا ۔ بیوہ کا یہ کہنا تھا کہ اس نیک دل خلیفہ نے قلم روک دیا۔ بیوہ نے کہا ۔ حضور صرف ایک لڑکا باقی رہ گیا ہے ۔ اس کے نام پر بھی وظیفہ جاری فرما دیجئے ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ۔ بیت المال میں گنجائش نہیں تھی، لیکن جب تو نے الحمد اللہ کہا تو فرمانِ باری تعالیٰ لَئِن شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم شکر کروگے تو میں تم کو زیادہ نعمت دوں گا) کے مصداق میں نے تیری نعمت بڑھادی تھی اور جب تک الحمد اللہ کہتی گئی تیری نعمت زیادہ ہوتی رہی ۔ لیکن ساتویں بیٹے کے نام وظیفہ جاری ہونے پر تو نے بجائے حمدِ الٰہی میرے لئے دعا مانگی ۔ خدائے تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کی تعریف پر نعمت زیادہ کی جائے گی ۔ اس لئے میں نے تیرے آٹھویں بیٹے کے نام وظیفہ جاری نہیں کیا ۔ ؎ تفسیر فاضل ۔ مولانا حسام الدین فاضل

سبحان اللہ سورۃ فاتحہ کے اولین لفظوں کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرنے کے تعلق سے مولانا نے کیا خوب حکایت سنائی ہے۔ یہ حکایت خلیفہ عمر کی زندگی کی سادگی اور اُن کے گھر کے ماحول کی بھی عکاسی لئے ہوئی ہے

بہرحال مولانا محمد حسام الدین فاضل کی یہ تفسیر واقعی قابلِ صد احترام ہے۔

"تفسیر فاضل" جس مقصد کے تحت لکھی گئی ہے۔ اس کی وضاحت مولانا موصوف نے درج ذیل سطور میں کی ہے۔

"الحمد للہ کہ فقیر کو درس و تدریس کے علاوہ عرصۂ دراز سے غریب خانہ (حسامیہ منزل) پر ہفتہ واری مجالسِ وعظ میں قرآنِ مجید کی تفسیر بیان کرنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ خیال ہوا کہ تقاریر کی طرح ایک جامع اور مفصل تفسیر بھی کر دی جائے جو معتبر تفاسیر کا بہترین خلاصہ اور قرآنی اسرار و رموز کا لاثانی مجموعہ ہو۔ جس میں احکامِ قرآنی

مفصل اور مذاہبِ رابعہ خصوصاً حنفی مذہب کے فقہی مسائل مدلّل طور پر بیان کئے جائیں۔ لغات کی تشریح مُشکل مسائل کی توضیح عام فہم ہو۔ قرآنی سورتوں اور آیتوں کے فضائل و خواص لکھے جائیں کہ مسلمانوں کو تلاوتِ قرآنِ مجید کی ترغیب ہو۔ اور اہلِ ایمان، غلط وظائف و عملیات کے عوض کلامِ الٰہی، اسمائے الٰہی، اسمائے حُسنیٰ، مسنون ادعیہ اور مستند اوراد سے مستفید ہوسکیں۔

مولانا فاضل نے اوپر جو کچھ کہا ہے اس پر صد فی صد عمل بھی کیا ہے۔ ان کی تفسیر اہلِ ایمان کے لئے مفید مطلب ثابت ہوگا۔

سلسلۂ تصانیف (۱۳) ۷۸۶ / ۹۲ سلسلۂ اشاعت (۹۹)

تذکرہ (حضرت سیدنا) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ)

جسمیں

سید المرسلین کے خاص رفیق خلیفۂ اول امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق کے سوانح حیات، فضائل و اخلاق، اسلامی خدمات اور ثبوت افضلیت و خلافت معتبر کتابوں سے نہایت صحت کے ساتھ مع حوالۂ کتب عمدہ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں

مؤلفہ

حضرت علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل ادیب و مولوی فاضل آبادی

سابق استاذ جامعہ عثمانیہ

باہتمام

نجل الفاضل محمد حمید الدین حسامی عاقل

(مولوی و منشی فاضل، ایم۔ اے)

جمادی الاخری ۱۳۷۴ھ جنوری ۱۹۵۵ء

مطبوعہ

نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چار کمان حیدر آباد دکن

قیمت (۲/)

تصانیف (۱۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(جملہ حقوق محفوظ)

تذکرہ (حضرت سیدنا) عثمان (غنی رضی اللہ عنہ)

جس میں

حضرت خلیفہ سوم کامل الحیاء و الایمان امیر المومنین سیدنا عثمان

ابن عفان رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات، فضائل و اخلاق،

واقعات خلافت و شہادت معتبر کتابوں سے نہایت صحت

کے ساتھ معہ حوالہ کتب عمدہ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

مؤلفہ

علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل مدظلہ حیدرآبادی

باہتمام

ابن الفاضل محمد جلال الدین کامل مالک مکتبہ جلالیہ

بماہ ربیع المنور ۱۳۵۷ ہجری

مطبوعہ

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز چارمینار حیدرآباد دکن

بار اول (۱۰۰۰)

قیمت (۳ر)

سلسلہ تصانیف (۱۷) ۴۸۶/۹۲ سلسلہ اشاعت (۸۳)

تذکرہ (حضرت سیدنا) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جس میں

حضرت خلیفۂ چہارم اسد اللہ الغالب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
کے سوانح حیات فضائل و اخلاق اور اسلامی خدمات معتبر کتابوں سے نہایت
صحت کے ساتھ عمدہ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

مؤلفہ

علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل مدظلہ حیدرآبادی

سابق اُستاذ جامعۂ عثمانیہ

باہتمام

نجل الفاضل محمد حمید الدین حسامی عاقل (مولوی منشی فاضل متعلم بی اے)

۱۳۶۶ھ

بار سوم (۶۲۵) مطبوعہ انتظامی پریس حیدرآباد دکن قیمت ۵ /

سلسلۂ تصانیف (۳) ۱۳۷۴/۳۹۲ سلسلۂ اشاعت (۹۷)

تذکرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ

جس میں

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوانح حیات فضائل و اخلاق اور اسلامی خدمات معتبر کتابوں سے نہایت صحت کیساتھ بیان کئے گئے ہیں

مؤلفہ

حضرت علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضل ادیب و مولوی فاضل واعظ مشہور حیدرآبادی

سابق استاذ فقہ و تفسیر جامعہ عثمانیہ

باہتمام

نجل الفاضل محمد حمید الدین حسامی عاقل مولوی منشی فاضل و بی۔اے

بماہ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء

مطبوعہ

تمثیل فائن پرنٹنگ پریس چارکمان حیدرآباد دکن

قیمت ۴؍

بار دوم ایک ہزار

مولانا حسام الدین فاضل کے تذکرے

مولانا محمد حسام الدین فاضل کے نثری سرمائے میں ان کے ان گنت تذکرے بھی شامل ہیں ۔ ان میں خلفائے راشدین کے تذکروں کو اہمیت حاصل ہے ۔ مولانا موصوف نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت علی رضؓ پر الگ الگ مختصر سے مگر جامع تذکرے لکھے ہیں ۔ یہ تذکرے ضخامت کے اعتبار سے مختصر مختصر ضرور ہیں لیکن مواد و معلومات کے اعتبار سے اپنے آپ میں علم کا وسیع سمندر سمیٹے ہوئے ہیں ۔ یہ تذکرے دراصل مولانا حسام الدین فاضل کے مطالعہ کی وسعت ' ان کی قرآن فہمی ان کی احادیث سے جان کاری ' مذہب اسلام اور اس کی تاریخ اور خلفائے راشدین کی حیات و عہدِ خلافت کے تاریخی واقعات سے مکمل آگہی کی دلالت کرتے ہیں ۔ مولانا نے ان تذکروں کی

ترتیب و تدوین میں نہایت عرق ریزی و دقت نظری سے کام لیا ہے۔

جہاں تک اُردو میں اسلامی ادبیات کا تعلق ہے۔ اس میں تذکروں کی تعداد بالخصوص خلفائے راشدین کے تذکروں کی تعداد کی کمی نہیں لیکن سلاست، زبان اور انداز بیان کی سادگی جو ہمیں زیر نظر تذکروں میں ملتی ہے وہ محض مولانا موصوف ہی کا حصّہ ہے۔

اسلامیات میں عہد نبویؐ کے بعد عہد خلافت کو ایک اہمیت خاص حاصل ہے۔ خلافت کے لغوی معنیٰ "نیابت و جانشینی" کے ہیں۔ چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنا جانشین اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے تاکہ انسان خُدا کی زمین پر خُدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرسکے اور اس کے احکام کو نافذ کرسکے۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے وقت یہی بات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہی تھی۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرہ)

(اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں)

سورۃ الاعراف میں بھی اللہ تعالیٰ کہتا ہے " وہی خدا ہے جس نے تمھیں زمین کی خلافت عطا کی۔

شریعت کی اصطلاح میں خلافت کا مطلب ہے۔ ایسا نظام سیاست قائم کرنا ہے جو خدائی ہدایات پر مبنی ہو۔ جو مخلوقِ خدا کو ظلم و جور اور انسان کی بندگی سے نکال کر عدل و انصاف اور خدا کی بندگی کی طرف لے جائے۔ قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کئی جگہ اپنے رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔ (سورۃ الانفال)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد

اس سے سرتابی کرو)۔

جس طرح اللہ تبارک وتعالی نے اپنے ساتھ اپنے حبیبؐ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے اسی طرح وہ خدائی نظام کو نافذ کرنے کے لئے ذمہ دار بنا دیئے جانے والے لوگوں (خلفا) کے احترام کا بھی حکم دیتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ (النساء)

(ائے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو لوگ تم میں سے ذمہ دار بنائے جائیں ان کی بھی اطاعت کرو)

اسلام اللہ کے رسولؐ پر مکمل ہوچکا ہے اور آپؐ کے بعد نہ ہی کوئی اور آسمانی کتاب نازل ہوگی اور نہ ہی کوئی نبی آئے گا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری نبیؐ ہیں۔ البتہ ان کے بعد جن لوگوں نے ذمہ دارانہ طور پر نظام اسلام کو مستحکم بنایا وہ ہیں اسلام کے خلفائے راشدین۔ اور اسی لئے ہم پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے بعد خلفائے راشدین کی اطاعت ضروری ہے۔

مولانا حسام الدین فاضل نے اپنے چاروں تذکروں میں اسلام کے چاروں خلیفاؤں کی سوانح حیات، فضائل واخلاق، مذہبی خدمات، ثبوتِ افضلیت وخلافت کا قرآن، حدیث اور مختلف دینی کتب کے حوالے سے بھرپور جائزہ لیا ہے۔ ہر خلیفہ کے تذکرہ میں انہوں نے جو عنوانات بنائے ہیں جن جن موضوعات پر معلومات پیش کی ہیں وہ یہ ہیں۔

(1) نام، نسب، ولادت (2) اسلام سے رغبت (3) اشاعتِ اسلام (4) فضائل (5) افضلیت (6) بارگاہِ نبوت میں رسائی (7) خلافت (8) اخلاق وعادات (9) تقویٰ (10) عبادت وخوفِ الٰہی (11) طلب ورضائے حق

(12) علم و فضل (13) خوش خلق (14) زہد (15) تواضع و سادگی (16) غذا و لباس (17) خدمت خلق (18) حلیہ (19) وفات۔ وغیرہ وغیرہ۔

مولانا نے ان عنوانات و موضوعات کے تحت متعلقہ خلیفہ کی جو تفاصیل پیش کی ہیں ان کے ماخذات کے حوالے بھی جگہ جگہ دئیے ہیں۔ چند اہم ماخذات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(1) تاریخ الخلفا (2) ترمذی (3) ریاض النضرۃ (4) بیہقی (5) طبرانی (6) بخاری (7) سیر الصحابہ (8) مسلم (9) صواعق محرقہ (10) سیرۃ الصدیق (11) کنز العمال (12) فتح الباری (13) طبقات ابن سعد (14) اسد الغابہ (15) دلائل نبوۃ و صواعق (16) اسپرٹ آف اسلام (17) روضۃ الاحباب (18) سیرۃ الفاروق (19) حیوۃ الحیوان (20) مناہج النبوۃ (21) کتاب الخراج (22) ازالۃ الخلفا (24) کتاب البیان (25) غزالی (26) مشکوٰۃ شریف (27) تاریخ اسلام (28) تاریخ کامل (29) اور ابن کثیر کے علاوہ اور بھی

ڈھیر ساری کتابوں، تاریخوں اور ماخذوں کے حوالے درج ہیں۔

ان مختصر سے تذکروں کیلئے جن کی ضخامت کراؤن سائز کے 16 تا 32 صفحات کو محیط ہے۔ اتنی ان گنت کتابیں اور ماخذات کا غائر مطالعہ کرکے معلوماتِ ضروریہ جمع کرنا، واقعی قابلِ صد ستائش و تحسین ہے۔

مولانا حسام الدین فاضل کے زیرِ نظر تذکروں کے مطالعہ کے دوران میں یہ تاثر ملتا ہے کہ جہاں تک خلفائے راشدین کی سوانح یعنی ولادت و وفات، ان کی حیات کے اہم واقعات، ان کی کرامات، اور اسلام کے تئیں ان کی خدمات وغیرہ سے متعلق جو تفاصیل ان تذکروں میں ملتی ہیں وہ دیگر تذکروں اور کتب میں بھی ملتی ہیں۔ لیکن مولانا موصوف نے ان تذکروں میں خلفاء کی افضلیت و فضائل کے تعلق سے جو باتیں بتائی ہیں اور قرآنی آیات کی روشنی میں جن گراں قدر نکات سے بحث کی ہے وہ واقعی قابلِ قدر و احترام ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کے ساتھ ان کے خلفاء اور ان کے صحابیوں سے بھی بے حد محبت رکھتا تھا۔ یہ خلفائے اسلام و صحابا واقعی بہت خوش قسمت تھے کہ انھیں رسولؐ کی حیات میں تو آپؐ کی صحبتِ مدام نصیب ہی رہی لیکن ان میں سے بعض کو بعد از وفات بھی آپؐ کے مزارِ مبارک کے دامن ہی میں معیت نصیب ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت بیان کرتے ہوئے مولانا حسام الدین فاضل نے قرآنِ حکیم کے پارہ تیس کے سورہ لیل کی درج ذیل آیات رقم فرمائی ہیں۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ۔ (پ۔ ۳۰۔ سورۃ واللیل)

(اور سب سے زیادہ پرہیزگار جہنم کی آگ سے بچایا جائے گا۔

جو دیتا ہے اپنا مال کہ اپنے کو پاک کرے اور نہیں ہے اس پر کسی کا احسان کہ اس مال کے دینے سے اس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اپنے ربِ اعلیٰ کی خوشنودی کے واسطے دیتا ہے اور وہ ضرور آئندہ خوش ہوگا)

مولانا آگے نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

مفسرین کا اتفاق اور اُمت کا اجماع ہے یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو اتقیٰ (سب سے زیادہ پرہیزگار) فرمایا ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔ ایک دوسری آیات ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

یعنے (اللہ کے نزدیک بالتحقیق تم میں وہ سب سے زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضؓ الاتقیٰ یعنے سب سے زیادہ پرہیزگار شخص سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔ لہٰذہ ابوبکر صدیق رضؓ سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔

اب تذکرہ حضرت عمر فاروق رضؓ سے

موافقاتِ عمر رضؓ کے تحت مولانا موصوف کی یہ گراں قدر تحریر ملاحظہ فرمائیے۔

حضرتِ عمر رضؓ کے خلوص اور اسلامی خدمات کی قدر و قیمت خدائے تعالیٰ کی جناب میں یہاں تک تھی کہ آپ کی رائے اور قرارداد کی تائید میں بلکہ آپ رضؓ ہی کے الفاظ میں رسول کریم صلعم پر قرآنِ مجید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ جب کبھی حضرتِ عمر رضؓ اور دیگر صحابہ رضؓ کی آرا میں اختلاف ہوتا تو کلام الٰہی حضرتِ عمر رضؓ کی رائے کے موافق نازل ہوا کرتا۔ جس سے آپ رضؓ کی رائے کی اصابتِ رائے اور کمالِ قوتِ فیصلہ

کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں "عمرؓ اگر کوئی بات کہتے تو قرآن اُس کی تصدیق میں نازل ہوتا۔"

مولانا فاضل آگے چند مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ (اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں تو اچھا تھا) پس یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى

(مقام ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ بناؤ)

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یارسول اللہ آپؐ کے پاس نیک و بد سبھی طرح کے لوگ آتے ہیں۔ اگر آپؐ اُمہات المومنین کو پردے میں رہنے کا حکم فرمائیں، تو بہت بہتر ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ الآیۃ۔

تو حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلا۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

پس آیتِ مذکورہ کے فوری بعد بالکل یہی کلمات خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے۔

بہر حال مولانا حسام الدین فاضل نے خلفائے راشدین سے متعلق تذکروں میں خلفائے راشدین کی افضلیت کے سلسلے میں قرآنی آیات کی روشنی میں جن واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اور جن نکات سے بحث کی ہے۔ وہ واقعی قابلِ صد ستائش ہے۔

مولانا فاضل کے مرتبہ "خلفائے راشدین" کے یہ الگ الگ تذکرے اب یکجا صورت میں "خلفائے راشدین"

کے نام سے علامہ فاضل کے فرزند مولانا حمید الدین حسامی عاقل کے زیرِ اہتمام شائع ہو کر بہت جلد منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔

مولانا فاضل کی ان گراں قدر تصانیف کے جدید ایڈیشن کی ترتیب و تدوین محمد حسام الدین ثانی عاقل کے ذمّہ ہے جو مولانا فاضل کے نبیرے ہیں۔

مولانا حسام الدین فاضل کے تذکروں میں دوؔ تذکرے (۱) تذکرۂ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ (1955ء) اور (۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ (1955ء) بھی شامل ہیں۔ ان تذکروں کے لیے بھی مولانا نے بے شمار کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ بالاتفاق تمام ازواجِ مطہرات میں افضل ہیں۔ لیکن ان دونوں افضل کون ہے اس اختلاف اور اس سوال کا جواب مولانا فاضل نے نہایت ہی محتاط

اور سلجھے ہوئے اور منطقی انداز میں دینے کی کوشش کی ہے۔

مولانا لکھتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کے حضرت عائشہؓ سے افضل ہونے کی

دلیل۔ (۱) آنحضرتؐ سے جب عائشہؓ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خدیجہؓ سے اچھی بی بیاں عطا کی ہیں۔ عائشہؓ نے اس سے اپنی ذات مراد لی تھی اور خود کو خدیجہؓ سے افضل قرار دیا تھا۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا تھا۔ بخدا مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔

(۲) پیغمبرؐ نے عائشہؓ کو جبرئیلؑ کا سلام پہنچایا اور خدیجہؓ کو جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کے توسط سے خدائے تعالیٰ کا سلام پہنچایا۔ جس سے ظاہر ہے کہ بی بی خدیجہؓ بی بی عائشہؓ سے افضل ہیں۔

آگے حضرت عائشہؓ کے حضرت خدیجہؓ سے افضل ہونے کی دلیل

کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

" بخاری میں ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے مگر عورتوں میں صرف مریمؑ اور آسیہؓ ہی پہنچیں۔ اور عائشہؓ کو تو سب عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر (روٹی کو گوشت کے شوربے میں چور کر جو غذا تیار کرتے ہیں اس کو ثرید کہتے ہیں۔) عربوں کے پاس یہ غذا بے نظیر اور افضل طعام ہے کیوں کہ لذیذ و مقوی بھی ہے اور زود ہضم بھی۔

ان دلائل کے پیش کش کے بعد نہایت محتاط انداز میں قابلِ قبول منطق کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں۔

" مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر دو بی بیوں میں جداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا اثر ابتدائے اسلام پر ہے۔

(۱) خدیجہؓ نبی کریمؐ کے لیے باعثِ تسکین و تسلی و ثبات تھیں۔

(2) اپنا مال محبتِ رسولؐ پر نثار کیا۔ اور دین کی تقویت کا باعث بنیں۔ (3) آغازِ اسلام کے وقت انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریمؐ کے لئے ہر اک رنج و مصیبت کو بہ خوشی برداشت کیا اور سخت ترین مشکلات میں رسولِ خداؐ کی اطاعت و اعانت و مدد کی پس اس معاملے میں جو درجہ بی بی خدیجہؓ کا ہے وہ نہ عائشہؓ کا ہے اور نہ کسی دوسری بی بی کا۔ آگے لکھتے ہیں۔

عائشہؓ صدیقہ کا اثر ترقیٔ اسلام کے زمانے پر ہے۔

(1) جو تفقہ عائشہ صدیقہؓ نے دین میں حاصل کیا (2) جو تبلیغ انھوں نے اُمت کو فرمائی (3) علم نبوت کی اشاعت میں جو کوششیں انھوں نے کیں اور جو علمی فوائد اُمتِ اسلامیہ کو پہنچائے، وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔

تاہم اُمّہات المومنین حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ سے متعلق یہ دونوں تذکرے مولانا کی نثر نگاری کے اچھے نمونے ہیں۔ مولانا حسام الدین فاضل نے حضرت امام حسن رضؓ اور حضرت امام حسین رضؓ پر بھی نہایت معلومات افروز تذکرے تحریر فرمائے ہیں۔

اب ہم مولانا حسام الدین فاضل کے ایک اہم ترین نعتیہ بارہ

" تذکرۂ سیدنا مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم " پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

تذکرۂ محمدؐ ۔ ابھی ابھی مئی ۲۰۰۵ء میں مولانا فاضل ہی کے نام سے

موسوم اکیڈمی (حضرت علامہ حسام الدین فاضل اکیڈمی) کے زیر اہتمام

شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی ہے ۔ اس تذکرے کے اشاعتِ امور کے

سرپرست مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل ہیں ۔ اور اس کے ترتیب کار

محمد حسام الدین ثانی عامل (جعفر پاشاہ) ہیں ۔ زیرِ نظر تذکرۂ محمدؐ میں

حضورؐ کی ولادتِ باسعادت، زمانۂ رضاعت، عہدِ طفلی کے مبارک

حالات نہایت ہی صحت و تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ۔ یہ تذکرہ

مولانا کے دیگر سابقہ تذکروں سے بہت ضخیم ہے ۔

مولانا حسام الدین فاضل نے " تذکرۂ محمدؐ " کی ترتیب

میں بھی اپنے سابقہ تذکروں کی طرح متعدد تصانیف و احادیث

سے استفادہ حاصل کیا ہے۔ "تذکرۂ محمدؐ" کے چند ماخذات کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(1) تفسیر کبیر (2) بخاری شریف (3) مشکوٰۃ شریف
(4) شمائل الرسول (5) فتوحاتِ احمدیہ (6) طبقاتِ ابنِ سعد
(7) شمس التواریخ (8) حیاتِ محمدؐ (9) انوار اللغتہ (10) تفریح الاذکیا
(11) سیرت ابنِ ہشام (12) تاریخِ اسلام (13) صفوۃ الصفوۃ
(14) تہذیب نوری (15) دلائل النبوۃ (16) شرح ہمزیہ
(17) شرح مواہب و مدارج (18) انوارِ محمدیہ کے علاوہ اور بھی کئی تصانیف کے حوالے اس میں درج ہیں۔

اب تذکرہ کے بیانیہ میں جن عنوانات و موضوعات کے تحت قلم اُٹھایا گیا ہے۔ ان میں ① نورِ محمدیؐ ② حضرت محمد مصطفیٰؐ کا نسب نامۂ مبارک ③ نضر ④ وجہ تسمیہ قریش ⑤ کعب

(6) بن ہاشم و بن اُمیّہ (7) ہاشم (8) عبد المطلب (9) نکاحِ آمنہ

(10) وجہِ انتخاب بن زہرہ (11) ایک عورت کی عبداللہ سے درخواست

(12) بطنِ مادر میں جلوہ گری (13) سیّدہ آمنہ کو انبیا کی بشارتیں

(14) تخلیق سے پہلے آپ محمد تھے (15) وجہ تسمیہ احمد و محمود (16) اسمائے مبارک

(17) قرآن مجید میں آپ کے نام (18) خدا نے آپؐ کے نام محفوظ رکھے۔

(19) والدین اور دایہ مبارک کے نام (20) والد کا انتقال (21) یتیم ہونے میں حکمت (22) واقعۂ اصحابِ فیل (23) کعبۂ یمن (24) حرم پر لشکر کشی (25) ربِّ کعبہ اپنے گھر کا آپ محافظ ہے۔

(26) ابابیل سے اصحابِ فیل کو سزا (27) ولادتِ باسعادت (28) معجزاتِ وقتِ ولادت (29) ظہورِ قدسی (30) ملکوتی غسل اور مہرِ نبوت (31) دائی کا مکاشفہ (32) ولادت سے یہودی کی پریشانی (33) متبرک ایّام میں ولادت نہ ہونے کی وجہ (34) بت سرنگوں ہو گئے۔

(35) قصر کسریٰ ، آتش کدہ فارس کی تباہی (36) رضاعت (37) حلیمہ سعدیہؓ (38) شیر خوارگی میں انصاف (39) حضورؐ کی وجہ سے خیر و برکات (40) بچپن میں بزرگانہ خصائل (41) ابر کی سایہ فگنی (42) والدہ سے ملاقات اور واپسی (43) شق صدر (44) والدہ کی طرف مراجعت (45) والدۂ ماجدہ کا انتقال اور (46) عبدالمطلب و ابوطالب کی کفالت وغیرہ شامل ہیں۔

زیر نظر "تذکرۂ محمدؐ" کی زبان بھی دیگر تذکروں کی طرح سلیس ، سادہ ، و عام فہم ہے۔ لیکن اس تذکرہ کے مطالعہ میں اس کا قاری پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ اس پر سحر سا چھا جاتا ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے وہ کسی اور دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ "تذکرۂ محمدؐ" کا قاری اگر پڑھنا شروع کرے تو اسے ختم کرنے تک نہیں رکتا۔ اس تذکرہ میں مولانا فاضل کے قلم ثنا رقم نے اپنا کمال دکھایا ہے۔

مولانا موصوف نے اس میں چند اعتراضات کے جوابات دئیے ہیں اور چند اہم نکات کی وضاحت بھی کی ہے۔

تذکرے کے اولین عنوان "پیدائش نورِ محمدیؐ" کے تحت لکھتے ہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئٌ (یعنی اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی) تمام موجودات ذاتِ باری کی قدرتِ کاملہ سے وجود میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات اور حضرت آدمؑ سے پہلے حضور سرورِ دوعالمؐ کا نورِ مبارک پیدا کیا۔ صحیح حدیث میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" یعنے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔ تمام مخلوقات علوی و سفلی اس نورِ مبارک سے اور اسی جوہر سے پیدا ہوئے۔

آگے لکھتے ہیں " اولین مخلوقات کے بیان میں اور بھی احادیث آئی ہیں۔ مثلاً اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلُ۔

(پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ عقل ہے) اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمُ ۔ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ۔)

ان احادیث کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں

آپ کے نورِ مبارک اور عقل وقلم میں سے ہر ایک کے اوّل پیدا ہونے کی حدیثوں سے مطابقت اس طرح سے ہو سکتی ہے ۔ کہ اوّلیت دو قسم پر ہے ۔ (1) حقیقی (2) اضافی پس حقیقی اولیت تو نورِ محمدیؐ کو اور اضافی اولیت عقل وقلم کو حاصل ہے ۔ یعنے درحقیقت سب سے اوّل نورِ محمدیؐ پیدا ہوا اور مجردات میں اوّل مخلوق عقل ہے ۔ اور اجسام میں پہلی خلقت قلم ہے اور یہ بھی کہ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ ، محققین ، محدثین کے پاس صحیح نہیں ہے ۔

آگے لکھتے ہیں ۔

بعض احادیث سے ظاہر ہے کہ عرش اور پانی کی خلقت کے بعد قلم کی پیدائش ہوئی۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب قلم پیدا کیا گیا تو اُسے ارشاد ہوا۔

"لکھ"

قلم نے عرض کیا۔ کیا لکھوں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔

مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ اِلَی الْاَبَدْ۔

(یعنے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ پیدائشِ قلم سے پہلے بھی کچھ پیدا ہوا تھا اور وہ پیدا ہونے والی چیزیں عرش، کرسی، ارواح تھیں۔ اور نورِ محمدیؐ ان سے بھی پہلے پیدا ہو چکا تھا۔

بعد ازاں حدیثِ ترمذی (میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم روح اور جسم کے درمیان میں تھے) اور مشکوٰۃ کے

حوالے سے " بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا کہ آدم اپنی طینت میں بے جان پڑے ہوئے تھے) یہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ ہر پیغمبر کی نبوت علمِ الٰہی میں ثابت تھی لیکن حضورِ انورؐ کی نبوت ملائکہ اور ارواح میں ظاہر و معلوم تھی اور آپؐ اس عالم میں بھی دنیا کی طرح نبیٔ مرسل تھے اور آپ کی روحِ مبارک ارواح کی تربیت کرتی تھی۔ ارواحِ انبیاء بھی روحِ قدس سے مستفیض ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں آگے مولانا حسام الدین فاضل نے ایک اعتراض نقل کیا ہے۔ جو حسبِ ذیل ہے۔

"اعتراض"

نبوت ایک ایسا وصف ہے کہ یہ ضرور ہے کہ جو شخص اس وصف سے موصوف ہو وصفِ نبوت سے کوئی متصف نہیں ہوتا مگر وجود سے چالیس سال کے بعد، رسالت سے پہلے آپؐ وصفِ نبوت

سے کیوں کر متصف ہوسکیں گے۔ اگر یہ وصف قبلِ وجودِ رسالت صحیح ہوگا تو آپ کے سوا دیگر انبیاء کے لیے بھی اسی طرح ہوسکے گا"۔

اس اعتراض کے جواب میں مولانا موصوف نے مدلّل بحث کی ہے اور قرآن وحدیث کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ نورِ محمدیؐ ہی سب سے پہلے پیدا ہوا۔ بعد ازاں یہ حضرت آدمؑ، حضرت ہودؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرتِ اسمٰعیلؑ کے اجسام میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کے جسم میں داخل کیا گیا اور حضرت آمنہ کے بطن سے "محمدؐ" کی شکل میں نمودار ہوا۔

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

جس وقت آنحضرتؐ کا نور پیدا کیا گیا اس سے انبیاء کے نور نکالے گئے۔ نورِ محمدیؐ حضرتِ آدمؑ سے لے کر آخری نبیؐ تک چمکتا رہا۔ پروردگارِ عالم نے نورِ محمدیؐ کو حکم کیا کہ نبیوں کے نور کی طرف نظر کر

پس آپ کے نور نے نظر ڈالی اور ان نوروں کو چھپالیا۔ انبیاء نے کہا

ہمارے مالک یہ کون ہے جس کے نور نے ہمارے انوار کو چھپالیا۔

فرمایا! محمدؐ بن عبداللہ کا نور ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ تو میں تم پر نبوت

عطا کرتا ہوں۔ سب نے عرض کیا اے رب ہم اس پر اور اس کی

نبوت پر ایمان لائے۔ رب العزت نے فرمایا میں تمہارا گواہ ہوں۔

آگے لکھتے ہیں قرآن مجید کے سورۃ آل عمران پارہ سوم کی

ایک آیت شریف ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ " اور جب اللہ تعالیٰ نے عہد

لیا پیغمبروں سے کہ جو کچھ میں تمھیں کتاب وحکمت دوں۔ پھر تمہارے

پاس آئے کوئی پیغمبر تصدیق کرنے والا اس چیز کو جو تمہارے پاس

ہے تو ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کہ تم نے

اقرار کیا اور اس پر میرا عہد (حکم) قبول کیا۔ سب انبیا نے عرض کیا

ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ میں تمہارے ساتھ

گواہوں میں ہوں۔ ''کے یہی معنی ہیں''

پس نبی کریم نبی الانبیا ہیں اور معنی آخرت میں ظاہر ہوں گے جب تمام انبیاء آپؐ کے علم کے نیچے ہوں گے۔ اور شبِ معراج میں مسجدِ اقصیٰ میں آپؐ نے سبھی انبیاء کی امامت بھی فرمائی۔

آگے لکھتے ہیں۔

اگر یہ اتفاق ہوتا کہ آپ کی بعثت آدمؑ و نوحؑ ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے زمانے میں ہوتی تو ان سب انبیا اور ان کی اُمتوں کے لئے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی نصرت و مدد کرنا واجب ہوتا۔ اس لئے عیسیٰؑ جب آخری زمانے میں آسمان سے نزول فرمائیں گے تو حضور انورؐ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ اور ہمارے نبی کریم کی اتباع کریں گے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ ''تذکرۂ محمدؐ'' کے مطالعہ کے دوران میں اس کے قاری پر ایک سحر سا طاری ہوجاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ

کو ایک دوسری دنیا میں محسوس کرتا ہے۔ یہ دراصل مولانا موصوف کی تحریر کا اثر ہے۔ "ولادتِ باسعادت" کے تحت تمام مبینہ واقعات قاری کے ذہن و دل کو مبہوت و مسحور کرتے ہیں۔ لیجئے ذیلی باب "ظہورِ قدسی" سے چند سطور ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔

"بی بی آمنہ نے فرمایا کہ اتنے میں ایک فرشتہ عرض کرنے لگا۔

"اَظْھَرْ یَا خَاتَمَ النَّبِیّیْنَ، اَظْھَرْ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَظْھَرْ یَا نَبِیَّ اللّٰہ، اَظْھَرْ یَا خَیْرِ خَلْقِ اللّٰہ، اَظْھَرْ یَا نُوْرَ اللّٰہ لِسْمِ اللّٰہ، اَظْھَرْ یَا مُحَمَّدْ بِنْ عَبْدُاللّٰہ۔

یعنی اے خاتم النبیین، یا رحمت اللعالمین، یا بہترین خلق، یا اِسمِ اللہ یا محمد بن عبداللہ، ظاہر ہو جائیے۔

الی صل ۱۲ ریا ۹ ربیع الاوّل کے دن صبح صادق جگر گوشہ حضرت آمنہ، امام الانبیاء، سید الاصفیاء، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین

ابن عبداللہ حرم شہنشاہِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ عالم قدس سے عالم امکان میں جلوہ فرما ہوئے۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں جب آپؐ پیدا ہوئے مجھ سے ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب اور ان کے درمیان جتنے مقامات تھے سب مجھ پر ظاہر ہو گئے۔ ملک شام کے محل نظر آ گئے۔ (حضور اقدسؐ کے عم بزرگوار حضرت عباس نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے)

حضرتِ آمنہ فرماتی ہیں کہ ولادتِ باسعادت کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک سفید ابر ظاہر ہوا جس سے روشنی کے بقعے چھوٹ رہے تھے اور اس میں گھوڑوں کی ہنہناہٹ، پرندوں کے بازوؤں کی پھڑپھڑاہٹ اور لوگوں کے باہمی گفتگو کی گھنگھناہٹ کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر وہ ابر حضورِ انورؐ پر چھا گیا اور آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس کے بعد ایک ندا دینے والے کی آواز آئی۔ کہ

محمدؐ کو لے جاؤ اور تمام زمین کی سیر کراؤ اور تمام وحوش، وطیوروں، جن وانس اور ملائکہ کے ارواح کے سامنے پیش کرو۔ ان کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی خلعت، اسمٰعیلؑ کی زبان، اسحٰقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، یعقوبؑ کی بشارت، یوسفؑ کا جمال، موسیٰؑ کی شدت، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی طاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، عیسیٰؑ کا زہد، عنایت کرو اور تمام انبیاء کے اخلاق کے درمیان میں ان کو غوطہ دو۔

بعد ازاں آسی غازی پوری کا یہ بند نقل کیا گیا ہے۔

تو ہے داؤد نغم تو ہے سلیمانؑ خاتم
فکر یحییٰ ہے تو ذکر زکریاؑ ہر دم
خلعت خاص خلیلؑ و برکات آدمؑ

شکرِ یعقوبی و صبرِ دل ایوب بہم
حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بہرحال مولانا حسام الدین فاضل کا " تذکرہ محمد " سیدنا مولانا محمدؐ " ایک کامیاب و پُراثر تذکرہ ہے ۔ اور ان کی نثر نگاری کا عمدہ نمونہ ہے ۔

— * * —

باب ِششم

مولانا فاضل معاصرین اور شاگردوں کی نظر میں

مولانا محمد حسام الدین فاضل کی علمیت ' قابلیت ' سیرت '
اور ان کی بے لوث خدمت کے پرستار صرف حیدرآباد میں نہیں تھے
بلکہ بیرونِ حیدرآباد ورنگل بیدر' گلبرگہ ' رائچور' مدراس' بنگلور'
اور ممبئی کے علاوہ سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے ۔
حضرتِ فاضل کے بارے میں ان کے مضامین ' تاثرات ' اور قطعاتِ
تاریخ ' وفات وغیرہ ماہنامہ حامی کے فاضل نمبر میں جو ان کی وفات
کے بعد شائع ہوا ۔ نہایت ہی اہتمام کے ساتھ شامل ہیں ۔
حضرت مولانا حسام الدین فاضل کے سانحہ ارتحال سے
صرف مذہبی' علمی ' اور سماجی حلقے ہی سوگوار و مغموم نہیں ہوئے بلکہ

بلکہ صحافتی اداروں نے بھی ان کی عظمت، ان کی علمیت اور اُن کی قومی و ملّی خدمات کو خوب خوب سراہا۔ ان کے انتقالِ پُر ملال کی خبریں سبھی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ اور جلوسِ جنازہ کی خبریں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ ہر اخبار کی زینت بنیں۔ آپ کے جلوسِ جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی تھی۔ حیدرآباد کے بیشتر اخبارات نے انتقال کی خبریں اور جلوسِ جنازہ کی روداد کے علاوہ اپنے ادارتی نوٹس بھی شائع کئے جن میں مولانا مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ ذیل میں روزنامہ رہنمائے دکن، روزنامہ سیاست، اور روزنامہ ہمارا اقدام کے ان ادارتی نوٹس سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"روزنامہ سیاست"۔ مولانا فاضل

مولانا محمد حسام الدین فاضل کی موت سے حیدرآباد کو جو نقصان پہنچا ہے

اس کی تلافی مشکل ہی سے ہو سکے گی۔ وہ دینی علوم کے ایک قابل احترام ماہر تھے۔ اُن کے مواعظ نے عوام میں صحیح دینی شعور پیدا کرنے میں اہم حصّہ لیا ہے۔

مولانا کوئی بڑے آدمی نہیں تھے۔ وہ خاموش اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن عوام کے دلوں میں ان کی جو عزت تھی اس کا اندازہ ان کی موت کے بعد ہی ہو سکا۔ کہتے ہیں کہ بہادر یار جنگ مرحوم کے جنازہ کے بعد اس قدر کثیر تعداد میں عوام کو دیکھا گیا۔ بہادر یار جنگ مرحوم ایک لیڈر تھے لیکن مولانا فاضل کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ صرف ایک عالم تھے اور اُن کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے اسقدر کثیر اجتماع اُن کے اوصافِ حسنہ کو ظاہر کرتا ہے۔

مولانا محمد حسام الدین فاضل کے حسنِ اخلاق ہی کا

نتیجہ تھا کہ ہندو بھائیوں کی ایک کثیر تعداد نے بھی خراجِ عقیدت پیش کرنے میں حصّہ لیا۔

(۱۹ر اکٹوبر 1957)

رہنمائے دکن ۔ خبر و نظر

مولانا حسام الدین فاضل

حیدر آباد کے علمائے متاخرین میں مولانا حسام الدین فاضل مرحوم ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ مدرسہ دار العلوم بلدہ کی مدرّسی سے ترقی کر کے جامعۂ عثمانیہ کے اُستاذِ دینیات مقرر ہوئے تھے۔ درس و تدریس کے پیشہ کے ساتھ وعظ و تقریر کے ذریعہ عوام میں تبلیغِ دین و احیائے سنّت کی پُر خلوص کوشش میں سرگرم رہتے تھے۔ اس کے علاوہ عامۃ المسلمین کی اصلاح اور ان میں دینی شعور بیدار کرنے کے لئے تصنیف و تالیف سے بھی کام لیتے تھے

جس کے نتیجے میں نظم و نثر کی بہت سی مفید کتابیں آپ کے قلم سے شائع ہو چکی ہیں۔

علم کے ساتھ عمل آپ کا وصف خاص تھا کہ صاحبزادوں کی ایسی تربیت کی کہ ظاہر و باطن میں آپ کے مثنیٰ نظر آتے ہیں جو کمال خوش قسمتی کی دلیل ہے۔

(مورخہ 18 ر اکٹوبر 1957ء)

"روزنامہ ہمارا اقدام"

آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے

ایک مرد مومن کا دنیا سے اُٹھ جانا ملت کے لئے متعدد نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ مولانا فاضل کی وفاتِ حسرت آیات سے ہوتا ہے۔ مولانا علوم کے گہوارہ حیدرآباد کے ایک روشن مینار تھے۔ مولانا کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے

وہ مدت تک پر نہیں ہوسکتا۔ مولانا نے عمل کے میدان میں علم کی جو خدمت کی اور اسلام کو نہایت سادہ انداز میں بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ زمانہ اس کا قائل ہوگیا۔ دکن کے لوگوں کو دکن کی سادہ زبان میں مذہب کی تعلیم و تفہیم کرانا خاص طور پر گھریلو انداز میں عورتوں اور بچوں کو اسلام کی تعلیم دینا مولانا ہی کا حق تھا۔ مولانا موصوف کی خدمات جو عالم باعمل کی موت سے دنیا میں یادگار ہیں اور جن کی شہادت دینے کے لئے ایک لاکھ عقیدت مندوں نے سوگوار جلوس جنازہ میں شرکت کی یہ مولانا فاضل کے جنتی ہونے اور مغفرت پانے کی ایک روشن دلیل ہے۔

اسماعیل ذبیح۔ مورخہ 23 ربیع الاوّل 1377ھ

ڈاکٹر غلام دستگیر رشید ۔ نظام کالج

آج یہ جلسۂ تعزیت منایا جارہا ہے وہ دراصل تعزیت و ماتم آہ سے نہیں ہے ۔ ان (حضرت فاضل) کا دنیا سے جانا ان کی تہنیت اور خدائے تعالیٰ سے دی ہوئی نعمتوں کی تکمیل کا زمانہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي الْأَنْفُسُ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۔ اور تمہارے لئے اس جنت میں وہ ہے جو دل چاہیں گے اور تمہارے لئے اس جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جو تم طلب کروگے ۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے ۔

پس وہ (نیک لوگ) پسندیدہ عیش میں ہوں گے ۔

مولانا اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں بسر کی ۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنی من مانگی زندگی چاہتے ہو تو جو اللہ تعالیٰ چاہے اسے پورا کرو تو تم بھی جو چاہو گے اسے

اللہ تعالیٰ پورا کرے گا ۔ اُستاذِ محترم نے اس گُر کو پالیا تھا۔

مولانا فاضل مرحوم کے شاگرد رشید' پروفیسر غلام دستگیر رشید اپنے خطبۂ تعزیت میں آگے رقم طراز ہیں ۔ ان (حضرت فاضل) کی بہت سی خوبیاں ان کے مبارک نام ہی سے ظاہر ہوتی ہیں ۔ حسام الدین جس نے نام رکھا ۔ اس نے ان کی آئندہ زندگی کی پیشن گوئی کردی ۔ غفلتوں اورقوم کی بربادیوں کو دفع کرنے اوراسلام کے خلاف جو چیزیں ہوں ان کو کاٹنے میں یہ دین کی تلوار ہمیشہ بے نیام رہی ۔ مولانا کی فرض شناسی عدیم المثال تھی ۔

(خطبۂ تعزیت ۔ ماہنامہ حسامی فاضل نمبر)

پروفیسر سید حسین شجوہر

حضرتِ فاضل کو اپنی طالب علمی کے زمانے سے دیکھتا ہوں میٹرک کی کلاسوں میں وہ میرے نہایت ہی شفیق ہمدرد اور غمگسار اُستاد

تھے۔ میں نے بعض بزرگوں کے متعلق ایک واقعہ پڑھا ہے یا سنا ہے

کہ ان کے انتقال پر ایک پکارنے والے نے زمین و آسمان کے درمیان

یہ منادی کردی کہ "اللہ کا ولی اُٹھ گیا"۔ لیکن پوری طرح یہ بات سمجھ

میں نہ آسکی تھی۔ مگر ایک دن محلہ اعظم پورہ کی مسجد میں مغرب کی

نماز پڑھ کر میں نے جب ایک طرف سلام پھیرا تو پوری مسجد میں

یہ آواز گونج رہی تھی کہ اللہ کا ولی اُٹھ گیا۔ واعظِ یکتا، ناصح بے نظیر،

عاشقِ رسولؐ، محبوبِ الٰہی جو اس مسجد میں وعظ کرتے تھے وہ اُٹھ گئے۔

اُستاذِ محترم، صاحبِ علم، متقی، زاہد اور شریعت کی مجسم تصویر تھے۔

ویسا باخدا انسان میری نگاہوں نے نہیں دیکھا۔

(اللہ کا ولی اُٹھ گیا)

محمد نظام الدین صاحب :- صدر مرکز دار العرفان، ہندی محبوب سبحانی

مولانا موصوف کی سیدھی سادی اسلامی طرزِ معاشرت

اور احکامِ شریعت پر سختی سے عمل پیرائی دیکھکر قرونِ ماضیہ کے حقیقی
عہدِ اسلام کی جیتی جاگتی تصویر نظروں کے آگے گھوم جاتا ہے۔ مولانا موصوف
وحید العصر یگانۂ روزگار، عالمِ جلیل اور فاضلِ بے مثیل تھے۔ عام فہم اور
عامۃ المسلمین کے شعور کے مطابق مواعظِ حسنہ فرمانا مولانا ہی کا حق تھا۔
بے لاگ کھلے بندوں اور بلا خوف و جھجک قومِ مسلم کی کمزوریوں پر ناصحانہ
تنقید کرکے انہیں راست اور راہِ نجات پر لگانے میں مولانا موصوف
کو ید طولیٰ حاصل تھی۔ کفر و شرک اور بدعقیدگی کی ضلالتوں کیلئے ایک
مشعل تھے۔ ایسے نازک اور بحرانی دور میں جب کہ اہلِ سنت والجماعت
کا نام لے کر مسلمانوں کو طرح طرح کی گمراہیوں اور ضلالتوں کے گڑھوں
میں ڈھکیلا جارہا ہے۔ اور تباہی و بربادی کے بادل سروں پر
منڈلا رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی قوم کو سخت ضرورت تھی۔
مگر مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ مولانا موصوف کے سانحہ ارتحال سے

علمی و مذہبی دنیا میں جو خلائے عظیم پیدا ہوا ہے اس کا عرصۂ دراز تک پُر ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں آتا۔ (تعزیتی قرارداد)

محمد قمر الدین حُسامی (ورنگل)

حضرت علامۃ الحاج محمد حسام الدین فاضل کی وفات کا سانحہ ایک عظیم نقصانِ علمی ہے۔ بلاشبہ حضرت قبلہؒ ایک عالم باعمل تھے۔ ان کے قول و فعل میں مکمل یگانگت ہوتی تھی۔ ایک سچے مسلمان اور کتاب و سنت کا صحیح نمونہ آپ کی شخصیت میں ہر وقت عیاں رہتا تھا۔ آہ! موصوف حیدرآباد کے ان گنے چُنے بزرگوں یعنی نمک کے کنکروں میں سے تھے۔ کہ جن کے خاتمے کے بعد اب قوم کو یتیم سمجھنا چاہیے۔ ایک مُصلِحِ کُل مُدبّر اور بے غرض سے ہم محروم رہ گئے۔ یقیناً آپ کی مثال ایسی ہی تھی جیسی کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تھی۔

مکتوب (مورخہ 20-10-1957)

ایک سوگوار مرید :-

اکثر پیران رشدین و مشائخین مریدین سے تحفہ تحائف اور ناجائز کاروبار کے لئے بدنام ہیں۔ لیکن حضرت قبلہ کی ذات ان تمام الزامات سے پاک ہے۔ اکلِ حلال و صدقِ مقال آپ کا وطیرہ رہا ہے۔ ایک صالح مسلمان، مشہور واعظ، عظیم شاعر اور بہترین مصنف کی حیثیت سے آپ کی ہستی ناقابلِ فراموش رہے گی۔ متعدد تصانیف کو قوم و ملت نے استحسان کی نظر سے دیکھا ہے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ، نوادرات اور کثرتِ کتب میں بے مثال ہے۔ خود داری اور اچھے اچھے واقعات آپ سے منسوب ہیں۔ ہر زمانے میں آپ مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔

(ماہنامہ حسامی ۔ فاضل نمبر ۔ نومبر ۔ ڈسمبر 1957ء، جنوری 1958ء)

الواہی یہسنا صاحبہ۔

دارالشفاء

یہ ایک حقیقت ہے کہ علامہ فاضل ایک عالم با عمل اور ایک بہت ہی کامیاب واعظ کی حیثیت سے مقبول خاص و عام تھے یسارے ہندوستان خصوصاً ان کے وطنِ مسعود (حیدرآباد) اور اس کے اطراف و اکناف میں ان کا کافی شہرہ تھا۔ وہ بیک وقت ذاکر بھی تھے ' مرشد بھی تھے ' اور ' استاد بھی بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ تمام صلاحتیں ایک مرکز پر جمع ہوگئی تھیں۔ جو حسام الدین کے نام سے مشہورِ عام ہوا وہ مجسم انسانیت اور پیکرِ خلق و مروت تھے۔ ان کی ادبی اور مذہبی خدمات دنیائے ادب سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے بہ حیثیتِ استاد جامعہ اور ایک پیرِ طریقت ہونے کے اعتبار سے ہزار ہا افراد ان سے اکتسابِ علم کر چکے ہیں اور راہِ ہدایت پر گامزن نظر آتے ہیں۔ ان کی تعلیمات ان کے کردار یقیناً قابلِ تقلید ہیں۔

(ماہنامہ حسامی۔ فاضل نمبر)

محمد وحید الدین۔ (طالب علم)

وہ (حضرتِ فاضل) سرکارِ دوعالم کے عاشقِ زار تھے۔ جب کبھی رسولِ کریمؐ کا اسمِ مبارک زبان پر آتا آپ کی آواز رقت انگیز ہو جاتی۔ اور اس میں وہ تاثیر ہوتی کہ دل تو دل پتھر پگھل جائے۔ ولیٔ کامل کی سب سے بڑی علامت یہی ہے کہ وہ سنتِ رسول کی پیروی میں کمال پیدا کرے اور یہی حضرتِ مرحوم کی بڑی کرامت ہے۔ وہ بڑے اہلِ دل و اہلِ نظر تھے۔ آپ واعظِ مشہور، عالم باعمل، ولیٔ کامل ہی نہیں بلکہ فقہ و تفسیر کے ماہر، زبردست شاعر اور ممتاز ادیب بھی تھے۔

(علم کا آفتاب غروب ہوگیا)

منظوم خراجِ عقیدت

قطعات، تاریخِ وفات

ماہنامہ حسامی کے زیرِ نظر فاضل نمبر میں ان گنت شعراء کرام نے مرحوم مولانا حسام الدین فاضل پر تعزیتی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ان شعراء کرام میں محمد حامد کلیمی، عبدالباسط خان خاکؔ، محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ، عبدالجلیل فاضل، غلام محمد عاجزؔ، حاجی شیخ محمود حسامی، محترمہ رحمٰن بی رحمانی صاحبہ، کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ ان شعراء کی منظومات سے مولانا حسام الدین فاضل مرحوم کے تئیں ان کی گہری عقیدت، ان کے احترام اور ان کے شدید سوگ کی ترجمانی ملتی ہے۔ ان منظومات میں مولانا حمید الدین حسامی عاقل (فرزندِ ارجمند مولانا فاضل) کی نظم خاص الخاص ہے کہ یہ مرحوم فاضل صاحب قبلہ کی سوانح لئے ہوئے ہے۔

مولانا حسام الدین فاضلؔ کی وفات پر جن شعراء نے قطعات تاریخِ وفات کہے ہیں۔ جنہوں نے مادۂ تاریخ نکالی ہے ان میں مولوی محمد الدین بی۔ اے۔ (سید اسیو سیٹھ) محمد حامد علیؔ ابوالحامد محمد احمد اللہ احمد قدیریؔ ابوالمقام سید مہدی حسن قادریؔ محمد غلام قادر صدیقی قادرؔ عبدالقادر رفیق حیدرآبادیؔ محمد معین الدین خان عارف قادریؔ اور ابوالحامد عرشیؔ کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

تاریخ گوئی ایک مشکل فن ہے۔ اس فن پر کئی اساتذۂ فن نے مضامین لکھے ہیں۔ ابھی حال حال میں ایک مضمون ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریسؔ لکچرر حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی حیدرآباد نے بھی تحریر فرمایا ہے جس کا عنوان ''تاریخ گوئی کا فن'' ــــ اُصول اور مسائل ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنے مضمون کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی۔ یہ مضمون ماہنامہ آندھرا پردیش حیدرآباد کے شمارہ اپریل 2007ء کی زینت بنا ہے۔

ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس لکھتے ہیں

"عموماً تاریخ گوئی سے مراد یہی لی جاتی ہے کہ جمل کے قاعدے سے کسی امر یا واقعہ کے ظہور میں آنے کی تاریخ کا تعین کیا جاتا ہے۔"

بعد ازاں غلام علی آزاد بلگرامی کی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اصطلاح میں تاریخ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی لفظ یا فقرہ، عبارت مصرعہ، تجویز کریں کہ اس کے مکتوبی حروف کے عددوں سے بہ حساب جمل سن اور سال کسی واقعہ شادی یا وفات کے معلوم ہوں۔

ڈاکٹر موصوف نے آگے فنِ جمل اور تاریخ گوئی کے فرق کی بھی وضاحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فنِ جمل اور تاریخ گوئی دو الگ الگ فنون ہیں۔ دونوں کو ایک سمجھنا غلط ہے۔ فنِ جمل حروف کے مقابل اعداد اور اعداد کے مقابل حروف کا علم ہے۔

اس کا اطلاق تاریخ گوئی میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور تعویذ نویسی میں بھی۔ فنِ تاریخ گوئی کا موضوع حروفِ ابجد اور اُن کے اعداد ہیں۔ ع1

مضمونِ مذکورہ میں ڈاکٹر موصوف نے فنِ تاریخ گوئی کے اُصول و مسائل سے تفصیلی بحث کی ہے۔ ذیل میں مولانا حسام الدین فاضل سے متعلق چند قطعات و اشعارِ تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

محمد امین الدین :- مرزا الحاج جناب حسام الدین واعظ قدس سرہ :-

1957ء

دل میں پڑ گیا چھالا — خالدِ خُلد ہو گیا لالہ

1377ھ

ع1 ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس۔ تاریخ گوئی کا فن، اُصول اور مسائل۔ آندھرا پردیش 06-4

سنِ وفات جو بپرسند احمد محزوں

رسیدہ سوئے جناں فاضل ادیب، بگو

1377ھ

ابوالمحامد احمد قدیری

مذکورہ بالا تمام مادۂ تاریخ، طریقہ معنوی سے نکالے گئے ہیں۔ اور اس میں قاعدۂ جمل کو روبہ عمل لائے ہوئے پہلے مصرعہ میں تاریخِ وفات عیسوی سن میں 1957 اور دوسرے دو مصرعوں میں تاریخِ وفات ہجری سن میں 1377ھ نکالی گئی ہے۔ اس طرح درجِ ذیل اشعار میں بھی طریقہ معنوی سے مادۂ تاریخ نکالا گیا ہے۔

جستجو تاریخ کی تھی غیب سے آئی صدا

اب حسام الدین فاضل کی جناں میں جا ہوئی

1377ھ

محمد غلام قادر صدیقی

مل گئے جا کر محمدؐ سے رفیق

فاضلِ عالی مقامِ باصفا

محمد عبدالقادر رفیق 1377ھ

رفت از دنیائے فانی سوئے جنات النعیم

"صاحبِ برکت حسام الدین والا منزلت"

ابوالمحامد عرشی

اب مادہ تاریخ وصال کے یہ مصرعہ بھی ملاحظہ ہوں۔ جو سنِ ہجری میں ہے۔

بگو فاضل بفردوس بریں شد

محمد معین الدین خان عارف

آئیے اب چند اور مادۂ تاریخ ملاحظہ فرمائیے۔

علامۂ روزگار + محمد حسام الدین فاضل اہلِ صفا

580 1377

1958ء

محمد معین الدین خاں عارف

ز دنیا زادِ عقبیٰ کرد حاصل + سفر کرد و بجنت گشت داخل

بہ یاؤ تابُ شُد تاریخِ رحلت + بحق واصل حُسام الدین فاضل

1359 + 25 = 1377ھ

مہدی حسن قادری

یہ دونوں مثالیں صنعتِ تدخلہ میں ہیں۔ جن میں بالترتیب

580 اور 25 جوڑ کر تاریخ نکالی گئی ہے۔ اب اس کے مخالف صنعتِ تخرجہ میں مہدی حسن قادری صاحب کا یہ قطعہ دیکھیے۔

نفس ہا بر زبانِ شُمردہ با زُہد

بجانانِ جانِ خود بسپرد با زہد

برفت از قلبِ جاں و گشت تاریخ

حُسام الدین فاضل مُرد - با زُہد

1378 - 1 = 1377 ھ

تاہم مولانا حسام الدین کے شاگردوں، مریدوں اور ہم عصر علما و اہلِ قلم نے انہیں بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

بابِ ہفتم

اختتامیہ

شہرِ حیدرآباد فرخندہ بنیاد ابتدائے تاسیس سے آج تک علم و ادب، شعر و سخن، فن و ہنر کا گہوارہ رہا ہے۔ اس کے بانی حکمراں سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی تھی کہ وہ شہرِ حیدرآباد کو ہمیشہ "لوگاں" سے معمور رکھے۔ اس کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حیدرآباد کو صرف لوگوں سے ہی معمور نہیں کیا بلکہ اس نے ان لوگوں میں ایسے ایسے شعراء و ادبا، ایسے ایسے اہلِ کمال و اہلِ دانش اور ایسے ایسے فنکار و ہنرور پیدا کئے جنہوں نے حیدرآباد کے نام کو صرف برصغیر ہند و پاک ہی میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں چمکایا۔ شہرِ حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے ابتدا سے تاحال ہر صدی میں ہر صدی کے ہر دہے میں کئی علماء، شعرا، ادبا اور اہلِ دانش ابھرے۔

مولانا فاضل سرزمینِ حیدرآباد سے اُبھرنے والی ایک ممتاز اور بے نظیر علمی، ادبی، اور مذہبی شخصیت ہیں۔

مولانا حسام الدین فاضل اپنے جدِ اعلیٰ حضرت علامہ تاج الدین خاقانی کی طرح ایک بہت بڑے عالم اور نہایت ہی متقی پرہیزگار شخص تھے۔ آپ نے حصولِ تعلیم کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کی۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت تاج الدین مدرسہ محمود گاواں بیدر میں بلا معاوضہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ نے بھی درس و تدریس کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا۔ ۱۹۱۹ء میں بہ حیثیتِ مددگار مدرس مدرسۂ وسطانیہ گوشہ محل سے ملازمت کی ابتدا کی اور 30 سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے 1949ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر کی حیثیت سے وظیفۂ حسنِ خدمت پر سبکدوشی حاصل کی۔

مولانا فاضل کو پڑھنے لکھنے کا شوق لڑکپن ہی سے تھا۔

آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ آپ نے اپنی گراں قدر تصانیف کی ترتیب و تدوین میں جن لاتعداد کتب تفاسیر و احادیث کے حوالے دیئے ہیں۔ وہ اُن کے مطالعہ کی وسعت اور علم و ادب سے ان کی گہری محبت کی دلالت لیئے ہوئے ہیں۔

مولانا حسام الدین فاضلؔ نے شعریات' و نثریات' دونوں میدانوں میں اپنے کارنامے چھوڑے ہیں۔ آپ نے شاعری میں تمام اصناف جیسے مسدس رباعی' نظم' قطعہ' غزل' منقبت' اور نعت میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن آپ بنیادی طور پر ایک نعت گو شاعر رہے ہیں۔ حضرت علامہ حسام الدین فاضلؔ ایک سچے عاشقِ رسولؐ تھے۔ آپ نے جتنی بھی نعتیں کہی ہیں۔ وہ عشقِ نبیؐ میں ڈوب کر کہی ہیں۔ آپ کی نعتیں' نعتؐ کے معنی و مفہوم پر پوری اُترتی ہیں۔ آپ نے نعت گوئی کے تمام تر موضوعات کو اپنی نعتوں میں خوب برتا ہے۔ آپ کی نعتوں میں نعت کے تمام تر لوازمات کی پابندی

بھی ملتی ہے ۔ اور اس کا ادب و احترام بھی ۔ اللہ کے رسولؐ سے وابستگی اور اُن سے عشق کا معاملہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے فیض و کرم کا مرہونِ منت ہے ۔ حضرت علامہؒ فاضل بھی اپنی نعت گوئی، رسولِؐ خدا سے اپنے عشق اور اپنی وابستگی کو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا کرم گردانتے تھے ۔ آپ کے عشقِ نبویؐ، اور سنتِ رسولؐ کی سختی سے پابندی سے متعلق آپ کے نبیرہ ابن نعیم الدین حسامی محمد زعیم الدین حسامی ایک جگہ لکھتے ہیں ۔

"علامہ فاضل سچے عاشقِ رسولؐ تھے ۔ سنتِ نبویؐ پر سختی سے پابندی فرماتے ۔ ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے ۔ غرض کہ اپنی ساری زندگی اتباعِ سنت کے ساتھ بسر فرمائی ۔ اسی لئے شاید اللہ تعالیٰ آپ کو موت بھی دی تو ماہِ ربیع الاول میں جو رسولِ خداؐ کے وصالِ مبارک کا مہینہ ہے" ع۱

ع۱ ابن نعیم الدین محمد زعیم الدین حسامی ۔ حیاتِ محمد حسام الدین فاضل ۔ مطبوعہ روزنامہ منصف ۔ حیدرآباد 14-5-2004

مولانا محمد حسام الدین فاضل نے اپنی نعتوں کا ایک ضخیم دیوانِ نعتیہ جواہرِ فیضِ ربانی (دیوانِ نعتیہ فاضل) اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ اپنی نعتوں میں حضرتِ فاضل نے نعت گوئی کی روایات کو تو برتا ہی ہے لیکن ان کے علاوہ ان کے ہاں چند جدت طرازیاں بھی ملتی ہیں۔ جیسے آپ نے اپنی نعتوں کے لیے دیگر نعت گو شعراء کی طرح غزل کا فارم تو استعمال کیا ہے۔ وہیں اُنہوں نے دیگر شعری فارموں جیسے مستزاد، مُخمّس، مُسدّس اور ٹھمری وغیرہ کی ٹکنک میں بھی اپنی نعتیں کہی ہیں۔ دیگر نعت گو شعرا کے بالمقابل چند اور خوبیاں جو صرف حضرتِ فاضل کے ہاں ملتی ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

مولانا فاضل نے اپنی نعتوں میں قرآنی تلمیحات ہی استعمال نہیں کیں بلکہ ان میں علم بدیع کی ایک اہم صنعت، صنعتِ مقتبس / اقتباس / ملمع کو بھی استعمال میں لاتے ہوئے اپنے کئی شعروں میں

قرآنِ حکیم کی آیات نقل کی ہیں ۔ اور چند نعتوں میں جو قطعہ بند اشعار رقم کئے ہیں ان کو الگ کرکے ایک الگ سی کتابی صورت دی جائے تو ان کے نعتیہ قطعات کا بھی ایک ضخیم وگراں قدر مجموعہ منظرِ عام پر آسکتا ہے ۔

مولانا فاضل کے شعری سرمائے میں غزلیں بھی ملتی ہیں ۔ لیکن ان کی غزلوں کا کوئی مجموعہ کتابی صورت میں موجود نہیں ہے ۔ زیرِ نظر ہی مسودات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا غزل کے بھی اچھے شاعر تھے ۔ آپ کی غزل کلاسیکی اقدار کی حامل تھی ۔ اور اسلاف کی روایات کی بھرپور ترجمان بھی ۔ مولانا کی چند غزلوں کو دیکھکر یہ بات بلا تامل کہی جاسکتی ہے کہ آپ ایک زود گو وبسیار گو غزل گو شاعر تھے ۔ آپ کے ہاں دو غزلہ سہ غزلہ تخلیقات بھی ملتی ہیں ۔ اور ساتھ ساتھ مسلسل غزلوں کی بھی کمی نہیں ۔ مولانا کی غزل میں ایک خاص

خوبی یہ ملتی ہے کہ آپ اساتذہ کی بعض مشکل سے مشکل زمینوں میں بھی کامیاب غزلیں کہی ہیں۔ بہ حیثیتِ مجموعی مولانا حسام الدین فاضل کی غزل میں داخلیت کا عنصر بدرجۂ اتم موجود ہے اور یہ اردو شاعری کے دہلی اسکول کی ترجمان ہے۔

مولانا حسام الدین فاضل کی شعریات میں چند منظوم کتابچے بھی شامل ہیں۔ جو ان کی اصلاحی نظمیں لئے ہوئے ہیں۔ اپنی اصلاحی نظموں سے مولانا نے امتِ مسلمہ کو بے دینی کے اندھیروں سے نکال کر دینداری سنت و شریعت کی روشن راہ دکھانے کی سعیٔ مشکور فرمائی ہے۔ مولانا کی اصلاحی نظموں کے یہ کتابچے دیکھنے میں تو بہت معمولی معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ دراصل معنیٰ و مطلب، تبلیغ و اصلاح اور حکایات اور اسلامیات کے اعتبار سے اپنے آپ میں ایک وسیع سمندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ ان کتابچوں میں مولانا نے چائے نوشی اور ہوٹل نشینی کے فضول اخراجات

سینما بینی کے مضر اثرات، اور زنا و امرد پرستی کی لعنت وغیرہ کے تعلق سے مفید مطلب نظمیں پیش کی ہیں۔ ان کی ترتیب و تدوین میں ارشاداتِ قرآنی اور اللہ کے رسولؐ کے احادیثِ مبارکہ بھی مناسب مناسب موقعوں پر مرقوم ہیں۔ بعض جگہ تاریخِ اسلام کے واقعات بھی شامل ہیں۔ مولانا فاضل کی اصلاحی نظموں کے ان کتابچوں کی سب سے اہم خوبی یہ ہے ان میں پند و نصائح نہایت ہی مخلصانہ و مشفقانہ انداز میں پیش کئے گئے ہیں کہ ان میں وعظوں کی سی سختی قطعی محسوس نہیں ہوتی۔

مولانا محمد حسام الدین فاضل نے نثریات میں بھی کئی شاہکار چھوڑے ہیں۔ ان کے نثری سرمائے میں تفسیرِ فاضل، تذکرہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، تذکرہ حضرت عمر فاروقؓ، تذکرہ حضرت عثمان غنیؓ، تذکرہ حضرت علی مرتضیٰؓ، تذکرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، تذکرہ حضرت عائشہؓ

اور تذکرہ حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ شامل ہیں۔ ان نثر پاروں کی ترتیب و تدوین میں مولانا فاضل نے بڑی عرق ریزی و دقت نظری سے کام لیا ہے۔ ان کتابوں کی تیاری میں مولانا نے جن جن تفاسیر، جن جن احادیث، جن جن تواریخ، اور جن جن ماخذات کے حوالے متعلقہ کتابوں میں درج کئے ہیں۔ انہیں دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ ایسی محنت، ایسی مشقت، ایسی تحقیق اور ایسی تنقید ہماری نئی نسل کے ریسرچ اسکالرس سے بھی ممکن نہیں۔ تاہم مولانا محمد حسام الدین فاضل نے اپنی شعری و نثری کاوشات سے اردو زبان و ادب کی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ آخر میں علامہ فاضل کی ایک غیر معمولی خوبی کا ذکر نہ کرنا ایک بے ادبی ہی ہوگا۔ مولانا موصوف نے شاعری ہو کہ نثر، نعت ہو کہ تفسیر، اصلاحی نظمیں ہوں کہ تذکرے ان سب کی تخلیق و تصنیف

کے لئے جو زبان استعمال کی ہے وہ سیدھی سادی اور عام فہم ہے۔ ان کی منظومات، اور ان کی نثریات کا اسلوب سادہ سلیس ہے۔ ان کی تحریرات کو معمولی سے معمولی اور کم پڑھا قاری بھی بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔ اپنی تخلیقات، تصانیف اپنے وعظوں اور اپنی تقاریر کے لئے مولانا محمد حسام الدین فاضل نے سلیس، سادہ اور عام فہم زبان کا استعمال شاید ایک مقصد خاص کے تحت فرمایا تھا۔ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں جس طرح اولیائے کرام نے دکن میں اُردو زبان و ادب کے ابتدائی دور میں عام فہم دکھنی زبان استعمال کرتے تھے کہ اس سے ہر دین و مذہب، ہر فرقہ و قوم کے لوگ استفادہ حاصل کرسکیں۔ اور اُسے بہ آسانی سمجھ سکیں۔ اور تبلیغ دینِ اسلام کو فروغ ملے۔ اسی طرح مولانا موصوف کے پیشِ نظر بھی اپنی زبان کی سادگی اور بیان کو سہل ممتنع بنانے کا مقصد یہی اور صرف یہی رہا ہو۔

تاہم مولانا محمد حسام الدین فاضل نے درسیات، دینیات، اسلامیات، شعریات، ادبیات، اور کئی علوم و کمالات سے تاحیات عوام الناس کی بے پناہ خدمات انجام دی ہیں۔ بالخصوص اُمتِ اسلامیہ اور اُردو زبان و ادب پر ان کے جو گراں قدر احسانات ہیں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے میں مولانا مرحوم کو ان کی خدماتِ دینی و علمی کے عوض ضرور بہ ضرور اجرِ عظیم سے نوازے گا۔

کتابیات

نمبر سلسلہ	مصنف	نام کتاب	مطبع / ناشر
1	انوار اللہ فاروقی	انوار احمدی	جامعہ نظامیہ
2	اصغر حسین خان	اردو شعرا پر تنقیدیں	نظیر لدھیانوی
3	اختر انصاری	غزل اور غزل کی تعلیم	اردو بیورو - دہلی
4	احمد آصف جاہی	عہد عثمانی میں اردو کی خدمات	دہلی
5	اختر احمد (ڈاکٹر)	ادبی اسلوبیات	مکتبہ جامعہ - نئی دہلی
6	اسماعیل آزاد	اردو میں نعت گوئی	دہلی 1998
7	حبیب اللہ آموزگار	فرہنگ آموزگار	دہلی
8	حبیب اللہ آموزگار	غیاث اللغات	دہلی
9	حفیظ جالندھری	شاہنامہ اسلام	لاہور - پاکستان

نمبر سلسلہ	مصنف	نام کتاب	مطبع / ناشر
۱۰	حمیرہ جلیلی (ڈاکٹر)	دیباچہ معراج سخن	فصاحت جنگ جلیل
۱۱	خواجہ شوق	صلی علی	خواجہ شوق
۱۲	رشید احمد صدیقی (پروفیسر)	جدید غزل	مکتبہ جامعہ - دہلی
۱۳	ریاض مجید (ڈاکٹر)	رسالہ نقوش رسولؐ نمبر	لاہور
۱۴	رحمت یوسف زئی	اردو شاعری میں صنائع و بدائع	حیدرآباد سنہ 2003
۱۵	ساحل احمد	اردو نظم اور اسکی قسمیں	اردو رائٹرس گلڈ الہ آباد
16	شاغل ادیب	ذکر اعظم	نیرنگ ادب پبلیکشن ادب حیدرآباد
17	ضیاء الدین (ڈاکٹر)	اسالیب نثر پر ایک نظر	ادارہ فکر جدید - دہلی
۱۸	فارغ بخاری	غزل کا ارتقاء	اردو بیورو - دہلی
19	فرمان فتح پوری	اردو کی نعتیہ شاعری	ملک بک ڈپو - دہلی
۲۰	محمد حسام الدین فاضل	شب معراج	فاضل اکیڈیمی

نمبر سلسلہ	مصنف	نام کتاب	مطبع / ناشر
21	محمد حسام الدین فاضل	سوغاتِ فاضل	فاضل اکیڈمی
22	محمد حسام الدین فاضل	ذوقِ چائے خانہ	فاضل اکیڈمی
23	محمد حسام الدین فاضل	سینما کے کرشمے	فاضل اکیڈمی
24	محمد حسام الدین فاضل	شیطان و مُلّا	فاضل اکیڈمی
25	محمد حسام الدین فاضل	فواحشِ زنا و امرد پرستی	فاضل اکیڈمی
26	محمد حسام الدین فاضل	شادی و غمی	فاضل اکیڈمی
27	محمد حسام الدین فاضل	تذکرہ ابوبکر صدیق رضؓ	فاضل اکیڈمی
28	محمد حسام الدین فاضل	تذکرہ عمرِ فاروق رضؓ	فاضل اکیڈمی
29	محمد حسام الدین فاضل	تذکرہ عثمان غنی رضؓ	فاضل اکیڈمی
30	محمد حسام الدین فاضل	تذکرہ علی کرم اللہ رضؓ	فاضل اکیڈمی

سلسلہ نمبر	مصنف	نام کتاب	مطبع / ناشر
31	محمد حسام الدین فاضل	تذکرہ خدیجۃ الکبریٰ	فاضل اکیڈیمی
32	محمد حسام الدین فاضل	تذکرہ عائشہ صدیقہ رضؓ	فاضل اکیڈیمی
33	محمد حسام الدین فاضل	تفسیر فاضل	فاضل اکیڈیمی
34	محمد حسام الدین فاضل	تذکرہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم	محمد حسام الدین ثانی جعفر پاشاہ
35	محمد جلال الدین حامی کامل	نقوش فاضل	محمد حسام الدین ثانی عاقل جعفر پاشاہ
36	محمد حسام الدین فاضل	مختصر خود نوشتہ	محمد حمید الدین عاقل
37	محمد حسام الدین فاضل	جواہر فیض ربانی (دیوان نعتیہ)	مولانا عاقل
38	محی الدین قادری زور	داستان ادب حیدرآباد	ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد
39	مختار حسین	خیر البشر کے حضور میں	اردو بیورو۔ دہلی
40	مائیکل ہارٹ	THE HONDREDS.	

نمبر سلسلہ	مصنف	نامِ کتاب	مطبع / ناشر
41	مغنی تبسم	ن۔م۔ راشد شخصیت و فن	ماڈرن پبلیکشن دہلی
42	نصیر الدین ہاشمی	دکن میں اردو	نیشنل کونسل فار پروموشن آف اردو۔ دہلی ۱۹۹۲ء
43	نور الحسن کاکوری	نور اللغات جلد چہارم	

قلمی نُسخے

نمبر سلسلہ	مسوّدہ	شاعر	
1-	مسودۂ غزلیات	مولانا حسام الدین فاضل	حصہ اوّل
2-	مسودۂ غزلیات	محمدّ حسام الدین فاضل	حصہ دومؔ
3-	مسودۂ غزلیات	محمد حسام الدین فاضل	حصہ سوم

رسائل

سلسلہ نمبر	مدیر	نامِ رسالہ	ماہِ اشاعت
(۱)	محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ	ماہنامہ حسامی	نومبر، دسمبر 1957ء اور 1958ء
(۲)	صلاح الدین نیرؔ	خوشبو کا سفر	ستمبر 2002

اخبارات

سلسلہ نمبر	مدیر	نام روزنامہ	تاریخ اشاعت
1	اسمٰعیل ذبیح	ہمارا قدم	23 ربیع الاوّل
2	خان لطیف خان	روزنامہ منصف	13 مئی 2004ء
3	زاہد علی خان	روزنامہ سیاست	13 جولائی 1996ء
4	عابد علی خان	روزنامہ سیاست	19 اکتوبر 1957ء
5	وقار الدین	روزنامہ رہنمائے دکن	18 اکتوبر 1957ء

مضامین و قراردادیں

1) انوری رضا صاحبہ — خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں — ماہنامہ حسامی فاضل نمبر

2) محمد نظام الدین — قرارداد تعزیت — ماہنامہ حسامی - فاضل نمبر

3) محمد قمر الدین حسامی — قرارداد تعزیت — ماہنامہ حسامی - فاضل نمبر

4) ڈاکٹر غلام دستگیر رشید — تعزیت کے قابل استاد محترم — ماہنامہ حسامی - فاضل نمبر

5) پروفیسر سید حسین نشور — اللہ کا ولی اٹھ گیا — ماہنامہ حسامی - فاضل نمبر

6) محمد وحید الدین (طالب علم) — علم کا آفتاب غروب ہوگیا — ماہنامہ حسامی - فاضل نمبر

7) پروفیسر عنوان چشتی — کچھ نعت کے بارے میں — خوشبو کا سفر حیدرآباد

8) ابن نعیم محمد زعیم الدین حسامی — علامہ حسام الدین فاضل — روزنامہ منصف حیدرآباد

"تعزیتی منظومات"

نشان سلسلہ	شاعر	عنوانِ نظم
1)	محمد حامد کلیمی	غمِ فاضل - ماہنامہ حسامی فاضل نمبر
2)	عبدالباسط خاں	جناں فاضل ،، ،، فاضل نمبر
3)	محمد حمید الدین حسامی عاقل	نذرِ عقیدت - فاضل نمبر
4)	عبدالجلیل فاضل	یادِ فاضل - فاضل نمبر
5)	غلام محمد عاجز	آہ! حضرتِ فاضل - فاضل نمبر
6)	حاجی شیخ	لطف و کرم حسام الدین فاضل - فاضل نمبر
7)	محمود حسامی	یادِ فاضل - فاضل نمبر

نمبر سلسلہ	شاعر	عنوانِ نظم
8)	محترمہ رحمٰن بی رحمانی	حضرت حسام الدین فاضل - پیر و مرشد - ماہنامہ حسامی
9)	مولوی محمد الدین سید اکبر ابیچ	قطعۂ تاریخ - ماہنامہ حسامی فاضل نمبر
10)	محمد حامد علی واثق	تاریخِ وفات - ماہنامہ حسامی فاضل نمبر
11)	ابوالمحامد محمد احمد اللہ	قطعۂ تاریخ - ماہنامہ حسامی فاضل نمبر
12)	ابوالقاسم سید مہدی	قطعاتِ تاریخِ رحلت - فاضل نمبر
13)	غلام قادر صدیقی	تاریخِ وصال - فاضل نمبر
14)	عبدالقادر رفیق حیدرآبادی	وصالِ حضرت حسام الدین فاضل - فاضل نمبر
15)	محمد معین الدین خان عارف	قطعۂ تاریخ وصالِ امام الحصر - فاضل نمبر
16)	ابوالمحامد عرش	مادۂ تاریخ - فاضل نمبر

DEPARTMENT OF URDU
SCHOOL OF HUMANITIES
UNIVERSITY OF HYDERABAD
HYDERABAD

Dt.10-1-2005

CERTIFICATE

This is to certify that I, **TAYYAB PASHA QUADRI** have carried out the research embodied in the present thesis entitled MOULANA MOHD. HUSSAM UDDIN FAZIL I ILMI-O-ADABI KHIDMATH (Academic and Literary Contribution of Moulana Mohd. Hussam Uddin Fazil for the full period prescribed under Ph.D ordinance of the University. I declare to the best of my knowledge that no part of this thesis was earlier submitted for the award of research degree of any University.

(Signature of the candidate)

Name: TAYYAB PASHA QUADRI
Enrolment No. 01HUPH09

Signature of the supervisor

Head, Department of Urdu

Dean, School of Humanities
School of Humanities
University of Hyderabad
Central University P.O.
HYDERABAD - 500 046.

MOULANA MOHD. HUSSAM UDDIN FAZIL KI ILMI-O-ADABI KHIDMATH
(Academic and Literary Contribution of Moulana Mohd. Hssam Uddin Fazil)

THESIS

Submitted to the University of Hyderabad, in partial Fulfillment of the requirement for the award of the degree of

DOCTOR OF PHILOSOPHY

IN URDU

Submitted
By

TAYYAB PASHA QUADRI
M.A; M.PHIL.

Supervisor

Dr. Md. Naseemuddin
Lecturer, Dept. of Urdu.
University of Hyderabad

Department of Urdu, School of Humanities
University of Hyderabad
Hyderabad
2005